لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ

قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات

عبرتوں اور نصیحتوں کے ساتھ (دوم)

افادات

حضرت مولانا مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی حفظہ اللہ تعالیٰ

خادمِ تفسیر وحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

وخادمِ حدیث شریف: جامعہ دارالاحسان بارڈولی، گجرات

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب	:	قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات (جلد دوم)
مرتب	:	مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم
ناشر	:	نورانی مکاتب
صفحات	:	۴۶۴
سنِ طباعتِ اول	:	ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ جولائی ۲۰۲۲ء
تصحیح واضافہ شدہ جدید ایڈیشن	:	رجب ۱۴۴۶ھ جنوری ۲۰۲۵ء

کتاب ملنے کا پتہ

نورانی پبلیکیشن -.- نورانی مکاتب

8140902756

ڈابھیل	بارڈولی
محمود نگر، ڈابھیل، نوساری، گجرات	مریم مسجد، گاندھی روڈ، بارڈولی

اجمالی فہرست

۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی حضرت صفورا رضی اللہ عنہا کا واقعہ	۳۹
۲	فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ	۹۵
۳	بنی اسرائیل کی مظلوم عورتوں کا واقعہ	۱۱۷
۴	سورۂ کہف میں آیا ہوا ایک لڑکے کی ماں کا قصہ	۱۲۹
۵	سبا کی رانی: بلقیس کا عجیب واقعہ (حصہ: اول)	۱۵۳
۶	سبا کی رانی: بلقیس کا عجیب واقعہ (حصہ: دوم)	۱۸۹
۷	حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کی قربانی اور وفاداری کا عجیب واقعہ	۲۲۵
۸	حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا عجیب واقعہ	۲۶۱
۹	حضرت عمران کی بیوی کا اور ان کی لڑکی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پیدائش کا عجیب واقعہ	۳۰۵
۱۰	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا عجیب واقعہ (پہلی قسط)	۳۲۵
۱۱	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا عجیب واقعہ (دوسری قسط)	۳۵۳
۱۲	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا عجیب واقعہ (تیسری قسط)	۳۸۳
۱۳	ایک عورت کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ (پہلی قسط)	۴۰۹
۱۴	ایک عورت کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ (دوسری قسط)	۴۳۹

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی حضرت صفورا رضی اللہ عنہا کا واقعہ	
۱	مختصر تعارف	۴۰
۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہمارے لیے ایک سبق	۴۲
۳	مظلوموں کی مدد کرنی چاہیے	۴۳
۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مصر سے مدین کی طرف روانگی	۴۴
۵	فرشتے کا رہبر بننا	۴۶
۶	سفرِ بامشقت	۴۶
۷	مدین شہر	۴۶
۸	کنواں	۴۷
۹	اپنے مفاد کے لیے کمزوروں پر ظلم اور حق تلفی	۴۷
۱۰	مدین کے کنویں کے قریب دو باحیا لڑکیاں	۴۸
۱۱	انبیاء علیہم السلام اپنی امت کے لیے دنیوی بھلائی کی بھی فکر کرتے ہیں	۴۹
۱۲	آپ ﷺ بے سہاراؤں کی مدد فرماتے تھے	۵۰
۱۳	ضعیفوں کی خدمت نجات کا ذریعہ ہے	۵۰
۱۴	خسر کی خدمت کا عجیب واقعہ	۵۱
۱۵	بھیڑ بھاڑ کے موقع پر ان دونوں عورتوں کا پاکیزہ طرزِ عمل	۵۲

۱۶	بے پردگی کی نحوست	۵۳
۱۷	آج کی شادیاں انتخابی میلے	۵۳
۱۸	کالجوں میں ہونے والی خرابیاں	۵۴
۱۹	مدین کی دو بہنوں کی مجبوری	۵۴
۲۰	ایک مہلک چیز عورتوں کا ملازمت (Job) کرنا	۵۵
۲۱	عورتیں ہوں تو ایسی!	۵۶
۲۲	دل کو ہلا دینے والا ایک واقعہ	۵۷
۲۳	دوسرا واقعہ: علاج ومعالجہ کی لائن سے فتنہ	۵۸
۲۴	خدمت کا جذبہ	۵۹
۲۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت کا ظہور	۶۰
۲۶	پاک دامنی کا عجیب نمونہ	۶۰
۲۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثالی پاک دامنی	۶۱
۲۸	خدمت محض اللہ کے لیے	۶۱
۲۹	ہمارا عمل اخلاص سے بھرا ہوا ہو	۶۲
۳۰	سوال اللہ ہی سے ہو	۶۲
۳۱	ایک اہم تنبیہ	۶۳
۳۲	سالی بہنوئی کے لیے نامحرم ہے	۶۴
۳۳	ایک عبرت ناک واقعہ: سالی کے ساتھ ناجائز تعلقات نے گھر اجاڑ دیا	۶۴
۳۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں لڑکیوں پر دو احسان کیے	۶۵
۳۵	ٹائم ٹیبل	۶۵

۳۶	ہماری اولاد کی دوستی کن لوگوں سے ہے اس کی نگرانی رہے	۶۶
۳۷	کام پورا ہو جائے تو جلدی گھر واپس آ جانا چاہیے	۶۶
۳۸	احسان کرنے والے کو اس کا بدلہ دینا چاہیے	۶۷
۳۹	ایک لڑکی کو بھیجنے کی وجہ	۶۸
۴۰	اللہ تعالیٰ کو کیسی چال پسند ہے؟	۶۸
۴۱	عورت کی سب سے بڑی خوبی حیا ہے	۶۹
۴۲	بڑی بہن کے ہوتے ہوئے چھوٹی بہن کی شادی	۷۰
۴۳	عورتیں ضرورت کے وقت گھر سے کس طرح نکلیں؟	۷۱
۴۴	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیا	۷۲
۴۵	مجبوری کے وقت پرائے مرد سے بات کرنے کا طریقہ	۷۲
۴۶	عامل یا پیر صاحب سے تعلق کا ایک بہترین طریقہ	۷۳
۴۷	خوب صورت جوان کا تنہائی میں آنا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا طرزِ عمل	۷۳
۴۸	بے احتیاطی کا ایک واقعہ	۷۴
۴۹	دوسرا دردناک واقعہ	۷۵
۵۰	تیسرا واقعہ	۷۵
۵۱	عورتوں کے سامنے ظاہری اچھے عنوان سے بھی بعض فتنے	۷۵
۵۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پاکیزگی	۷۶
۵۳	محسن کو خود بلوانا شرافت کی علامت	۷۷
۵۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات	۷۷
۵۵	اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا فائدہ	۷۸

۵۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کا کمالِ اخلاص	۷۸
۵۷	شروع کی ملاقات کی بات چیت اور کھانے کے بعد قیام کے مسئلہ کا مستقل حل	۷۹
۵۸	نوکر کے اندر کونسی خوبیاں ہونی چاہیے؟	۸۰
۵۹	نوکر سے پردہ ضروری ہے	۸۰
۶۰	انسان کو صحیح پہچاننے والے تین آدمی	۸۱
۶۱	حضرت شعیب علیہ السلام کی عجیب فراست	۸۲
۶۲	دین داری دیکھ کر شادی کرنی چاہیے	۸۳
۶۳	جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا وہ بیوی کے حقوق ادا کرے گا	۸۳
۶۴	شادی کا پیغام کون دیوے؟	۸۴
۶۵	رشتہ طے کرنے میں مشفق والدین کو ہی آگے رکھو	۸۵
۶۶	خود انتخاب کرنا مستقبل میں بڑے نقصان کا ذریعہ بن سکتا ہے معاشقے والی شادی میں خیر و برکت نہیں	۸۶
۶۷	ناجائز تعلقات سے توبہ	۸۷
۶۸	انٹرنیٹ اور موبائل کی نحوست	۸۸
۶۹	تین کاموں میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے	۸۹
۷۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی	۹۰
۷۱	انبیا علیہم السلام حق داروں کو زیادہ دیتے ہیں	۹۱
۷۲	معاملات کے موقع پر اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو	۹۱

۷۳	نوکروں کے حقوق	۹۱
۷۴	سسرال میں داماد کا قیام	۹۲
۷۵	خسر کی طرف سے داماد کو کچھ دینا	۹۲
۷۶	حلال طریقہ سے ضروریات کی تکمیل میں پیغمبروں کا طریقہ	۹۳
۷۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مصر کی طرف روانگی	۹۳
فرعون کی بیوی: حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ		
۷۸	مختصر تعارف	۹۶
۷۹	فرعون کے کارنامے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت	۹۷
۸۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بچپن کا واقعہ	۹۸
۸۱	چہرے پر نیکی یا گناہ کے اثرات	۹۹
۸۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے کی نورانیت	۱۰۰
۸۳	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا بیٹا بنالیا	۱۰۰
۸۴	عورتوں کی ضد میں عجیب طاقت	۱۰۱
۸۵	عورتیں اپنی ضد کو دینی امور میں استعمال کریں	۱۰۱
۸۶	زبان سے نکلنے والے جملے سے ایمانی نوازش یا ایمان سے محرومی کا فیصلہ ہوتا ہے	۱۰۲
۸۷	جو کچھ بولو سوچ کر بولو	۱۰۳
۸۸	ایک عورت کی بددعا کا واقعہ	۱۰۳
۸۹	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا ایک اچھا جملہ اللہ تعالیٰ کو پسند آیا	۱۰۵

۹۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ	۱۰۵
۹۱	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر فرعون کا ظلم	۱۰۶
۹۲	اللہ ہم سب کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا جیسا ایمان نصیب فرمائے	۱۰۷
۹۳	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا مثالی ایمان	۱۰۷
۹۴	وہ عورت جس پر دنیا میں ملائکہ سایہ کرتے تھے	۱۰۸
۹۵	وہ عورت جس نے دنیا میں جنت کا محل دیکھ لیا	۱۰۹
۹۶	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا حسنِ خاتمہ	۱۰۹
۹۷	مظلومیت میں مانگی جانے والی دعائیں	۱۱۰
۹۸	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی پہلی دعا	۱۱۱
۹۹	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا عشقِ الٰہی میں مقام	۱۱۱
۱۰۰	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی دوسری دعا اور اس کا اثر	۱۱۲
۱۰۱	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی تیسری دعا	۱۱۲
۱۰۲	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	۱۱۳
۱۰۳	ایک لطیفہ	۱۱۳
۱۰۴	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی دعا ہم سب کے لیے سبق ہے	۱۱۴
۱۰۵	گھر میں دعا کی تختی	۱۱۵
۱۰۶	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی ایک دعا جو رنگ لائی	۱۱۵
۱۰۷	اپنے ایمانی اعمال کی فکر کرو	۱۱۵
۱۰۸	گناہوں سے بچو اور اللہ کو راضی کرو	۱۱۶

بنی اسرائیل کی مظلوم عورتوں کا واقعہ

۱۰۹	درسِ عبرت	۱۱۸
۱۱۰	ایمان اور حالات	۱۲۰
۱۱۱	مؤمن کے لیے اچھے حالات اور برے حالات دونوں نعمت	۱۲۱
۱۱۲	حکومت کا نشہ	۱۲۲
۱۱۳	بچوں کے قتل کی پہلی وجہ	۱۲۳
۱۱۴	بچوں کے قتل کی دوسری وجہ	۱۲۴
۱۱۵	اپنی کرسی بچانے کے لیے معصوم بچوں کا قتل	۱۲۵
۱۱۶	بنی اسرائیل کی عورتوں کو زندہ رکھنے کی وجہ	۱۲۵
۱۱۷	عورتوں کو زندہ رکھنے میں آزمائش کا مطلب	۱۲۶
۱۱۸	بچوں کو قتل کرنے کا ظلم دو مرتبہ ہوا	۱۲۶
۱۱۹	اولاد کو قتل کرنے کی ایک شکل	۱۲۷
۱۲۰	اس واقعے سے سیکھنے کی باتیں اور نصیحتیں	۱۲۸

سورۂ کہف میں آیا ہوا ایک لڑکے کی ماں کا قصہ

۱۲۱	مختصر تعارف	۱۳۰
۱۲۲	اس بچے کی ماں کا نام	۱۳۲
۱۲۳	ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے	۱۳۲
۱۲۴	کافروں کی خوش نصیب اولاد: اہلِ جنّت کے خادم	۱۳۳

۱۲۵	واقعے کا پس منظر	۱۳۳
۱۲۶	حضرت خضر علیہ السلام کا اس لڑکے کو قتل کر دینا	۱۳۴
۱۲۷	اس لڑکے کو کیسے قتل کیا؟ مفسرین کے اقوال	۱۳۴
۱۲۸	کیا معصوم بچے کو قتل کرنا جائز ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال	۱۳۵
۱۲۹	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب	۱۳۵
۱۳۰	قتل کی حکمت	۱۳۶
۱۳۱	بچوں کی محبت میں خلافِ شرع کام نہیں کرنا چاہیے	۱۳۶
۱۳۲	اس بچے کی بعض بری عادتیں: بڑا شرارتی اور لوگوں کا مال لوٹ لیتا تھا	۱۳۷
۱۳۳	لوگ اس کے لیے اور اس کے والدین کے لیے بددعا کرتے تھے	۱۳۷
۱۳۴	اس کے والدین کی غلط طرف داری	۱۳۸
۱۳۵	بچے کی غلط طرف داری نہیں کرنی چاہیے	۱۳۸
۱۳۶	انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو؛ چاہے کوئی بھی ہو	۱۳۹
۱۳۷	اگر بچے کے غلط رویے کی طرف داری کی تو!!!	۱۳۹
۱۳۸	غلط طرف داری کا نتیجہ: ایک واقعہ	۱۴۰
۱۳۹	اس بچے کے قتل کی وجہ سے والدین غمگین	۱۴۱
۱۴۰	اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کے لیے بہتر فیصلہ فرماتے ہیں	۱۴۱
۱۴۱	بچپن میں انتقال والدین کو جنّت میں لے جانے کا ذریعہ	۱۴۱
۱۴۲	بزرگوں کا حال	۱۴۲
۱۴۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اعتراض	۱۴۳

۱۴۴	بچے کو تو قصاص میں بھی قتل کرنا جائز نہیں	۱۴۳
۱۴۵	''نُكْرًا، اِمْرًا'' میں زیادہ سخت لفظ کونسا؟ مفسرین کے اقوال	۱۴۳
۱۴۶	اس بچے کو قتل کرنے کا راز	۱۴۴
۱۴۷	اس بچے کے والدین پر اللہ تعالیٰ کا انعام	۱۴۵
۱۴۸	تقریباً ستر (۷۰) نبی پیدا ہوئے	۱۴۵
۱۴۹	کافروں کے ساتھ رہنے کے سلسلے میں شریعت کی پاکیزہ تعلیمات	۱۴۶
۱۵۰	آج کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا حال	۱۴۷
۱۵۱	دین و مذہب کے معاملے میں غیر مسلموں سے احتیاط	۱۴۸
۱۵۲	والدین کا نیک ہونا اولاد کے نیک ہونے کا ذریعہ	۱۴۸
۱۵۳	ایمان والوں کے چھ (۶) اوصاف	۱۴۸
۱۵۴	ان چھ اوصاف پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا وعدہ	۱۴۹
۱۵۵	ہر چیز کی حکمت بندوں کو معلوم ہو جائے ضروری نہیں	۱۵۰
۱۵۶	خلاصۂ کلام	۱۵۱
۱۵۷	ایک عبرت ناک واقعہ	۱۵۱
	سبا کی رانی: بلقیس کا عجیب واقعہ (حصہ: اول)	
۱۵۸	مختصر تعارف	۱۵۴
۱۵۹	کُل چوبیس آیتوں میں واقعہ ذکر کیا گیا ہے	۱۵۶
۱۶۰	واقعہ شروع کرنے سے پہلے چند ضروری باتیں	۱۵۶
۱۶۱	''سَبا'' کا تعارف	۱۵۷

۱۶۲	سبا کون تھا؟	۱۵۷
۱۶۳	بلقیس کے خاندان کا تعارف	۱۵۸
۱۶۴	بلقیس کے باپ کا نکاح ایک جنّی عورت سے	۱۵۸
۱۶۵	’’جنّ‘‘ سے شادی کرنے کا مسئلہ	۱۵۹
۱۶۶	ایک بہت ہی اہم بات	۱۵۹
۱۶۷	جانوروں سے جنسی تعلقات رکھنے والا بگڑا معاشرہ	۱۶۰
۱۶۸	قرآن کا فرمان	۱۶۰
۱۶۹	انسان کی جنسی ضرورت انسان ہی سے پورا ہونا بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے	۱۶۱
۱۷۰	’’کُفُو‘‘ کا مسئلہ اور اہمیت	۱۶۲
۱۷۱	انٹرنیٹ پر شریکِ حیات کا انتخاب ایک نقصان دینے والا عمل	۱۶۲
۱۷۲	ماں کے جنّی ہونے کا اثر بلقیس میں	۱۶۲
۱۷۳	ماحول کا اثر انسان کو ایمان سے بھی محروم کر دیتا ہے	۱۶۳
۱۷۴	ملکہ بلقیس اور اس کی پارلمینٹ	۱۶۴
۱۷۵	بلقیس کا لشکر	۱۶۴
۱۷۶	عالی شان محل اور تخت	۱۶۴
۱۷۷	تخت کی مقدار (سائز)	۱۶۴
۱۷۸	حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر	۱۶۵
۱۷۹	حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکے کا سفر	۱۶۶
۱۸۰	حضرت سلیمان علیہ السلام کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشین گوئی	۱۶۶
۱۸۱	حضرت سلیمان علیہ السلام مکہ سے یمن کی طرف	۱۶۷

۱۸۲	ہدہد کا تعارف	۱۶۸
۱۸۳	ہدہد کہاں ہے؟	۱۶۹
۱۸۴	حاضری کی اہمیت	۱۶۹
۱۸۵	ماتحتوں کی نگرانی رکھنی چاہیے	۱۶۹
۱۸۶	کوتاہی کی نسبت اپنی طرف	۱۷۰
۱۸۷	ماتحتوں کو سزا	۱۷۱
۱۸۸	نبی کے اعلیٰ اخلاق	۱۷۱
۱۸۹	حضرت سلیمان علیہ السلام نے کونسی سزا دینے کی دھمکی دی تھی؟	۱۷۱
۱۹۰	ہدہد کی حاضری اور عاجزی	۱۷۱
۱۹۱	غلطی کا اقرار کرنے والے کو معافی	۱۷۳
۱۹۲	یقینی خبر	۱۷۳
۱۹۳	چھوٹوں کی بات بھی سننی چاہیے	۱۷۳
۱۹۴	پرندوں کو بھی یہ علم تھا کہ اللہ کے نبی عالم الغیب نہیں ہوتے	۱۷۴
۱۹۵	عورت کی حکومت	۱۷۴
۱۹۶	بلقیس اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں فرق	۱۷۵
۱۹۷	ہدہد کی کارگزاری	۱۷۶
۱۹۸	سزا سے بچنے کے لیے چھوٹوں کی عادت	۱۷۶
۱۹۹	ماتحتوں کی بات کا امتحان لینا چاہیے	۱۷۷
۲۰۰	خط کے ذریعے دین کی دعوت نبیوں کا مبارک عمل	۱۷۷
۲۰۱	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بادشاہوں کے نام خط لکھے	۱۷۸

۲۰۲	بدبختی کا انجام	۱۷۸
۲۰۳	دین کی دعوت کے لیے انٹرنیٹ کا بھرپور استعمال کرنا چاہیے	۱۷۹
۲۰۴	روانگی کی ہدایات کا ثبوت	۱۷۹
۲۰۵	وہ کیا جواب دیتے ہیں؟	۱۸۰
۲۰۶	جب کسی کو کہیں بھیجیں تو اس کو نصیحت کر کے روانہ کرنا چاہیے	۱۸۰
۲۰۷	ہدہد کا عجیب طریقے سے محل میں داخل ہونا	۱۸۱
۲۰۸	سورج کو سجدہ	۱۸۱
۲۰۹	سورج نکلنے کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت کی وجہ	۱۸۲
۲۱۰	بلقیس کی حیرانگی	۱۸۲
۲۱۱	خط کا مضمون	۱۸۳
۲۱۲	مشورے کے لیے ہنگامی مجلس (Emergency Meeting)	۱۸۳
۲۱۳	کافرہ عورت کے نزدیک مشورے کی اہمیت!!!	۱۸۳
۲۱۴	ماتحتوں سے بھی مشورہ لینا چاہیے	۱۸۴
۲۱۵	بلقیس کی زبان سے خط کی تعریف	۱۸۴
۲۱۶	’’کِتابٌ کَرِیْمٌ‘‘ کہنے کی حکمتیں	۱۸۴
۲۱۷	خط پر مہر لگانا	۱۸۵
۲۱۸	نرم انداز میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت	۱۸۶
۲۱۹	میسیج وغیرہ اچھے لکھنے چاہیے	۱۸۶

۲۲۰	خط، میسیج وغیرہ میں اپنا نام لکھنا چاہیے	۱۸۷
۲۲۱	بے ادبی کا خطرہ نہ ہو تو اللہ کا نام بھی لکھنا چاہیے	۱۸۷
۲۲۲	خط میں مختصر بات	۱۸۸
	ملکہ بلقیس کا عجیب واقعہ (حصہ:۲)	
۲۲۳	اقتباس: قرآن کی طاقت کا کیا حال ہوگا؟	۱۹۰
۲۲۴	گذشتہ سے باقی بات	۱۹۱
۲۲۵	بلقیس کا سرداروں سے مشورہ طلب کرنا	۱۹۱
۲۲۶	سرداروں کا جواب	۱۹۲
۲۲۷	بڑوں کے سامنے ہمت والا جواب دینا چاہیے	۱۹۳
۲۲۸	جوان لڑکیوں کو ایک اہم نصیحت	۱۹۳
۲۲۹	امیر کسی کی رائے کا پابند نہیں ہے	۱۹۴
۲۳۰	بلقیس کا عقل مندی والا فیصلہ	۱۹۴
۲۳۱	بادشاہوں کی عادت	۱۹۵
۲۳۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتحان کا ارادہ	۱۹۵
۲۳۳	بلقیس کی عقل مندی	۱۹۶
۲۳۴	بلقیس کے تحفوں کی تفصیل	۱۹۶
۲۳۵	عورتوں کا مردوں کے کپڑے پہننا پرانی فیشن	۱۹۷
۲۳۶	نبوی فراست سے جان لیا کہ لڑکے کون ہیں اور لڑکیاں کون؟	۱۹۷
۲۳۷	پہلی نشانی	۱۹۸

۲۳۸	دوسری نشانی	۱۹۸
۲۳۹	ہدیے دینے سے آپس میں محبت بڑھتی ہے	۱۹۸
۲۴۰	غلط مقصد کے لیے ہدیہ	۱۹۹
۲۴۱	کافر کا ہدیہ قبول کرنا کیسا ہے؟	۱۹۹
۲۴۲	سونے چاندی کا راستہ اور دوسری عجیب تیاریاں	۲۰۰
۲۴۳	بلقیس کے قاصدوں کی مرعوبیت	۲۰۱
۲۴۴	تحفے دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کا جواب	۲۰۱
۲۴۵	بلقیس کا فیصلہ	۲۰۲
۲۴۶	بلقیس کی حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آنے کی تیاریاں	۲۰۲
۲۴۷	ہوا میں دھول اڑتی ہوئی نظر آئی	۲۰۳
۲۴۸	سامنے والے پر شروع ہی میں اچھا اثر ڈالنا چاہیے	۲۰۴
۲۴۹	سسرال میں جانے والی بہنوں کو ایک قیمتی نصیحت	۲۰۴
۲۵۰	کون تخت لائے گا؟	۲۰۵
۲۵۱	ایک دیوہیکل جنّ کا جواب	۲۰۵
۲۵۲	اس جن کا نام	۲۰۵
۲۵۳	کتنی دیر میں لاؤ گے؟	۲۰۶
۲۵۴	کام کرنے والے کی دو اہم صفات	۲۰۶
۲۵۵	ایک عالم کی طرف سے پیش کش	۲۰۷
۲۵۶	آسمانی کتاب کی برکت	۲۰۷
۲۵۷	یہ کون عالم تھے؟	۲۰۷

۲۵۸	ان کے پاس کیا علم تھا؟	۲۰۸
۲۵۹	اسمِ اعظم کیا ہے؟	۲۰۸
۲۶۰	ہر موقع پر نماز پڑھ کر اللہ سے مدد مانگنی چاہیے	۲۰۹
۲۶۱	پلک جھپکنے سے پہلے تخت حاضر	۲۱۰
۲۶۲	قرآن کی طاقت کا کیا حال ہوگا!!!	۲۱۰
۲۶۳	ایسے موقع پر کیا بولنا چاہیے؟	۲۱۰
۲۶۴	نعمت کا شکر ادا کرنے والے بنیں	۲۱۱
۲۶۵	شکر سے نعمت بڑھتی ہے	۲۱۱
۲۶۶	امتحان کی غرض سے تخت میں تبدیلی	۲۱۲
۲۶۷	جنوں کا ڈر اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس کے ساتھ نکاح سے روکنے کی چال	۲۱۲
۲۶۸	پاگل اور پیر گدھے جیسے	۲۱۳
۲۶۹	تحقیق کے بغیر کسی کی بات نہیں مان لینی چاہیے	۲۱۳
۲۷۰	کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟	۲۱۴
۲۷۱	بلقیس کی الجھن اور عاقلانہ جواب	۲۱۴
۲۷۲	''وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ'' کی دوسری توجیہ	۲۱۵
۲۷۳	''وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ'' کے دو مطلب	۲۱۵
۲۷۴	گندے ماحول کا اثر	۲۱۶
۲۷۵	دوسری بات کا امتحان	۲۱۶
۲۷۶	شیشے کا محل	۲۱۶
۲۷۷	دونوں پنڈلیاں کھول دیں	۲۱۷

۲۷۸	مخطوبہ کو دیکھنا جائز ہے	۲۱۷
۲۷۹	نظر کی غلطی	۲۱۹
۲۸۰	شروع میں بلقیس کی بدگمانی	۲۱۹
۲۸۱	ایمان کا اعلان	۲۲۰
۲۸۲	صحیح بات سامنے آوے تو قبول کر لینی چاہیے	۲۲۰
۲۸۳	ایمان لانا بہت بڑی عقل مندی کی علامت ہے	۲۲۰
۲۸۴	’’مع سلیمان‘‘ کا دل نشین نکتہ	۲۲۱
۲۸۵	بال صاف کرنے کے لیے پاوڈر کا سب سے پہلا استعمال	۲۲۱
۲۸۶	بلقیس کی یمن واپسی اور اس کے لیے قلعے کی تعمیر	۲۲۲
۲۸۷	آپ ﷺ کا جانوروں سے بات کرنا	۲۲۳
۲۸۸	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت: یا ساریة! الجبل	۲۲۳
۲۸۹	حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کے بعد حکومت ختم	۲۲۳
	حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کی قربانی کا عجیب واقعہ	
۲۹۰	مختصر تعارف	۲۲۶
۲۹۱	حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کا حضرت ایوب علیہ السلام سے نکاح	۲۲۸
۲۹۲	حضرت لیّا رضی اللہ عنہا ایک نبی اور بادشاہ کی بیٹی	۲۲۸
۲۹۳	دین اور دنیا دونوں ملنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے	۲۲۹
۲۹۴	حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کی آزمائش	۲۳۰
۲۹۵	واقعہ سنانے کا مقصد	۲۳۰

۲۹۶	آزمائش کی ابتدا	۲۳۱
۲۹۷	سب سے زیادہ آزمائش انبیائے کرام کی	۲۳۱
۲۹۸	عافیت کی ایک دعا	۲۳۱
۲۹۹	عافیت کا مطلب	۲۳۲
۳۰۰	حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری	۲۳۲
۳۰۱	زبان سے ذکر اور دل سے شکر	۲۳۳
۳۰۲	حضرت ایوب کی بیماری کے متعلق ایک خاص وضاحت	۲۳۳
۳۰۳	کیا یہ اسرائیلیات مقبول ہیں؟	۲۳۵
۳۰۴	خلاصۂ کلام	۲۳۵
۳۰۵	بیماری میں عام طور پر کوئی کام نہیں آتا	۲۳۵
۳۰۶	مصیبت کے وقت لوگ پہچانے جاتے ہیں	۲۳۶
۳۰۷	محتاجوں کی مدد کرنا بڑا ثواب کا کام ہے	۲۳۶
۳۰۸	عجیب آزمائش	۲۳۶
۳۰۹	قرآن میں حضرت ایوب علیہ السلام کی تعریف	۲۳۷
۳۱۰	حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال بیماری میں رہے	۲۳۷
۳۱۱	حضرت لیّا کی درخواست اور حضرت ایوب علیہ السلام کا عجیب جواب	۲۳۸
۳۱۲	حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کی خدمت	۲۳۹
۳۱۳	عورت کی خوبی	۲۳۹
۳۱۴	خدمت کرنے والی عورت سے اللہ تعالیٰ راضی رہتے ہیں	۲۳۹
۳۱۵	بیوی کی وفاداری کا ایک انوکھا واقعہ	۲۴۰

۳۱۶	حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی بیوی کا واقعہ	۲۴۱
۳۱۷	کم عمری میں ولایت	۲۴۴
۳۱۸	زیورات سے ساس خسر کی خدمت	۲۴۶
۳۱۹	اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دے دو	۲۴۶
۳۲۰	حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کی آپ سے محبت	۲۴۷
۳۲۱	حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی برکت	۲۴۸
۳۲۲	حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کا مقام	۲۴۹
۳۲۳	حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کی خوب صورتی	۲۵۰
۳۲۴	غریبی میں بال بھی بیچنے پڑے	۲۵۰
۳۲۵	بدن کا کوئی حصہ بیچنا جائز نہیں	۲۵۱
۳۲۶	بال کٹوانا درست نہیں ہے	۲۵۱
۳۲۷	شیطان کا حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کو بہکانا	۲۵۲
۳۲۸	حضرت ایوب علیہ السلام کی ایمانی غیرت اور قسم	۲۵۳
۳۲۹	نبیوں کو شرک سے بے انتہا نفرت ہوتی ہے	۲۵۴
۳۳۰	نبی کی بیوی کیسی وفادار ہوتی ہے	۲۵۴
۳۳۱	حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا	۲۵۴
۳۳۲	تکلیف دور کرنے کی دعا	۲۵۵
۳۳۳	حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا	۲۵۶
۳۳۴	سونے کی ٹڈیاں	۲۵۷
۳۳۵	کھیتوں میں برکت	۲۵۸

۳۳۶	اولاد بھی واپس مل گئیں	۲۵۹
۳۳۷	قسم کیسے پوری ہوئی؟	۲۵۹
۳۳۸	عورت میں کیسی صفات ہونی چاہیے	۲۶۰
	حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا عجیب واقعہ	
۳۳۹	مختصر تعارف	۲۶۲
۳۴۰	قرآن میں حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا قصہ	۲۶۴
۳۴۱	اللہ بڑھاپے میں بھی اولاد دے سکتے ہیں	۲۶۵
۳۴۲	اللہ جو چاہتے ہیں وہ پورا ہو کر رہتا ہے	۲۶۵
۳۴۳	دعا اللہ کی رحمت بندوں کی طرف کھینچتی ہے	۲۶۵
۳۴۴	حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کی بیوی کے اوصاف	۲۶۵
۳۴۵	وَاَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ کا ایک مطلب	۲۶۶
۳۴۶	دنیا کی سب سے بڑی دولت	۲۶۶
۳۴۷	وَاَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ کا دوسرا مطلب	۲۶۷
۳۴۸	وَاَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ کا تیسرا مطلب	۲۶۷
۳۴۹	نیک کام میں جلدی کرنے والے	۲۶۸
۳۵۰	اللہ تعالیٰ کو شوق اور ڈر کے ساتھ پکارنے والے	۲۶۸
۳۵۱	خشوع کرنے والے	۲۶۹
۳۵۲	کامیاب مؤمنین	۲۶۹
۳۵۳	خشوع کا مطلب	۲۶۹

۳۵۴	بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود حضرت زکریا علیہ السلام کا صبر	۲۷۰
۳۵۵	دعا کی برکت سے نیک بیٹا	۲۷۰
۳۵۶	بے موسم پھل	۲۷۱
۳۵۷	حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے امید کی نئی کرن	۲۷۱
۳۵۸	کیا دعا مانگی؟	۲۷۱
۳۵۹	عورت کی ایک خداداد شرافت	۲۷۲
۳۶۰	دعا کا ایک ادب	۲۷۲
۳۶۱	دعا آہستہ مانگنی چاہیے	۲۷۳
۳۶۲	دعا کا دوسرا ایک ادب	۲۷۴
۳۶۳	اللہ تعالیٰ کے یہاں ٹوٹے دل کی قدر	۲۷۴
۳۶۴	اللہ تعالیٰ سے نا امید نہیں ہونا چاہیے	۲۷۴
۳۶۵	اولاد کی چاہت دین کی اشاعت کے لیے	۲۷۵
۳۶۶	اولاد کے لیے دین داری مانگو	۲۷۷
۳۶۷	ایک واقعہ	۲۷۷
۳۶۸	علما و صلحا سے تعلق کا فائدہ	۲۷۷
۳۶۹	علم حاصل کرنے میں والدین کی غلط نیت	۲۷۸
۳۷۰	دعا کی قبولیت اور اولاد کی خوش خبری	۲۷۹
۳۷۱	ولادت کے سلسلہ کو رکوانا انبیا علیہم السلام کی متفقہ سنت کی مخالفت	۲۷۹

۳۷۲	یحییٰ نام	۲۸۰
۳۷۳	دو مبارک نام ''احمد'' اور ''محمد''	۲۸۰
۳۷۴	حضرت زکریا علیہ السلام کی ایک درخواست: اللہ تعالیٰ سے علم وفہم کا سوال نبیوں کی سنت	۲۸۱
۳۷۵	علامت بھی، عبادت بھی	۲۸۲
۳۷۶	نعمت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو	۲۸۳
۳۷۷	عمر میں حضرت یحییٰ علیہ السلام بڑے، مرتبے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۲۸۴
۳۷۸	حضرت عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام کو خالہ زاد بھائی کہنے کی توجیہ	۲۸۴
۳۷۹	حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ایک اہم کارنامہ	۲۸۵
۳۸۰	اللہ سے بڑی امیدیں قائم کرو	۲۸۵
۳۸۱	حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کی عادتِ شریفہ	۲۸۶
۳۸۲	اولاد کے لیے نیک لوگوں سے دعائیں بھی کروانی چاہیے	۲۸۶
۳۸۳	اولاد کے لیے فقیہ الامت ؒ ایک جامع دعا	۲۸۷
۳۸۴	نرالی خوبیوں والا لڑکا: بچپن میں کتاب وحکمت کا عطا ہونا	۲۸۷
۳۸۵	نرم دلی	۲۸۸
۳۸۶	پاکیزہ اخلاق	۲۸۹
۳۸۷	اللہ تعالیٰ اور والدین کے خدمت گزار	۲۸۹
۳۸۸	بچپن کی عمر میں بھی کھیل سے نفرت	۲۹۰

۳۸۹	اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی	۲۹۰
۳۹۰	اللہ تعالیٰ کا سلام	۲۹۱
۳۹۱	حیرت انگیز کارناموں والے ہمارے دو بزرگ	۲۹۱
۳۹۲	انسانی زندگی کے تین نازک اوقات	۲۹۲
۳۹۳	لوگوں کی نظر میں پسندیدہ	۲۹۲
۳۹۴	دعا کی برکت باکمال اولاد	۲۹۳
۳۹۵	عبادت کی طاقت	۲۹۳
۳۹۶	میاں بیوی کو ضروری ہدایات	۲۹۳
۳۹۷	میاں بیوی کا ایک جنس سے ہونا اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے	۲۹۴
۳۹۸	میاں بیوی میں سکون ہو تو دنیا ان کے لیے جنت کا نمونہ ہے	۲۹۵
۳۹۹	آج دنیا کی نئی ترتیب جس نے سکون چھین لیا ہے	۲۹۵
۴۰۰	حمل کی حالت میں میاں بیوی کی فکر	۲۹۶
۴۰۱	سنت پر عمل کرنے کا نقد انعام	۲۹۷
۴۰۲	حیض کے زمانے میں ہم بستری سے بچہ عیب والا	۲۹۷
۴۰۳	اولاد اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں	۲۹۸
۴۰۴	بچوں کے نام اسلامی رکھنے چاہیے	۲۹۸
۴۰۴	پاک دامنی کا ایک عجیب قصہ	۲۹۹
۴۰۵	آج کے گندے ماحول سے حفاظت کے لیے حدیث میں آئی ہوئی چند اہم دعائیں: پہلی دعا	۳۰۱

۴۰۶	دوسری دعا	۳۰۱
۴۰۷	تیسری دعا	۳۰۱
۴۰۸	چوتھی دعا	۳۰۲
حضرت عمران کی بیوی اور ان کی لڑکی حضرت مریم کی پیدائش کا واقعہ		
۴۰۹	مختصر تعارف	۳۰۶
۴۱۰	حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کے شوہر	۳۰۸
۴۱۱	حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی حسرت ودعا	۳۰۸
۴۱۲	اولاد حاصل کرنے کا نسخہ	۳۰۹
۴۱۳	اولاد دینا اللہ کی قدرت میں ہے	۳۱۰
۴۱۴	مبارک عورت: جس کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہو	۳۱۰
۴۱۵	اولاد کو حاصل کرنے کا دوسرا قرآنی نسخہ	۳۱۱
۴۱۶	ہماری ایک غلطی	۳۱۲
۴۱۷	دعا کی قبولیت	۳۱۲
۴۱۸	اولاد کو دین کے لیے فارغ کرنا	۳۱۳
۴۱۹	حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی منّت	۳۱۳
۴۲۰	عمل کی قبولیت کے لیے دعا کا اہتمام	۳۱۴
۴۲۱	بغیر ضرورت سونوگرافی کروانا گناہ ہے	۳۱۴
۴۲۲	لڑکی کی پیدائش اور حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی پریشانی	۳۱۵

۴۲۳	حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کا اللہ کی بارگاہ میں معذرت پیش کرنا	۳۱۵
۴۲۴	معذرت پیش کرنے کی وجوہات	۳۱۵
۴۲۵	اللہ تعالیٰ کی مرضی	۳۱۶
۴۲۶	مرداورعورت میں امتیاز	۳۱۶
۴۲۷	ایک لطیفہ	۳۱۷
۴۲۸	حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے نام ''مریم'' رکھا	۳۱۷
۴۲۹	اولاد کے اچھے نام اوراس کے اچھے اثرات	۳۱۷
۴۳۰	کون سے اچھے نام ہیں؟	۳۱۸
۴۳۱	گجرات والوں کی ایک خوبی	۳۱۹
۴۳۲	نامناسب نیت سے نام رکھنے کی ایک معروف مثال	۳۱۹
۴۳۳	بچوں کے نام کون رکھے؟	۳۲۰
۴۳۴	حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی دعا	۳۲۰
۴۳۵	ولادت کے وقت شیطان کی حاضری	۳۲۰
۴۳۶	بچوں کی حفاظت کے لیے بہترین دعا	۳۲۱
۴۳۷	ماں کی فکر	۳۲۲
۴۳۸	منت پوری کرنے کا جذبہ	۳۲۲
۴۳۹	ماں اور بیٹی بیت المقدس میں	۳۲۳
۴۴۰	حیض آنا بعض مرتبہ عجیب رحمت بنتا ہے	۳۲۳
۴۴۱	حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے منت پوری کی	۳۲۴

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ذوقِ عبادت اور ان پر اللہ کی عنایتوں کا عجیب واقعہ (پہلی قسط)

۴۴۲	مختصر تعارف	۳۲۶
۴۴۳	بنی اسرائیل کا تعارف	۳۲۷
۴۴۴	بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار	۳۲۸
۴۴۵	عظیم خاتون	۳۲۸
۴۴۶	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کفالت کون کرے؟	۳۲۹
۴۴۷	حضرت زکریا علیہ السلام کی پیش کش	۳۲۹
۴۴۸	ایک انوکھی تجویز	۳۳۰
۴۴۹	ایک عجیب بات	۳۳۰
۴۵۰	ضرورتِ مرشد	۳۳۱
۴۵۱	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پرورش نورانی ماحول میں	۳۳۲
۴۵۲	حیرت انگیز نشوونما	۳۳۲
۴۵۳	پیغمبر کی احتیاطی تدبیر	۳۳۳
۴۵۴	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم پھل	۳۳۳
۴۵۵	آج کل کے حالات میں ماں باپ کی ایک خاص ذمہ داری	۳۳۴
۴۵۶	ایمان تازہ کرنے والا حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا جواب	۳۳۴
۴۵۷	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ	۳۳۵

۴۵۸	نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر	۳۳۷
۴۵۹	عجیب عبادت	۳۳۸
۴۶۰	ہمارا حال	۳۳۹
۴۶۱	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت	۳۳۹
۴۶۲	عورتوں کی سردار	۳۴۰
۴۶۳	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت	۳۴۱
۴۶۴	نعمت کی قدردانی	۳۴۱
۴۶۵	دارالعلوم دیوبند کے طلبہ کا عمل	۳۴۲
۴۶۶	شیخ زکریاؒ کے خلیفہ	۳۴۳
۴۶۷	اونچا مقام زیادہ عبادت	۳۴۳
۴۶۸	حضرت مریم رضی اللہ عنہا میں خداداد خوبیاں	۳۴۴
۴۶۹	جنت پر کسی کا ٹھیکہ نہیں	۳۴۵
۴۷۰	اللہ کی قدرت کی عجیب نشانی	۳۴۵
۴۷۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خوبیاں اور عجیب معجزات	۳۴۶
۴۷۲	ایک قابلِ توجہ بات	۳۵۰
۴۷۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بقیہ خوبیاں	۳۵۰
۴۷۴	نبیوں کی ایک خاص خوبی	۳۵۱
۴۷۵	جیسی ماں ویسی اولاد	۳۵۱

حضرت مریم رضی اللہ عنہا (دوسری قسط)

۴۷۷	اس بیان کے چنندہ جواہر پارے	۳۵۴
۴۷۸	عورتوں میں فطری حیا	۳۵۶
۴۷۹	حضرت مریم کو حیض آنا	۳۵۶
۴۸۰	حیض کے دنوں میں عورتوں کے لیے ایک مسئلہ	۳۵۷
۴۸۱	تنہائی میں خوب صورت نوجوان	۳۵۷
۴۸۲	اللہ کا ڈر ہر جگہ ہونا چاہیے	۳۵۸
۴۸۳	دو طرف سے گناہ کی دعوت	۳۵۸
۴۸۴	نظر نیچی رکھنے کا حکم	۳۵۹
۴۸۵	تقوے والا مرد ہو تو بھی اس سے دور رہو	۳۵۹
۴۸۶	نظروں کا ملنا فتنہ کا ذریعہ	۳۶۰
۴۸۷	اجنبی مرد حقیقت میں فرشتہ، اللہ کے نام کا ادب	۳۶۰
۴۸۸	گناہ سے بچنے کا آسان نسخہ: آخرت کا فکر	۳۶۰
۴۸۹	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا امتحان	۳۶۱
۴۹۰	اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کا امتحان	۳۶۱
۴۹۱	پردہ ہر عالم اور عامل سے ضروری	۳۶۳
۴۹۲	حضرت جبریل علیہ السلام کے آنے کا مقصد	۳۶۴
۴۹۳	بشارت پر تعجب	۳۶۵
۴۹۴	نیت کرو	۳۶۵

۴۹۵	اللہ تعالیٰ کا پیدا کرنے کا نظام	۳۶۶
۴۹۶	حضرت عیسیٰ علیہ السلام: اللہ تعالیٰ کی رحمت	۳۶۷
۴۹۷	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکتیں دوبارہ نزول کے بعد	۳۶۸
۴۹۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت	۳۶۹
۴۹۹	بچہ ماں کے پیٹ میں کتنے مہینے رہتا ہے؟	۳۷۰
۵۰۰	میرے مشاہدے کی بات	۳۷۰
۵۰۱	ولادت کے وقت عورت کہاں جائے؟	۳۷۱
۵۰۲	اللہ کی مدد: بے جان میں جان	۳۷۱
۵۰۳	عورت کو حمل کی وجہ سے درد	۳۷۱
۵۰۴	ماں کو ستانے سے پہلے سوچو	۳۷۲
۵۰۵	ایک ماں کی درد بھری نصیحت	۳۷۳
۵۰۶	دیکھو! اللہ کی شان، آخر ماں، ماں ہوتی ہے	۳۷۳
۵۰۷	ماں باپ کو ستاؤ گے تو اولاد تم کو ستائے گی	۳۷۴
۵۰۸	لطیفہ بھی اور سبق بھی	۳۷۵
۵۰۹	اللہ تعالیٰ کا نظام	۳۷۵
۵۱۰	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ولادت کا درد	۳۷۶
۵۱۱	موت کی آرزو	۳۷۶
۵۱۲	جنگل میں سہارا	۳۷۷
۵۱۳	حاملہ عورت کا محرم مرد بھی لحاظ کرے	۳۷۷
۵۱۴	تسلی	۳۷۸

۵۱۵	جنگل میں پانی کا نظم	۳۷۸
۵۱۶	دنیا میں اسباب اختیار کرنے پڑتے ہیں	۳۷۸
۵۱۷	مردہ درخت زندہ ہوگیا	۳۸۰
۵۱۸	بے موسم کھجور اللہ کا انعام	۳۸۰
۵۱۹	بچہ پیدا ہونے کے زمانے میں کھجور بہت فائدہ والی چیز ہے	۳۸۱
	حضرت مریم رضی اللہ عنہا (تیسری قسط)	
۵۲۰	اس بیان کی اہم اہم باتیں	۳۸۴
۵۲۱	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لیے اللہ تعالیٰ کی چار بڑی نعمتیں	۳۸۵
۵۲۲	کھانا، پانی اور دستر خوان کی ترتیب	۳۸۶
۵۲۳	میرے پیرومرشد کے یہاں کا معمول	۳۸۷
۵۲۴	ACDT سے بچنے کا نسخہ	۳۸۷
۵۲۵	کھانے کا ادب	۳۸۷
۵۲۶	ضرورت پورا کرنے کے لیے اسباب کا انتظام بھی اللہ کی نعمت ہے	۳۸۷
۵۲۷	نیک اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک	۳۸۸
۵۲۸	اللہ کے نیک بندوں کی ایک جامع دعا	۳۸۸
۵۲۹	نافرمان شوہر یا بیوی یا اولاد کے لیے ایک قیمتی نسخہ	۳۸۹
۵۳۰	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا یقین	۳۹۰
۵۳۱	لوگوں کے سوال پر اللہ کی طرف سے بتایا گیا ایک عجیب طریقہ	۳۹۱
۵۳۲	فتنوں سے حفاظت کا مجرب نسخہ	۳۹۱

۵۳۳	میرے پیرو مرشد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ	۳۹۲
۵۳۴	اِس امت پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم	۳۹۲
۵۳۵	دو عورتوں کا عجیب واقعہ	۳۹۳
۵۳۶	رمضان مشق کا زمانہ ہے	۳۹۳
۵۳۷	حضرت مریم رضی اللہ عنہا تنہائی سے آبادی کی طرف	۳۹۴
۵۳۸	ایک غلط فہمی	۳۹۴
۵۳۹	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی گود میں بچہ دیکھ کر لوگوں کا سوال	۳۹۵
۵۴۰	دوسروں کی بے جا فکر میں رہنے والے افراد	۳۹۵
۵۴۱	لوگوں کا طعنہ	۳۹۶
۵۴۲	طعنہ زنی خطرناک گناہ	۳۹۶
۵۴۳	گناہوں میں مبتلا ہونے کی ایک وجہ	۳۹۷
۵۴۴	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت ہارون	۳۹۷
۵۴۵	خاندان کے کسی نیک فرد کی برکت سے پورے خاندان کی نیک نامی	۳۹۸
۵۴۶	اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی مدد	۳۹۹
۵۴۷	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا اعلان	۳۹۹
۵۴۸	اللہ تعالیٰ کی قدرت: ایک دن کے بچے کی بے مثال تقریر	۳۹۹
۵۴۹	بچپن میں بولنے والے بچے	۴۰۱
۵۵۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقریر کا خلاصہ	۴۰۳
۵۵۱	بندہ ہونے کا اعلان	۴۰۳
۵۵۲	دو غلط عقیدوں کی اصلاح	۴۰۴

۵۵۳	تعلیم کے نام پر کفریہ عقائد	۴۰۵
۵۵۴	کتاب، نبی اور مبارک ذات	۴۰۵
۵۵۵	نماز و زکاۃ قائم کرنے والے، فرماں بردار اور سعادت مند	۴۰۶
۵۵۶	سلامتی ہی سلامتی	۴۰۷
۵۵۷	اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ زندگی گذارو	۴۰۷
۵۵۸	تہمت لگانا ایک گناہ	۴۰۸
ایک عورت کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ (اصحابِ اخدود کا واقعہ) (پہلی قسط)		
۵۵۹	اقتباسات	۴۱۰
۵۶۰	پہلی قسم	۴۱۱
۵۶۱	اللہ تعالیٰ کا مخلوق کی قسم کھانا	۴۱۱
۵۶۲	ہم صرف اللہ تعالیٰ کی قسم کھا سکتے ہیں	۴۱۳
۵۶۳	گناہ کے کام کی قسم	۴۱۳
۵۶۴	اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم مت کھاؤ	۴۱۳
۵۶۵	دوسری قسم	۴۱۴
۵۶۶	تیسری قسم اور شاہد سے مراد	۴۱۵
۵۶۷	چوتھی قسم اور مشہود سے مراد	۴۱۶
۵۶۸	عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت	۴۱۶

۵۶۹	چار قسموں والا عجیب واقعہ	۴۱۷
۵۷۰	یہ واقعہ کب ہوا؟	۴۱۷
۵۷۱	بے دین عاملوں کے پاس ہرگز مت جاؤ	۴۱۸
۵۷۲	ہماری دینی بہنوں کا حال	۴۱۹
۵۷۳	لڑکے کے بارے میں جادوگر کی ایک درخواست	۴۲۰
۵۷۴	لڑکا مل گیا	۴۲۰
۵۷۵	جادو سیکھنے سکھانے کا آغاز	۴۲۰
۵۷۶	راستے میں عیسائی عالم سے ملاقات	۴۲۱
۵۷۷	اللہ تعالیٰ کا عجیب نظام اور آسمانی کتاب کی نورانیت	۴۲۲
۵۷۸	ہمیں اپنے بچوں کے اوقات کی خاص فکر کرنی چاہیے	۴۲۳
۵۷۹	بچوں کو اللہ تعالیٰ کا ولی بنانے کا طریقہ	۴۲۴
۵۸۰	بچوں کے بارے میں ہماری ایک بری عادت	۴۲۴
۵۸۱	خادمِ رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ	۴۲۴
۵۸۲	حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل شفقت اور کریمانہ اخلاق	۴۲۵
۵۸۳	خدمت کی برکت سے نبوی دعا	۴۲۶
۵۸۴	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے اثرات	۴۲۷
۵۸۵	میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ کے ذکر اور صحبت کی برکت	۴۲۷
۵۸۶	معصوم بچے کے سامنے دو استاذ	۴۲۹
۵۸۷	امتحان کا ایک عجیب موقع	۴۲۹
۵۸۸	جنگِ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کنکر پھینکنا	۴۳۰

۵۸۹	آپ ﷺ کی عجیب شان	۴۳۱
۵۹۰	آپ ﷺ کے مقام ومرتبہ کی دوسری مثال	۴۳۱
۵۹۱	ہم بہت خوش نصیب ہیں	۴۳۲
۵۹۲	ایک اور خوش نصیبی کی بات	۴۳۲
۵۹۳	پچاس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی فضیلت	۴۳۳
۵۹۴	آپ ﷺ کا معجزہ	۴۳۳
۵۹۵	اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے جانور مر گیا	۴۳۳
۵۹۶	اللہ تعالیٰ کو پیارے نام	۴۳۴
۵۹۷	بچوں کو سکھانے کی بات	۴۳۴
۵۹۸	مکہ میں افطاری کے وقت عرب بچوں کی خدمت	۴۳۵
۵۹۹	جنت کمانے کا بہت آسان راستہ	۴۳۵
۶۰۰	بادشاہ کے دربار کے ایک اندھے آدمی کا واقعہ	۴۳۶
۶۰۱	اللہ تعالیٰ کے نیک بندے پر ظلم	۴۳۷
	ایک عورت کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ (اصحابِ اخدود کا واقعہ) (دوسری قسط)	
۶۰۲	معصوم بچے کو قتل کرنے کی بادشاہ کی سازش	۴۴۰
۶۰۳	دشمنی ایمان کی خاطر بھی ہوتی ہے	۴۴۱
۶۰۴	بچے کو قتل کرنے کے لیے پہاڑ پر لے جانا	۴۴۱

۶۰۵	بچے کو قتل کرنے کا دوسرا پلان	۴۴۲
۶۰۶	دعا کی برکت سے مصیبت دور ہو جاتی ہے	۴۴۳
۶۰۷	بچے نے اپنے قتل کا طریقہ خود بتایا	۴۴۴
۶۰۸	بچے کی شہادت اور اس کی برکت	۴۴۵
۶۰۹	ایمان قربانی سے پھیلتا ہے	۴۴۶
۶۱۰	بادشاہ کا خندق کھدوا کر آگ جلوانا	۴۴۶
۶۱۱	جلے ہوئے مسلمانوں کو دیکھ کر کافروں کا ہنسنا	۴۴۷
۶۱۲	تکلیف آئے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں	۴۴۸
۶۱۳	اللہ تعالیٰ کی دو زبردست نصیحتیں	۴۴۹
۶۱۴	ایک خوشی کی بات	۴۴۹
۶۱۵	بارہ ہزار مسلمانوں کو جلا دیا	۴۵۰
۶۱۶	ایک عورت کا پیچھے ہٹنا اور چھوٹے بچہ کا بولنا	۴۵۱
۶۱۷	اللہ تعالیٰ کی مسلمانوں کے ساتھ مدد	۴۵۱
۶۱۸	ایمان لانے کی سزا	۴۵۲
۶۱۹	اللہ تعالیٰ کی مہربانی	۴۵۲
۶۲۰	توبہ نہ کرنے اور ایمان نہ لانے پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ	۴۵۳
۶۲۱	ڈیڑھ سو سال کے بعد معصوم بچے کی نعش	۴۵۴
۶۲۲	وہ زخم بھی جوں کا توں تازہ تھا	۴۵۵

۶۲۳	اس پوری سورت میں ہمارے لیے بڑی نصیحت کی باتیں ہیں	۴۵۶
۶۲۴	بچوں کی تربیت کی بچپن ہی میں فکر کرنی چاہیے	۴۵۷
۶۲۵	بچوں کے ساتھ محبت کیا ہے؟	۴۵۷
۶۲۶	تربیت اولاد کے بارے میں ایک حدیث	۴۵۸
۶۲۷	دوسری حدیث	۴۵۸
۶۲۸	تیسری حدیث	۴۵۹
۶۲۹	چوتھی حدیث	۴۶۰
۶۳۰	پانچویں حدیث	۴۶۰
۶۳۱	چھٹی حدیث	۴۶۱
۶۳۲	ساتویں حدیث	۴۶۱
۶۳۳	آٹھویں حدیث	۴۶۲
۶۳۴	نویں حدیث	۴۶۲
۶۳۵	دسویں حدیث	۴۶۳
۶۳۶	گیارہویں حدیث	۴۶۳

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی حضرت صفورا رضی اللہ عنہا کا واقعہ اور آپ علیہ السلام کا مدین کا سفر

مختصر تعارف

نام: صفورا، یا صفوریا، یا صفورہ۔ (جلالین، ص: ۲۶۱، حاشیہ: ۶، طبری: ۱۱/ ۶۰)

وطن: مدین۔

والد: مدین کے ایک بڑے بزرگ کی آپ صاحب زادی ہیں۔

بہت سے حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی ہیں؛ لیکن امام ابن کثیرؒ نے اس کو قبول نہیں کیا ہے، یہ ممکن ہے کہ معروف جلیل القدر نبی حضرت شعیب علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور شعیب نام کے بزرگ ''شیخِ مدین'' ہوں۔

اوصاف: شادی سے پہلے بھی عفیفہ، پاک دامن، حیاوشرم والی تھیں، آپ کی حیا والی چال کی خود باری تعالیٰ نے قرآن میں شہادت دی ہے۔

والد کے بڑھاپے کی وجہ سے گھر کی بکریوں کی خدمت کیا کرتی تھیں۔

ان کی بہن کا نام ''شرقا'' (ابن ابی شیبہ ۱۱/ ۵۳۰) یا ''لِیَا'' تھا (السیوطی الی ابن المنذر)

دوسری روایت میں بڑی بہن کا نام ''صبورا'' تھا، اور چھوٹی بہن کا نام ''عبرا'' بتایا گیا ہے۔

(تفسیر مقاتل ابن سلیمان)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ان کا نام ''شرفا'' تھا۔ (ابن جریر: ۱۸/ ۲۲۲، ابن ابی حاتم: ۹/ ۲۹۶۹)

دونوں جڑواں تھیں، صفورا یا صبورا دوسری بہن سے آدھا دن بڑی تھیں۔ (موسوعہ التفسیر الماثور)

یعنی جڑواں پیدا ہوئی ہوں گی؛ اس لیے صبح میں ایک کی ولادت اور دوپہر میں دوسری کی ولادت ہوئی ہوگی۔ (روح المعانی: ۱۰/ ۲۷۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ
وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ
لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ
اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ
اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ،
وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَمَّا تَوَجَّہَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یَّھْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا
وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ وَجَدَ عَلَیْہِ اُمَّۃً مِّنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ ۬ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِھِمُ
امْرَاَتَیْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُکُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا
شَیْخٌ کَبِیْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰی لَھُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ
خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَآءَتْہُ اِحْدٰىھُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْکَ
لِیَجْزِیَکَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَہٗ وَقَصَّ عَلَیْہِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۣ
نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵﴾ (القصص)

ترجمہ: اور جب ان (موسیٰ علیہ السلام) نے مدین کی جانب رخ کیا تو (موسیٰ علیہ السلام
نے دعا میں) کہا: امید ہے کہ میرے رب مجھے سیدھے راستے پر لے جاویں گے ﴿۲۲﴾
اور جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) مدین کے کنویں پر پہنچے تو لوگوں کے ایک مجمع کو دیکھا کہ
(کنویں سے پانی کھینچ کر اپنے جانوروں) کو پانی پلا رہے ہیں اور ان (پانی پلانے والے

لوگوں میں) سے ایک طرف دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانوروں کو روکے ہوئے کھڑی تھیں، تو ان (موسیٰ علیہ السلام) نے ان دونوں (عورتوں) سے پوچھا کہ: تمھارا کیا حال ہے؟ ان دونوں (عورتوں) نے جواب دیا: جب تک (یہ) چرواہے (اپنے جانور پانی پلا کر) واپس نہ لے جاویں ہم (اپنے جانوروں کو اس وقت تک) پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارے ابا تو بہت بوڑھے ہیں ﴿۲۳﴾ چنانچہ (یہ سن کر) ان (موسیٰ علیہ السلام) نے ان دونوں (عورتوں) کے (جانوروں) کو پانی پلا دیا، پھر وہاں سے ہٹ کر وہ (موسیٰ علیہ السلام) ایک سائے کی جگہ میں چلے گئے اور دعا میں کہنے لگے: اے میرے رب! تو میرے لیے جو نعمت بھی بھیجے میں اس کا محتاج ہوں ﴿۲۴﴾ سو تھوڑی دیر کے بعد ان دو (لڑکیوں) میں سے ایک (لڑکی) شرم و حیا سے چلتی ہوئی (موسیٰ علیہ السلام کے پاس) آئی، وہ (لڑکی) کہنے لگی: میرے ابا تم کو بلا رہے ہیں؛ تاکہ تم نے جو ہمارے لیے (جانوروں) کو پانی پلایا اس کا انعام دیویں، سو جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) اس (لڑکی کے ابا) کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے تمام حالات بیان کیے تو اس (لڑکی کے ابا) نے کہا کہ: تم (اب) ڈرو مت، تم ظالم لوگوں سے بچ کر آئے ہو۔

یہ قرآنِ کریم کے بیسویں پارے کی آیات ہیں، ان میں ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے، وہ واقعہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، اللہ کرے یہ واقعہ میرے اور آپ کے لیے ہدایت اور خیر کا ذریعہ بنے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہمارے لیے ایک سبق

یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے، ایک خاص ضرورت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

مصر چھوڑ کر سفر میں جانا پڑا تھا اور اس سفر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی ہوئی تھی، ان کا عجیب قصہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے، جس میں ہماری بہنوں کے لیے بہت بڑی نصیحت اور فائدے کی باتیں ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے، مصر میں ہی جوانی کے ایام گذرے، فرعون کے محل میں رہتے تھے، فرعون کی بیوی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت محبت رکھتی تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی پاکیزہ محبت تھی، فرعون کی بیوی کو اولاد نہیں تھی؛ اس لیے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی طرح سمجھتی تھی، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے، بہت سے مال دار اولاد کے نہ ہونے کی وجہ سے پریشان رہتے ہیں اور بہت سے غریب اولاد کو سنبھالنے کے لیے پریشان رہتے ہیں۔

مظلوموں کی مدد کرنی چاہیے

ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خاندان بنی اسرائیل کے ایک آدمی کو فرعون کے قبطی خاندان کے ایک آدمی کے ساتھ دیکھا کہ وہ دونوں لڑائی کر رہے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خاندان بنی اسرائیل کے مظلوم آدمی کی مدد کے لیے تشریف لے گئے، فرعون اور فرعونی لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خاندان بنی اسرائیل کے لوگوں کو نچلی ذات کا سمجھتے تھے، ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک کرتے تھے، فرعونی آدمی اسرائیلی آدمی کو مار رہا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی آدمی کی مدد کے لیے فرعونی آدمی کو زور سے ایک تھپڑ مارا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طمانچے سے وہ فرعونی آدمی اسی جگہ مر گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو مارنا اور قتل کرنا نہیں چاہتے تھے؛ لیکن ایک ہی

تھپڑ میں اس آدمی کی موت واقع ہوگئی، جہاں یہ واقعہ ہوا وہاں کوئی اور آدمی نہ تھا؛ اس لیے بات راز میں رہی کہ فرعونی آدمی کا قتل کس نے کیا؟ فرعون کو شکایت بھی پہنچی؛ لیکن اس نے کہہ دیا کہ: قاتل کون ہے اس کے لیے ثبوت پیش کرو، سزا کی بات تب ہوگی۔

دوسرے دن پھر اسی طرح اسی کل والے اسرائیلی آدمی کا دوسرے کافر فرعونی آدمی سے جھگڑا ہو رہا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام مدد کے لیے گئے اور اس اسرائیلی کو بھی دھمکایا کہ: تو روزانہ کسی نہ کسی کے ساتھ لڑتا رہتا ہے تو اس اسرائیلی کی زبان سے ڈر کے مارے راز کی بات نکل گئی کہ کل کے واقعے میں قاتل حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، اگرچہ جان بوجھ کر قتل نہیں کیا ہے (جس کا تفصیلی واقعہ قرآنِ مجید میں موجود ہے) اور اس کافر نے بات فرعون تک پہنچادی، اب فرعون کو معلوم ہو گیا کہ یہ قتل حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا ہے۔ (طبری: ۱۰/۷۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مصر سے مدین کی طرف روانگی

فرعون نے اپنی پولیس کو بھیجا کہ جاؤ! موسیٰ کو پکڑ کر لے آؤ اور لا کر ان کو سولی (پھانسی) کی سزا دو، فرعون کے حکم سے پولیس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کے لیے روانہ ہوئی، اس وقت فرعون کے دربار میں فرعون کے خاندان کے ایک آدمی- جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دل سے چاہتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت رکھتا تھا- اس نے دیکھا کہ ان کو پکڑنے کے لیے پولیس جارہی ہے، وہ آدمی ڈرتا تھا کہ یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر قتل کر دیں گے، وہ آدمی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیر خواہ تھا، وہ گلی، کوچوں اور مختصر (Shortcut) راستے سے بھاگتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور جا کر

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ﴿۲۰﴾ (القصص)

ترجمہ: کہنے لگا: اے موسیٰ! سردار لوگ تمھارے بارے میں مشورہ کررہے ہیں؛ تاکہ وہ تم کو قتل کرڈالیں، سوتم (یہاں سے) نکل جاؤ، یقیناً میں تمھاری بھلائی چاہنے والوں میں سے ہوں۔

یعنی اے موسیٰ! فرعون کے دربار میں آپ کو قتل کرنے کا پلان بن رہا ہے، آپ مصر چھوڑ کر چلے جائیں، میں آپ کی بھلائی چاہتا ہوں، اگر آپ مصر میں رہیں تو فرعون آپ کو قتل کروادے گا۔

چناں چہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فوراً مصر چھوڑ کر روانہ ہوگئے اور دوسرے ملک میں چلے گئے:

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۡ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴿۲۱﴾

ترجمہ: سو وہ (موسیٰ علیہ السلام) اس (شہر) سے ڈرتے ڈرتے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے نکلے، انھوں (موسیٰ علیہ السلام) نے دعا میں کہا: اے میرے رب! مجھے ظالم لوگوں سے بچا لیجیے۔

اس دوسرے ملک کا نام ''مدین'' ہے، مدین مصر سے آٹھ دن کی دوری پر تھا، لگاتار آٹھ دن سفر کرنے سے آدمی وہاں پہنچ سکتا تھا، اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام روانہ ہوگئے، پورا سفر بالکل انجانا تھا، راستہ بھی انجانا اور جان کا بھی خطرہ تھا، سفر بھی اچانک ہوا؛ اس لیے کھانے، پینے کا کوئی سامان بھی نہیں تھا، کوئی راستہ بتانے والا بھی

نہیں تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی:

عَسٰی رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۲۲﴾ (القصص)

ترجمہ: مجھے میرے رب پر یقین ہے کہ وہ مجھے سیدھا راستہ بتائے گا۔

دیکھو! اللہ کے نبی کو جب تکلیف آئی تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔

فرشتے کا رہبر بننا

میری دینی بہنو! جب نبی تکلیف کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو ہمیں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا چاہیے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی، ایک فرشتہ انسانی شکل میں آیا اور اس نے مدین کے راستے کی رہبری کی۔ یہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا ہوا کمال ہے کہ فرشتہ اس کی رہبری کرے۔ (طبری: ۱۱/۵۱-۵۲)

سفرِ بامشقت

حضرت موسیٰ علیہ السلام پورے آٹھ دن چلتے رہے، پورے راستے میں درخت کے پتے چبانے پڑے، جس کی وجہ سے پاخانہ ہرے رنگ کا ہونے لگا، کھانے کا کوئی سامان نہ تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسی تکلیف اٹھانی پڑی کہ اس سفر میں آپ کے ناخن تک گر گئے اور آٹھ دن لگاتار سفر کے بعد آپ علیہ السلام مدین پہنچے۔

مدین شہر

مدین: مصر سے الگ ایک شہر تھا، یہاں فرعون کی حکومت نہیں تھی، بالکل نئی جگہ، انجانا شہر، کہاں جائے؟ کس کے گھر جائے؟ کس سے مدد مانگے؟ کوئی جان پہچان والا

نہیں، کوئی رشتے دار نہیں، کوئی تعلق والے نہیں، بس اتنی بات تھی کہ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جدِ امجد (Grand father) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کے لوگ رہتے تھے۔

کہتے ہیں کہ: یہ شہر مدین "ابنِ ابراہیم" کے نام سے موسوم ہے؛ کیوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خاندان، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاندان ہے؛ لیکن وہ خاندانی رشتے دار کون ہیں؟ ان کا کیا نام ہے؟ وہ کہاں رہتے ہیں؟ یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں جانتے تھے۔

کنواں

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین شہر میں پہنچے، وہاں شہر کے باہر پانی کا ایک کنواں تھا، ہماری بڑی عمر کی (Old) بہنیں، جو انڈیا میں رہ چکی ہیں، وہ جانتی ہیں کہ ہمارے یہاں پہلے زمانے میں ہر گاؤں میں گاؤں سے باہر پانی کی ایک جگہ ہوتی تھی، جہاں لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلاتے تھے، یہ گاؤں کے کنارے پر ایک جگہ ہوتی ہے، جس کو عربی میں "فنائے بلد" کہتے ہیں۔

اپنے مفاد کے لیے کمزوروں پر ظلم اور حق تلفی

حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر کی فِنا میں پہنچے، جہاں پر ایک کنواں تھا اور بہت سارے لوگ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے، اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ.

ترجمہ: اور جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) مدین کے کنویں پر پہنچے تو لوگوں کے ایک مجمع کو دیکھا کہ (کنویں سے پانی کھینچ کر اپنے جانوروں) کو پلا رہے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ شہر میں جانور پالنے والے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلانے آئے ہیں، پانی پلانے والے سب مرد تھے اور یہ سب پانی پلانے والے بڑے بخیل، کنجوس قسم کے لوگ رہے ہوں گے، ان کی عادت تھی کہ جب اپنے جانوروں کو پانی پلا کر فارغ ہو جاتے تھے تو اس کے بعد کنویں پر بڑی بھاری چٹان یا بڑا بھاری پتھر رکھ دیتے تھے؛ تاکہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص پانی نہ پلا سکے اور یہ پتھر اتنا بڑا ہوتا تھا کہ دس آدمی اس کو نہ اٹھا سکتے تھے۔ (طبری:۱۱/۵۵)

ایسے غرض پرست لوگ آج بھی دنیا میں رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے شر سے ہماری حفاظت فرمائے، بس ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ میں کھاؤں، پیوں، دوسرے بھوکے اور پیاسے رہے۔

خیر! یہ سب جانوروں کے مالک وہاں کنویں پر جمع ہیں اور اپنے جانوروں کو سیراب کر رہے ہیں۔

مدین کے کنویں کے قریب دو باحیا لڑکیاں

حضرت موسیٰ علیہ السلام آٹھ دن کے تھکے ہوئے ہیں، درخت کے پتے چبا چبا کر سفر کیا ہے، بھوک بھی لگی ہوئی ہے، بالکل نیا شہر ہے، کنویں پر چرواہوں کی بھیڑ ہے اور آپ علیہ السلام یہ سارا منظر دیکھ رہے ہیں، اچانک ان کی نظر دو لڑکیوں پر پڑی، وہ دونوں بہنیں تھیں جو دور کھڑی ہوئی تھیں، قرآن میں ہے:

وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ. (القصص)

ترجمہ: اور ان (پانی پلانے والے لوگوں میں) سے ایک طرف دو عورتوں کو

دیکھا جو اپنے جانوروں کو روکے ہوئے کھڑی تھیں۔

اللہ اکبر! یہ دونوں لڑکیاں جوان تھیں، ان دونوں کے پاس جانور تھے؛ لیکن یہ دونوں دور کھڑی ہو کر انتظار کر رہی تھیں، اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لیے ان مردوں کے قریب بھی نہیں آ رہی تھیں۔

انبیاء علیہم السلام اپنی امت کے لیے دنیوی بھلائی کی بھی فکر کرتے ہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ دیکھ کر بہت تکلیف ہوئی ہوگی اور تعجب بھی ہوا ہوگا، آپ ان دونوں کے پاس گئے۔

ایسی ضرورت کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے شرم سے اپنا سر نیچا کر کے پوچھتے ہیں اور بہ قدرِ ضرورت بات کرتے ہیں، ہمارے دین نے ہم کو یہ سکھایا ہے کہ جب کسی عورت کو کسی تکلیف میں دیکھو تو بات کرنا جائز ہے، ان کو کسی تکلیف میں دیکھو تو ان کی مدد کے لیے حال پوچھ کر حتی الامکان مدد کرنی چاہیے؛ لیکن فتنہ وجود میں نہ آئے اس کا خاص خیال رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا کہ:

مَا خَطْبُكُمَا؟

تمھارا کیا حال ہے؟ کیوں تم دونوں دور کھڑی ہو؟ تم پانی کیوں نہیں پلاتی ہو؟

معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی اپنی امت کے لیے جیسے دین کی فکر کرتے ہیں، ویسے ہی دنیا کی ضرورت کی بھی فکر کرتے ہیں، امت کے لیے، انسانیت کے لیے دینی خیر خواہی کے ساتھ دنیوی بھلائی کی فکر کرنا بھی نبیوں کی مبارک سنت ہے۔

اِس سلسلے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں عورتوں سے خود پوچھا کہ: یہاں کوئی اور کنواں ہے؟ اس لیے کہ سامنے والے کنویں پر بھیڑ تھی، تو انھوں نے بتلایا کہ: ایک اور کنواں ہے؛ مگر اس کے منہ پر ایک بہت بھاری پتھر رکھا ہوا ہے جسے اٹھانا آسان نہیں ہے، تب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں گئے اور اس پتھر کو اٹھا کر بکریوں کو پانی پلایا۔ (طبری: ۱۱/ ۵۵)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے سہاروں کی مدد فرماتے تھے

خود ہمارے آقا تاج دارِ مدینہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ میں جو عورتیں بے سہارا ہوتی تھیں، ان کی خدمت کرتے، پانی بھر لاتے اور دوسرے بھی بہت سارے کام کر دیا کرتے تھے۔

ضعیفوں کی خدمت نجات کا ذریعہ ہے

میری دینی بہنو! ایسے غریب اور کمزور اور بے سہاروں کی خدمت کا جذبہ پیدا کرو، چاہے ہم ان کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں، آپ کی یہ خدمت دنیا اور آخرت میں کام آئے گی اور جنت میں لے جانے اور دنیا میں راحت کا ذریعہ بنے گی، علامہ اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تمنا دردِ دل کی ہے، تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

یعنی اگر تمنا ہے تو غریبوں کی، فقیروں کی، بیماروں کی خدمت کرو، یہ قیمتی گوہر، قیمتی موتی مال داروں اور بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں ملے گا، اسی طرح یہ بھی نیت

کرو کہ اگر آپ کے گھر میں ضعیف ماں باپ، ساس خسر وغیرہ ہوں تو ان کی خدمت کرو، ان شاء اللہ! آپ کی یہ خدمت دنیا اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنے گی۔

خسر کی خدمت کا عجیب واقعہ

میرے ایک بزرگ ہمارے جامعہ ڈابھیل کے ناظمِ کتب خانہ حضرت مولانا موسیٰ صاحب بھڑکودروی دامت برکاتہم ہیں، ان کی اہلیہ کو ہم لوگ ''خالہ جان'' کہتے ہیں، ان کے گھر کا قصہ ہے، مولانا کے والد کوئی خاص مال دار آدمی نہیں تھے، ان کا گذران ٹھیک ٹھاک چلتا تھا، کسی موقع پر قرض کی ضرورت پیش آئی تو خود مولانا کی اہلیہ نے کچھ بچت اور مہر وغیرہ کی جمع رقم میں سے قرض دیا اور طویل عرصہ گذرا؛ لیکن خسر قرض کی وہ رقم بہو کو لوٹا نہ سکے۔

جب خسر بیمار ہوئے اور زندگی سے مایوس ہونے لگے تو اپنی بہو کو کہا کہ: بیٹی! جو رقم تو نے مجھے دی تھی، میرے پاس اس رقم کے ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے، میں بوڑھا ہو گیا ہوں، زندگی کی اب امید بھی نہیں، کمانے کی طاقت بھی نہیں، کیا کروں؟

ان کی بہو نے اپنے خسر سے کہا کہ: اے میرے ابا! میں نے جو پیسے آپ کو قرض دیے تھے، میں اس کو معاف کرتی ہوں؛ یعنی آپ سے واپس نہیں لینا چاہتی ہوں، وہ قرض آپ کے لیے ہدیہ ہے۔

ان کے خسر نے جب یہ سنا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، ایک بہو ہو کر یہ جذبہ رکھتی ہے، وہ مغرب کا وقت تھا، بوڑھے خسر نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی بہو کے لیے دعا کی، چند دنوں کے بعد مولانا کے والد صاحب کا انتقال

ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کی برکت سے اس بہو کو اتنا نوازا کہ وہ، ان کے شوہر (مولانا) اور ان کے چار بچے آج دنیوی اعتبار سے بھی بڑے خوش حال ہیں، دین داری بھی اتنی ہے کہ ان کے تمام بچے حافظ، عالم اور قاری بن گئے۔

میری دینی بہنو! کسی کی دعا کب لگ جائے، ہم نہیں کہہ سکتے: اس لیے گھر میں بوڑھے ماں باپ، اپنی ساس اور خسر وغیرہ کی خدمت کرلیا کرو، ان کے دل سے نکلی ہوئی دعا ہماری دنیا اور آخرت دونوں بنادے گی۔

بھیڑ بھاڑ کے موقع پر ان دونوں عورتوں کا پاکیزہ طرزِ عمل

میری دینی بہنو! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ دو لڑکیاں اپنی بکریوں کو لے کر ایک جگہ کھڑی تھیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال کرنے پر جواب دیا:

قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۫ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: ان دونوں نے جواب دیا: جب تک (یہ) چرواہے (اپنے جانور پانی پلاکر) واپس نہ لے جاویں ہم (اپنے جانوروں کو اس وقت تک) پانی نہیں پلاسکتیں اور ہمارے ابا تو بہت بوڑھے ہیں۔

ان دونوں نے جواب دیا جس کا حاصل یہ تھا کہ وہاں کنویں پر مردوں کی بہت بھیڑ ہے، ہم اس میں جانا نہیں چاہتیں، ہم مردوں کے اختلاط سے بچنے کے لیے دور رہتی ہیں، جب یہ لوگ فارغ ہوکر چلے جائیں گے تب ہم اپنے جانوروں کو پانی پلائیں گے۔

اللہ اکبر! ان کا یہ جواب ہمارے واسطے ایک سبق ہے، کیسی نیک اور کیسی پاک سوچ والی یہ لڑکیاں تھیں اور کیسا ان کا پاکیزہ طرزِ عمل تھا!!!

بے پردگی کی نحوست

اس لیے میری دینی بہنو! جہاں مردوں کا مجمع ہو، وہاں سے اپنے آپ کو دور رکھو، بازار وغیرہ جہاں بھی مردوں کا مجمع ہو وہاں مت جاؤ، اگر آپ جائیں گی تو آپ کے بدن کے ساتھ مرد قصداً اپنا بدن مس (Touch) کریں گے، آگے تم بھی حرام کام اور گناہ میں پڑوگی اور مردوں کو بھی حرام میں مبتلا کروگی، خاص کر شادی کے موقع پر، کھانے کی دعوتوں کے موقع پر اور جہاں پر مردوں کا آنا جانا ہوا کرتا ہے، جہاں مردوں اور عورتوں کی بھیڑ ہوتی ہے، ایسے مجمع سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہیے، آج گناہ اور برائیاں جنم لے رہی ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مرد اور عورت کا آپس میں اختلاط ہورہا ہے جس کی وجہ سے حرام کام سامنے آتے ہیں۔

آج کی شادیاں انتخابی میلے

میری بہنو! جن شادیوں میں پردے کا انتظام نہ ہو، ایسی شادیوں میں ہرگز نہ جاؤ، آج کی شادیاں بے پردگی، عریانیت، بدن کی نمائش، حسن کی نمائش کے میلے بن رہی ہیں، مرد اور عورتوں کا بے پردہ آزادانہ میل میلاپ ہوتا ہے، ہنسی مذاق ہوتی ہے؛ بلکہ جوان لڑکے اور لڑکیاں بن ٹھن کر شادیوں میں شریک ہوتی ہیں اور ان کے لیے نئے حرام تعلقات کی ابتدا کے مواقع فراہم ہوتے ہیں، آج کل کی شادیاں گویا کہ انتخابی میلے (Selection Function) بنتے جارہے ہے، بہت سے والدین اپنی جوان لڑکیوں کو بالقصد سجا کر بھیجتے ہیں کہ کوئی لڑکا اس کو دیکھ لے اور پسند کرلے۔

کالجوں میں ہونے والی خرابیاں

اسی طرح اپنی جوان لڑکیوں کو سمجھاؤ، جو اسکولوں میں پڑھتی ہیں کہ جوان لڑکوں کے ساتھ کلاس میں نہ بیٹھیں، نہ ان کے ساتھ کھڑی رہیں، نہ ان سے بات چیت کریں، اسکول، کالج آج تعلیم کے بجائے فحاشی وعریانیت کے مرکز بن رہے ہیں، حرام تعلقات آج اسکول و کالج میں عام ہیں؛ بلکہ جو لڑکا اور لڑکی اس میں ملوث نہ ہو ان کو پرانے خیال کا (oldmind) سمجھ کر ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مرد وعورت کا غیر شرعی اختلاط یہ وہ گناہ ہے جس نے حیا اور شرم کو ختم کر دیا ہے، اسلام کی پاکیزگی اور عفت کی روح کو مٹا دیا ہے اور زمین پر حرام کام اسی کی وجہ سے سامنے آرہے ہیں؛ اس لیے عورتوں کا اس طرح غیر شرعی طریقے سے پرائے مردوں کے پاس جانا، ان سے بات چیت کرنا، ان کے قریب جانا، یہ سب بڑے گناہ میں داخل ہے

مدین کی دو بہنوں کی مجبوری

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین شہر پہنچے تو دیکھا کہ یہ دونوں لڑکیاں پانی پلانے آئی تھیں؛ لیکن اب اس موقع پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور آپ کو بھی شاید یہ سوال ذہن میں آیا ہوگا کہ دونوں لڑکیاں یہاں پانی پلانے کیوں آئیں؟ اپنے گھر سے کسی مرد کو بھیج دیتیں، اس کا جواب اِس آیت میں ہے:

قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۫ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ۲۳

ترجمہ: ان دونوں نے جواب دیا: جب تک (یہ) چرواہے (اپنے جانوروں کو

پانی پلا کر) واپس نہ لے جاویں ہم (اپنے جانوروں کو اس وقت تک) پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارے ابا تو بہت بوڑھے ہیں۔

یعنی ہمارے ابا جان بہت ہی بوڑھے ہیں، کمزور ہیں اور شاید کوئی مرد خادم میسر نہ ہو جو ان کی بکریوں کو پانی پلانے لے جاوے؛ اس لیے مجبوری میں پانی پلانے کے لیے ان کو خود آنا پڑتا ہو، ممکن ہے کہ آمدنی کے لیے بکریوں کو پالا ہو، اس کے دودھ سے گذران ہوتا ہو، ایسے بھی بکریاں پالنا حضراتِ انبیا علیہم السلام کی سنت رہی ہے، خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکریاں چرائی ہیں۔

ایک مہلک چیز عورتوں کا ملازمت (Job) کرنا

میری دینی بہنو! اِس واقعے سے ہمیں سبق سیکھنے کو ملا کہ بغیر کسی مجبوری کے عورتوں کا دکانوں وغیرہ پر جانا شریعت کی نظر میں مناسب نہیں ہے، قدیم زمانے میں بھی شریف خاندانوں میں یہ بات معیوب سمجھی جاتی تھی کہ عورتیں کمانے کے لیے گھر سے باہر جائیں، خود عورتوں کی طبعی شرافت بھی اس بات کو گوارا نہ کرتی تھی۔

یہاں کا حال مجھے معلوم نہیں ہے، میں نے تو یہاں کا مارکیٹ بھی نہیں دیکھا، باقی انگلینڈ، کینیڈا، افریقہ وغیرہ کا حال یہ ہے کہ عورتیں بھی نوکری اور دکان پر جاتی ہیں اور لالچ تو یہی ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ آمدنی ہو، مال زیادہ جمع ہو۔

میری دینی بہنو! یاد رکھو! تمھارا دکانوں میں ملازمت کرنا یا دکان چلانا بہت خطرناک ہے، کتنے گاہک ایسے ہیں جو محض عورتوں کی وجہ سے دکان پر آتے ہیں، ویسے بھی تجربہ کرلو! جہاں دکان پر دو انسان کھڑے ہوتے ہیں، ایک مرد اور دوسری عورت تو

دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ جو عورتیں خریدار بن کر آتی ہیں وہ مرد کے پاس اور جو مرد خریدار بن کر آتے ہیں وہ عورت کے پاس جاتے ہیں اور خرید وفروخت کے دوران بات چیت، ہنسی مذاق وغیرہ کا سلسلہ ہوتا ہے، اس سے بھی حرام تعلقات وجود میں آتے ہیں۔

بلکہ بہت سے دکان دار، آفس والے قصداً جوان لڑکیوں کو کام پر رکھتے ہیں؛ تاکہ خود دکان کے مالکوں کے لیے تسکین کا سامان بنے اور گاہک بھی کھنچ کھنچ کر آئے، میں کہتا ہوں: ایسی عورتیں دکان پر سامان نہیں؛ بلکہ اپنی عزت بیچ رہی ہیں، پرائے مرد گاہک بن کر تم کو دیکھنے کے شوق سے آئیں گے، وہ کوئی چیز خریدنے نہیں؛ بلکہ تمھاری عزت خریدنے آئیں گے، سامان خریدنے کے بجائے متعہ (حرام کاری) کے لیے آویں گے، وہ تمھارے پاک صاف چہروں پر ناپاک نگاہیں ڈالنے کے لیے آئیں گے: اس لیے تمھارا دکانوں پر بیٹھنا، کاؤنٹر پر رہنا (جہاں پرائے مرد آتے ہوں) شریعت کی نگاہ میں اچھا نہیں ہے۔

مدین کی ان دونوں بہنوں نے یہ بات ہم کو سمجھا دی کہ ہمارے ابا جان بوڑھے ہیں، اس مجبوری کی وجہ سے ہم کو باہر آنا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری بہنوں کو یہ بات سمجھا دے کہ اس طرح گھر سے باہر بلا کسی مجبوری کے جانا فتنوں سے بھرا ہوا ہے؛ اس لیے اس سے بچنا ہی چاہیے۔

عورتیں ہوں تو ایسی!

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ دونوں مجبور ہیں، پریشان ہیں، کمزور ہیں تو فوری طور پر اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خدمت کا جذبہ پیدا ہوا، آگے

بڑھے اور عجیب خدمت انجام دی، شہر کے بکریاں چرانے والے اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے گئے تھے اور اس کنویں پر اتنا بھاری پتھر رکھ دیا تھا کہ دس آدمیوں سے مل کر ہٹانا مشکل ہوتا تھا، وہ چرواہے ایسی گندی سوچ کے تھے، غرض پرست تھے کہ ہمارے سوا کوئی اس کنویں سے پانی نہ لیویں، اس بھاری پتھر کو یہ دونوں بہنیں کیسے ہٹا سکتی تھیں! وہ تو خود بڑا ڈول کھینچنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی تھیں، ان دونوں کا حال یہ تھا کہ جب وہ چرواہے پانی پلا کر چلے جاتے تھے، اس کے بعد کنویں کے آس پاس گرا ہوا پانی اپنی بکریوں کو پلا کر چلی جاتی تھیں۔

کتنی باحیا لڑکیاں تھیں کہ وہ ان چرانے والوں کو یہ بھی نہیں کہتی تھیں کہ ہماری بکریوں کو پانی پلا دو، وہ جانتی تھیں کہ اس طرح انجانے مرد کو ہم مدد کے لیے درخواست کریں گے تو وہ بھی گناہ کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ دیکھو! عورتیں ہوں تو ایسی ہوں۔

دل کو ہلا دینے والا ایک واقعہ

دینی بہنو! میں آپ کو دو قصے سناتا ہوں، اگرچہ ہیں تو ایسے ہی؛ لیکن ضرورت ہے کہ میں آپ کو بتاؤں، کیسے کیسے راستے سے شیطان صفت انسان تم کو پھنسا سکتا ہے، آپ کو امانت داری سے بتلا دیتا ہوں کہ ہمارے شہر میں ایک فیملی دوسرے شہر سے رہنے کے لیے آئی، اس میں ایک نوجوان لڑکی بھی تھی جو پہلے دوسرے شہر کے کالج میں پڑھتی تھی، ہمارے شہر میں انھوں نے ایک مکان کرائے پر لیا، ان کے پڑوس میں ایک دوسرے مسلمان رہتے تھے، اس نئی فیملی کے لیے ہمارے شہر میں کوئی جان پہچان والا نہ تھا اور ان کی لڑکی کا یہاں کے کالج میں داخلہ کرانا تھا، آخر کار اس پڑوس والے گھر

سے ان کا تعلق ہونے لگا اور اس پڑوسی کے گھر کا ایک نوجوان بھی کالج جاتا تھا، ان لوگوں نے ان سے کہا کہ: ہماری لڑکی کا اس کالج میں داخلہ کرانے میں مدد کرو، وہ نوجوان مدد کے لیے تیار ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے آج کے والیوں کو معاف فرمائے، کیسی بے احتیاطی کرتے ہیں؟ کیسی شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟ اور اس کو برا بھی نہیں سمجھتے۔

شہر میں آنے والی اس نئی فیملی نے اپنی بیٹی کو پڑوس کے نوجوان کے ساتھ کالج میں داخلے کے لیے بھیجنا شروع کر دیا اور داخلے کے وقت الگ الگ کاغذات کی کارروائی کے لیے ایک ہفتے تک دونوں ساتھ میں آتے جاتے رہے، اس دوران میں ان دونوں میں ناجائز تعلق ہو گیا، آخر یہ حرام تعلقات (Love marriage) میں بدل گیا۔

اس لیے میری دینی بہنو! بہت بچ کر رہو، کسی پرائے مرد سے مدد مانگنا بھی گناہ اور برائی کا ذریعہ بن سکتا ہے اور اپنی جوان لڑکی کو کسی پرائے مرد کے ساتھ جانے دینا، اس طرح اس کو آزاد چھوڑ دینا، پرائے مرد کے ساتھ اس کو ملنے دینا، چاہے وہ پڑوس کا آدمی ہو، چاہے اپنا کوئی غیر محرم رشتے دار ہو، بہت بڑا گناہ کا کام ہے اور یہ چیز آگے بڑھ گئی تو پھر ہو سکتا ہے کہ بعد میں آپ کو خون کے آنسو رونا پڑے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرماویں، آمین۔

دوسرا واقعہ: علاج و معالجہ کی لائن سے فتنہ

دوسرا قصہ یہ ہے کہ ہمارے ایک دینی بھائی کی بیوی پردے میں رہنے والی تھی، وہ بیمار ہو گئی، ہسپتال میں داخل کی گئی، شادی بھی بالکل نئی نئی تھی، اولاد بھی نہیں تھی، وہ

دینی بھائی اپنے دینی اور دنیوی ضروری کاموں کے لیے جاتے تھے، اس وقت ان کی والدہ اس بیمار بیوی کے پاس رہتی تھی، اسی ہسپتال میں ایک مسلم لیڈی ڈاکٹر بھی تھی، اس لیڈی ڈاکٹر کے بھائی کا ہسپتال میں آنا جانا تھا، اس لیڈی ڈاکٹر کے بھائی کے ساتھ دینی بھائی کی بیوی کی آنکھیں مل گئیں، آخر ایسا ہوا کہ شادی والی زندگی برباد ہوگئی اِس طرح کہ ہسپتال سے آنے کے چند دن بعد اس دینی بھائی کی جوان بیوی اس لیڈی ڈاکٹر کے بھائی کے ساتھ بھاگ گئی جس کے نتیجے میں اس کو طلاق ہوئی اور ان کی ازدواجی زندگی برباد ہوگئی۔

ہماری پیاری اور پاک شریعت کا منشا یہ ہے کہ علاج ومعالجے میں بھی احتیاط سے کام لیا جائے، حتی الامکان مسلمان نیک ڈاکٹر سے علاج کروائیں، شریعت کا منشائے مبارک تو یہاں تک ہے کہ کوئی عورت بیمار ہو تو پہلے نیک زنانہ (Lady) ڈاکٹر کو تلاش کیا جائے، اگر نہ ملے تو مجبوری کے درجے میں مرد ڈاکٹر کے پاس جاویں اور وہ بھی اپنے شوہر یا کسی محرم کو ساتھ لے کر جائیں۔

میری دینی بہنو! یہ بہت اہم نکتہ آپ کو بتاتا ہوں کہ کہاں کہاں سے آج حرام تعلقات ہو رہے ہیں اور کیسے کیسے گناہ وجود میں آرہے ہیں؛ اس لیے اپنی جوان بہو، بیٹیوں کی خوب نگرانی رکھو، شریعت نے ہم کو بڑے اہم ضابطے اور قانون بتائے ہیں؛ تاکہ خود اور گھر والوں کی حفاظت کی جاوے۔

خدمت کا جذبہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے، پیغمبر کا فطری خدمت کا جذبہ جوش میں آیا،

تھکے ہوئے، بھوکے اور پیاسے ہیں اس کے باوجود غیرت آئی کہ میری موجودگی میں کمزور عورت ہمدردی سے محروم رہے؛ اس لیے قرآن کہتا ہے: ﴿فَسَقٰى لَهُمَا﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر ہٹایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تو نبی تھے، طاقت والے تھے، دس آدمی نہ ہٹا سکے اتنا بھاری پتھر اکیلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہٹا دیا اور پانی نکال کر ان کی بکریوں کو پلا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت کا ظہور

کہتے ہیں کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف ایک ڈول پانی نکالا اور اس میں برکت کی دعا کی تو اتنی برکت ہوئی کہ تمام جانوروں کے لیے ایک ہی ڈول کافی ہو گیا، ایسے معجزات ہمارے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ظاہر ہوئے ہیں، پانی پلانے کے بعد دونوں لڑکیاں اپنے گھر چلی گئیں۔ (طبری:۱۱/۵۶)

پاک دامنی کا عجیب نمونہ

﴿ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے، کہتے ہیں کہ: وہ ببول کا درخت تھا۔ (طبری:۱۱/۵۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی عجیب اور وہ دونوں لڑکیاں بھی عجیب، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کتنی بڑی خدمت کی کہ اتنا بڑا بھاری پتھر ہٹا کر ان کی بکریوں کو پانی پلایا؛ لیکن قربان جائیے ان لڑکیوں کی پاک دامنی پر، قرآنِ مجید کے اندازِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے نہ ہنسیں، نہ مسکرائیں، نہ شکریہ کے

کلمات کہے، وہ دونوں جانتی تھیں کہ اگر ہم پرائے مرد کے سامنے ہنس کر یا مسکرا کر شکریہ کے کلمات بھی کہہ دیں تو یہ بھی گناہ کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

مزید تعجب کی بات یہ کہ اس پردیسی آدمی کو پوچھا تک نہیں کہ:

تو کون ہے؟ تیرا نام کیا ہے؟ تیرا موبائل نمبر کیا ہے؟

بس! کام ہو گیا، گھر کی طرف چلنے لگیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثالی پاک دامنی

دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھیے! مسافر ہیں، آٹھ دن کے بھوکے پیاسے ہیں، شہر میں کوئی جاننے والا نہیں، اتنی بڑی خدمت کے بعد بھی ان لڑکیوں سے کوئی سوال نہیں کیا، یہ بھی نہیں کہ ان دونوں لڑکیوں کو پوچھتے کہ:

تمھارا نام کیا ہے؟ تمھارے ابا کا نام کیا ہے؟ تمھارا محلہ اور تمھارا گھر کہاں ہے؟ تم مجھے تمھارا نمبر دو، میں تم کو اپنا نمبر دوں۔

نہیں، نہیں! نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو پوچھا، نہ لڑکیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا۔ اللہ اکبر!

دونوں لڑکیاں بھی کیسی پاک دامن اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی کیسے پاک دامن!!

خدمت محض اللہ تعالیٰ کے لیے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کے جذبات کیسے تھے؟ چناں چہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مفت میں خدمت کی اور یہ بھی نہ کہا کہ: میں پردیسی مسافر ہوں، بھوکا ہوں، اپنے گھر سے روٹی لا کر دو اور نہ یہ کہا کہ: تم مجھے اپنے گھر لے چلو۔

ہمارا عمل اخلاص سے بھرا ہوا ہو

میری دینی بہنو! کوئی بھی خدمت کرو، کسی کو صدقہ اور خیرات دو، تو اللہ تعالیٰ کے واسطے دو، اس میں کوئی دنیوی غرض نہیں ہونی چاہیے، قرآنِ مجید میں ہے:

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝۹ (الدھر)

ترجمہ: اور ہم تو تم کو محض اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرنے کے لیے کھانا کھلا رہے ہیں، ہم تم سے کسی طرح کا نہ تو بدلہ اور نہ شکریہ چاہتے ہیں۔

یعنی ہم اللہ کے لیے کھلاتے ہیں، اللہ کے لیے صدقہ اور زکاۃ دیتے ہیں، اللہ کے لیے خدمت کرتے ہیں اور اس کے بدلے میں کسی دنیوی بدلے کی امید بھی نہیں رکھتے اور جس کی خدمت کی یا جس کو خیرات دی اس سے کسی قسم کی شکرگزاری کی توقع بھی نہیں رکھتے کہ وہ ہم کو شکریہ کے کلمات کہے۔

سوال اللہ تعالیٰ ہی سے ہو

خیر! وہ دونوں لڑکیاں چلی گئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝۲۴ (القصص)

ترجمہ: اے میرے رب! تو میرے لیے جو نعمت بھی بھیجے، میں اس کا محتاج ہوں۔

اِس دعا کا حاصل یہ ہے کہ اے اللہ! میں ایک پردیسی مسافر ہوں، نئے شہر میں آیا ہوں، اے اللہ! بھوکا اور پیاسا ہوں، آپ میری مدد کے لیے جو بھی اتاریں گے، جس طرح بھی آپ میری مدد کرے، میں آپ کی مدد کا محتاج ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی، ان دونوں لڑکیوں سے مدد نہیں مانگی، ان دونوں لڑکیوں نے گھر جاتے ہوئے اس دعا کو سن لیا ہوگا اور گھر چلی گئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے محتاج ہونے کا ذکر ہے، نئے شہر میں کوئی جان پہچان نہیں اس کا تذکرہ ہے، زندگی کی ضروریات کا تقاضا ہے، پھر بھی معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا کہ اللہ تعالیٰ جو دیوے وہ میرے لیے کافی ہے، یہ ہماری شریعت کی تعلیم ہے کہ ایسی محتاجی کے موقع پر بھی ہم اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کریں۔

ایک اہم تنبیہ

ایک بات اور عرض کر دوں، آج کل پتہ نہیں آپ کے یہاں یہ چیز ہوتی ہے یا نہیں، ہمارے یہاں ہوا کرتی ہے؛ اس لیے آپ سے عرض کرتا ہوں، اگر چہ یہ بات اس طرح مجمع میں اور بیان میں کہنا نامناسب معلوم ہوتا ہے؛ لیکن عرض کرنا ضروری بھی ہے، ہوتا یہ ہے کہ جب ہماری کوئی بہن بیمار ہوتی ہے تو اس کی خدمت کے لیے اس کے پاس اس کی دوسری کنواری بہن جاتی ہے، خاص کر ولادت وغیرہ کے موقع پر اور ظاہری بات ہے وہاں اس کا بہنوئی اور اس کے گھر کے دوسرے مرد بھی ہوتے ہیں، اس طرح بہنوئی سے ناجائز تعلق پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے، جس کے نتیجے میں آگے چل کر بہن، بہنوئی کی ازدواجی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے اور ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ بہن کی طلاق ہوگئی اور بہنوئی کی، سالی سے شادی ہوگئی۔

بعض مرتبہ بہنوئی کے بھائی وغیرہ سے اس سالی کا ناجائز تعلق ہو جاتا ہے؛ اس لیے اس طرح جوان سالی کا اپنی بہن کے سسرال میں خدمت کے لیے چلے جانا فتنے کا باعث ہے؛ اس لیے اس سے بھی بچنا چاہیے، ہماری شریعت بہت پاکیزہ شریعت ہے۔

سالی بہنوئی کے لیے نامحرم ہے

ایک مسئلہ سن لو! سالی کا بہنوئی کے سامنے آنا، اس سے بغیر پردے کے بات کرنا، یہ ہماری شریعت میں ناجائز ہے، سالی بہنوئی کے لیے محرم نہیں ہے اور آج تو ماحول ایسا ہے کہ سالی بہنوئی کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتی ہے، ہنسی مذاق کرتی ہے، بہنوئی کے ساتھ تفریح میں جاتی ہے، یوں کہتے ہیں کہ: سالی نائب (Deputy) بیوی کے درجے میں ہوتی ہے، ان سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں گناہ وجود میں آتے ہیں، شریعت کی نظر میں یہ سب غلط کام ہیں۔

ایک عبرت ناک واقعہ
سالی اور بہنوئی کے ناجائز تعلقات نے گھر اجاڑ دیا

ایک مرتبہ ہمارے مدرسے کے قریب ایک جگہ ایک لڑکی اپنی بہن کی خدمت کے لیے گئی، اس دوران اپنے بہنوئی کے ساتھ آنکھیں چار ہوگئیں اور اس کے نتیجے میں بہنوئی سالی کو لے کر بھاگ گیا اور اپنی بیوی کو طلاق دے کر سالی کے ساتھ رہنے لگ گیا، وہ عورت بے چاری بچوں والی تھی، اسی کی اپنی سگی بہن نے اس کے گھر کو برباد کر دیا۔

اس لیے میری دینی بہنو! شریعت کی حد کو سمجھو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ بہنوئی تمھارے لیے محرم نہیں ہے، اس کے ساتھ ہنس ہنس کر بات کرنا، بے پردہ میل جول رکھنا منع ہے؛ لہذا ہر موقع اور ہر معاملے پر بہت احتیاط کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہماری عزت اور ہماری پاک دامنی کی حفاظت فرمائے، آمین۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں لڑکیوں پر دو احسان کیے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں لڑکیوں پر دو طرح کے احسان فرمائے، ایک تو انتظار کی تکلیف سے ان کو چھٹکارا دلا دیا، دوسرا یہ کہ اپنے مبارک ہاتھوں سے پانی پلا دیا، وہ جب اپنے گھر پہنچیں تو روزانہ کے مقابلے میں وقت سے پہلے جلدی پہنچی تھیں۔

ٹائم ٹیبل

لڑکیوں کے والد حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی دونوں لڑکیوں سے کہا کہ: تم آج وقت سے پہلے جلدی آگئیں؟ کیا بات ہے؟ (طبری:۱۱/۵۹-۶۰)

اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کو اپنی اولاد کے ٹائم ٹیبل پر کڑی نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے کہ بیٹا کتنے بجے مدرسے جاتا ہے اور کب پہنچتا ہے؟

کتنے بجے مدرسہ سے نکلا اور کب گھر پہنچا؟

چھٹی کب ہوئی اور یہ کتنے بجے گھر آیا؟

اس کے ٹائم ٹیبل پر نظر رکھنا ہر ماں باپ کی ذمے داری ہے، اگر ان پر ہم نظر نہیں رکھیں گے تو اسکول اور مدرسے کے علاوہ کا وقت دوسری جگہوں پر جا کر برباد کر دیں گے، لڑکا اپنے دوست (Friend) کے ساتھ اور لڑکی اپنی سہیلیوں کے ساتھ وقت گزارے گی اور ہم بہ خوبی واقف ہیں کہ بے کار وقت گزاری گناہوں کا سبب بنتی ہے اور یہ بھی نگرانی ہونی چاہیے کہ وہ مدرسہ یا اسکول جاتے بھی ہیں یا نہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ گھر سے مدرسہ یا اسکول جانے کے لیے نکلے اور اپنے دوست یا سہیلی کے پاس جا کر بیٹھ گئے ہوں، یا کسی پارک میں، ہوٹل میں، تفریح گاہ میں چلے گئے ہوں، کبھی کبھی

مدرسہ اور اسکول میں فون بھی کر لینا چاہیے کہ ہمارا بچہ یا بچی حاضر ہے یا نہیں؟

اسی طرح استاذ صاحب سے اولاد کی تعلیمی کیفیت بھی معلوم کرتے رہنا چاہیے، غرض! اپنی اولاد کے ٹائم ٹیبل پر نظر رکھنا یہ بہت مناسب اور ضروری بات ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا یہ طریقہ رہا ہے۔

ہماری اولاد کی دوستی کن لوگوں سے ہے اس کی نگرانی رہے

اسی طرح بیٹی یا بیٹا گھر سے باہر کس کے پاس جاتے ہیں؟ کس کی ملاقات کرتے ہیں؟ اس کے دوستوں (Friend circle) میں کون کون ہیں؟

ان کے درمیان رہ کر کیا کام اور کیا پروگرام ہوتے ہیں؟

اگر اس طرح آپ کی نظر اپنی اولاد پر رہے گی تو ان شاء اللہ! وہ بہت سے گناہوں سے بچ جائیں گے۔

کام پورا ہو جائے تو جلدی گھر واپس آجانا چاہیے

غرض! یہ دونوں لڑکیاں جب گئیں تو والد صاحب کے سامنے دونوں نے پوری بات سنا دی کہ ابا جان! وہاں آج ایک پردیسی مسافر تھا، اس نے ہمارے جانوروں کو پانی پلا دیا اور ہم آسانی سے فارغ ہو کر گھر آگئیں۔

اِس میں ہم کو ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ جب کسی ضرورت سے گھر سے باہر جانا پڑے تو کام ہو جانے کے بعد فوراً گھر واپس آجانا چاہیے، جیسے ان دونوں لڑکیوں کے جانوروں کو پانی مل گیا تو فوراً گھر چلی گئیں، یہ نہ ہو کہ کام جلدی پورا ہو جائے تو یہاں وہاں بیٹھ کر ہم اپنا وقت برباد کر دیں۔

احسان کرنے والے کو اس کا بدلہ دینا چاہیے

ان کے ابا ''شیخِ مدین'' بہت سارے مفسرین کی رائے کے مطابق اللہ کے پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام تھے، حضرت شعیب علیہ السلام نے جب جلدی واپس گھر لوٹنے کے بارے میں اپنی لڑکیوں سے پورا واقعہ سنا تو فوراً اپنی ایک بیٹی سے کہنے لگے کہ: بیٹی! اس اجنبی مسافر کو گھر بلا کر لے آؤ۔ (طبری:۱۱/۶۰)

دیکھیے! حضرت شعیب علیہ السلام کے دل میں کیسا حسنِ سلوک کا جذبہ ہے، ایک پردیسی آدمی نے خدمت کی، بکریوں کو پانی پلا دیا، تو ان کو گھر لانا چاہیے؛ تاکہ ان کو انعام دیا جائے، پانی پلانے کی مزدوری دی جائے، جب اس اجنبی نے خدمت کی ہے تو ہم کو اس کی خدمت کا بدلہ دینا چاہیے۔

اِس میں یہ سبق بھی سیکھنے کو ملا کہ جب ہم پر کوئی احسان اور اچھائی کا برتاؤ کرے تو اس کو کچھ انعام، کچھ بدلہ ضرور دینا چاہیے، کوئی ہم کو ہدیہ (Gift) دے، دعوت کرے تو ہم کو بھی اس کے بدلے میں کچھ نہ کچھ دینا چاہیے، یہ اخلاقی بات ہے، قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ (الرحمن)

ترجمہ: اچھائی کا بدلہ اچھائی کے سوا اور کیا (ہوسکتا) ہے؟

احسان کا بدلہ احسان سے، ہدیہ کا بدلہ ہدیہ سے دینا چاہیے، حدیث میں ہے کہ:

تَهَادُوْا تَحَابُّوْا. (الادب المفرد للبخاری، باب قبول الهدية، حديث : ٥٩٤)

آپس میں ہدیہ دو، محبت بڑھے گی۔

ایک لڑکی کو بھیجنے کی وجہ

حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی اس اجنبی مسافر کو بلانے کے لیے چلی۔

اچھا! یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ ایک ہی لڑکی کو کیوں بھیجا؟ ہوسکتا ہے کہ گھر میں بکریاں باندھنا اور اس کا دودھ نکالنا اور دوسرے بہت سارے کام کاج رہے ہوں، نیز چوں کہ دن کا وقت تھا اور مدین ایک شہر تھا جس میں لوگوں کی آمد ورفت ہوتی ہے اور دن کے وقت اس زمانے کے پاکیزہ ماحول میں فتنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا تھا؛ اس لیے صرف ایک ہی بیٹی کو بھیجا۔

اس دور میں آج کی طرح شہروں میں علانیہ (Openly) برائی کرنے کی ہمت کسی کو نہیں ہوتی تھی، آج تو راستوں پر کھلے عام برائیاں ہورہی ہیں، کوئی روکنے والا نہیں؛ بلکہ اس کو برا سمجھتے بھی نہیں۔

چناں چہ ایک بہن بلانے کے لیے آئی، اللہ اکبر! جب یہ بیٹی گھر سے چل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے آئی، اس وقت کا منظر سنو!

اللہ تعالیٰ کو کیسی چال پسند ہے؟

میری دینی بہنو! اس لڑکی کی چال کیسی ہوگی؟ اس کا حال کیا ہوگا؟ اس لڑکی کے چلنے کے انداز کو اللہ تعالیٰ نے اتنا پسند فرمایا کہ اس چال کو خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا:

﴿فَجَآءَتۡهُ اِحۡدٰىهُمَا تَمۡشِىۡ عَلَى اسۡتِحۡيَآءٍ﴾

ترجمہ: سو (تھوڑی دیر کے بعد) ان دو (لڑکیوں) میں سے ایک شرم وحیا سے چلتی ہوئی (موسیٰ علیہ السلام کے پاس) آئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ایک لڑکی ان میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے آئی تو اس کی چال حیا اور شرم سے سنوری ہوئی تھی، اپنی نظروں کو نیچی کر کے شرافت کے ساتھ، اپنے بدن کو چھپا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی۔

معلوم ہوا کہ عورت کی چال ایسی شرم والی ہونی چاہیے، عورت بے باک رہے یہ ہرگز مناسب نہیں، جو عورت اس انداز سے چلے کہ اس میں اعضا کی نمائش ہو، اعضا کی حرکت ایسی ہو کہ جو مردوں کو نظارے کی دعوت دیوے یہ ہرگز مناسب نہیں ہے۔

عورت کی سب سے بڑی خوبی حیا ہے

دینی بہنو! حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے آئی تھی، اس کا نام ''صفورا'' تھا، وہ چھوٹی لڑکی تھی، اسی سے بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہوا اور جس انداز سے وہ چلتی ہوئی آئی، اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن میں بیان فرما دیا، ساتھ ہی اس موقع سے حدیث پاک بھی سن لو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ. (بخاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان، حدیث: ۹، مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، حدیث: ۲۶۲۶)

ترجمہ: حیا اور شرم ایمان کا ایک حصہ ہے۔

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے:

اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ. (بخاری، کتاب الادب، حدیث: ۶۱۲۰)

ترجمہ: جب تم کو شرم و حیا نہ ہو تو جو چاہے کرو۔

یعنی جب حیا و شرم ختم ہو جائے تو پھر تم آزاد ہو جاؤ گے، اپنی مرضی سے جو چاہو گے

کروگے، ایک عورت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں شرم اور حیا ہو، شرم وحیا اس کا سب سے بڑا کمال ہے۔

میری دینی بہنو! جب تم گھر سے نکلو تو حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کی جو چال اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے، اس انداز سے نکلو، تمھاری نظریں نیچی ہوں، بدن چھپا ہوا ہو، قرآنِ مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی عورت اِس طرح نکلتی ہے کہ اس کی چال سے زیورات کے بجنے کی آواز آتی ہے، ایسی چال کو پسند نہیں کیا گیا، یہ چیز مردوں کو عورتوں کی طرف مائل کرنے کا ایک ذریعہ ہوسکتی ہے؛ بلکہ ممکن ہے کہ زیورات کی آواز مردوں کے لیے کبھی چہرہ دیکھنے سے بھی زیادہ بڑا فتنہ بن جائے، باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ. (النور: ۳۱)

ترجمہ: اور (مسلمان) عورتوں کو چاہیے کہ اپنے پیروں کو (زمین پر زور سے) اس طرح نہ ماریں کہ اس کی جو زینت چھپاتی ہے وہ معلوم ہو جائے اور مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ انھوں نے جو زینت چھپا رکھی ہے وہ معلوم ہو جائے۔

بڑی بہن کے ہوتے ہوئے چھوٹی بہن کی شادی

یہاں ضمناً ایک نکتہ سمجھ لو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی مدین کے اسی شیخ کی چھوٹی لڑکی سے ہوئی، یہ تفسیری روایت ہے اور بڑی لڑکی کا اس وقت تک نکاح ہوگیا ہو ایسا کوئی تذکرہ نہیں ملتا، معلوم ہوا کہ نیک اور مناسب رشتہ جس بیٹی کے لیے بھی مل جاوے، طے کر کے شادی کروا دینا چاہیے۔

بعض لوگ ایسا کہتے ہیں: ابھی بڑی کنواری ہے پھر چھوٹی کی کیسے شادی کرائیں؟ ان سب باتوں میں نہیں رہنا چاہیے؛ بلکہ مناسب رشتہ ملنے پر چھوٹی کو مقدم کر کے شادی کروادیں اور بڑی کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، دعا بھی کریں۔

عورتیں ضرورت کے وقت گھر سے کس طرح نکلیں؟

میری دینی بہنو! جب گھر سے نکلو تو نظریں جھکا کر چلو، کہیں ایسا نہ ہو کہ پرائے مرد سے نظر مل جائے اور آنکھیں چار ہو جائیں اور یہ نظر ہونٹوں پر ہنسی اور مسکراہٹ لا دے اور پھر یہ چیز گناہ کا ذریعہ بن جائے، حدیث میں آتا ہے کہ کوئی عورت اِس طرح گھر سے نکلے کہ لوگ اس کا جسم دیکھے تو اس کے بارے میں فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ. (مشکوۃ، کتاب النکاح، ص: ۲۷۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے دیکھنے والے پر اور جس کو دیکھا جائے اس پر۔

یعنی اس عورت پر بھی لعنت اور ان دیکھنے والے مردوں پر بھی لعنت۔

میری دینی بہنو! کتنی خطرناک وعید حدیث میں ہے، آج بہت ساری ہماری بہنیں چست (Fitiing) اور ناقص، ادھورے کپڑوں میں، جنس اور ٹی شرٹ میں، بال اور چہرہ کھلا رکھ کر، پرفیوم لگا کر گھروں سے باہر نکلتی ہیں، یہ غلط کام ہیں، اللہ تعالیٰ ہی ان گناہوں سے حفاظت میں رکھے، آمین۔

میری دینی بہنو! جب اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے تو دنیا اور آخرت برباد ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی ذات پر رحم کرو اور ایسے کپڑوں میں ایسے انداز کے ساتھ گھر سے نکلو جو حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کا قرآنِ کریم میں بیان ہوا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں، کیسا لباس پہنتی تھیں، عورتوں کے کپڑوں کے متعلق آگے مستقل مضمون ان شاء اللہ! آوے گا، اسی طرح کسی بیان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کرتے کا نقشہ بھی بتاؤں گا، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کے کرتے کا دیدار مجھے نصیب فرمایا ہے، سیدھا سادا، ڈھیلا، موٹا کرتا استعمال کرنا ان کی عادتِ شریفہ تھی۔

مجبوری کے وقت پرائے مرد سے بات کرنے کا طریقہ

وہ لڑکی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے، اس لڑکی نے آکر پہلا کام یہ کیا کہ اپنی آستینیں اپنے چہرے پر رکھ دیں اور منہ چھپا کر آہستہ سے کہا:

﴿قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا﴾

یعنی اے پردیسی مسافر! میرے ابا جان آپ کو بلا رہے ہیں، آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا، میرے ابا آپ کو انعام یا اجرت دینا چاہتے ہیں۔

اللہ اللہ! کیسی شرم والی لڑکی تھی، اس کے بات کرنے کا انداز دیکھو! کہنے کا انداز بھی حیا اور شرم والا ہے، کیا کہا: میرے ابا بلاتے ہیں، یہ نہیں کہا کہ: میرے ساتھ چلو، میں تم کو دعوت دیتی ہوں، میں تم کو بلاتی ہوں۔

میری دینی بہنو! اس لڑکی سے پرائے مرد کو بلانے کا طریقہ سیکھو! آج یہ جو ماحول ہے کہ اپنے محرم رشتے دار کو چھوڑ کر عورت پرائے مرد سے بلا واسطہ تعلقات رکھتی

ہے، شوہر ایک طرف، باپ اور بھائی ایک طرف اور دوستی بلا واسطہ پرائے مردوں سے، یہ سب گناہوں کے اسباب ہیں، آپ کو اگر کسی ضرورت کے موقع پر پرائے مرد سے کوئی کام ہو تو درمیان میں آپ کے محرم مرد کو سفیر بناؤ، یہ بات بہت ضروری ہے۔

کسی پرائے مرد کو یہ کہنا کہ: میں تجھے بلاتی ہوں! یہ فتنے سے خالی نہیں، میں آپ سے ایک بات عرض کر دوں کہ کسی بڑے سے بڑے عالم یا عامل سے ملاقات کرنی ہو، وہاں بھی بلا واسطہ بات کرنے سے فتنے کا ڈر ہے، اس میں بھی فتنے کے احتمالات ہیں؛ اس لیے اگر کسی عامل کے پاس جانے کی ضرورت بھی پیش آجائے، یا کسی عالم کے پاس کوئی شرعی مسئلہ دریافت کرنا ہو تو بھی اپنے شوہر، بھائی، باپ وغیرہ کو ضرور ساتھ رکھو۔

عامل یا پیر صاحب سے تعلق کا ایک بہترین طریقہ

عامل یا پیر صاحب سے پردے ہی کے ساتھ بات چیت رکھو، اپنے محرم مرد کو ساتھ میں رکھو، اپنے محرم کو سفیر بناؤ، تعارف کا طریقہ یہ ہے کہ فلاں کی بیوی یا فلاں کی بہن یا فلاں کی بیٹی، خط و کتابت میں بھی یہی طریقہ اپناؤ، بلا واسطہ فون نہ کرو، نیز اس عامل صاحب یا پیر صاحب کی بیوی، بیٹی یا بہن وہاں موجود ہو تو ایسے موقع پر ضروری بات ان سے عرض کرو۔

خوب صورت جوان کا تنہائی میں آنا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا طرزِ عمل

میری دینی بہنو! قرآن میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے واقعے میں کیا عجیب لفظ ہے،

حضرت مریم رضی اللہ عنہا جہاں تنہائی میں تھیں اور حضرت جبرئیل امین خوب صورت کامل مرد کی شکل میں آئے، تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کہا:

قَالَتۡ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡكَ اِنۡ كُنۡتَ تَقِيًّا ۝۱۸ (المریم)

حضرت مریم رضی اللہ عنہا چوں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پہچان نہ سکیں؛ اس لیے کہا: اے مرد! اگر تو تقوے والا ہے، پرہیز گار ہے، بزرگی والا ہے، تب بھی میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتی ہوں، تو میرے قریب مت آنا۔

اِس آیت سے سبق ملتا ہے کہ سامنے والا مرد چاہے کتنا بڑا تقوے والا ہو؛ لیکن وہ غیر محرم ہے تو اس سے خود کو بچانا بہت ضروری ہے؛ لہذا جب کسی مجبوری اور ضرورت کے وقت اس کے پاس جاؤ، تو محرم کے ساتھ جاؤ، شرعی حدود کے لحاظ کے ساتھ جاؤ۔

بے احتیاطی کا ایک واقعہ

میری دینی بہنو! آپ کے فائدے کے لیے بتلا دوں، ایک جگہ ایسا قصہ ہوا کہ ایک بڑے عامل ہے اور وہ عالم بھی ہے، کسی کے گھر تعویذ وغیرہ کے لیے آتے جاتے تھے، وہاں ایک جوان بیٹی کو جنات یا جادو کا اثر تھا، اللہ جانے اس لڑکی کو جنات تھا یا جن کے نام سے کوئی مجنون تھا، اس لڑکی کا علاج شروع ہوا، علاج کے عنوان سے بے تکلفی بڑھنے لگی، والدین اور ذمے دار بھی ایسے مواقع پر بڑی بے احتیاطی برتتے ہیں، اسی بے احتیاطی کے نتیجے میں عامل صاحب اور اس لڑکی کے درمیان محبت ہوگئی، اس میں آگے بڑھتے ہوئے گناہ تک کی نوبت آئی اور اب نتیجہ یہ ہوا کہ اس عامل کی پہلی بیوی اور بچے بھی ہیں اور یہ جوان لڑکی اس کے چکر میں پھنس گئی، آخر کار اس عامل کے ساتھ کا تعلق نکاح میں تبدیل ہوگیا، ایسے معاملات اور چکر دنیا میں ہو رہے ہیں۔

دوسرا دردناک واقعہ

میرے مشفق مولانا محمد صاحب پٹیل مدظلہ العالی؛ صاحب زادۂ محترم حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم (اب باپ، بیٹے دونوں اللہ سے جا ملے نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهُمَا) نے بتایا کہ ایک جوان عورت ایک عامل کے ساتھ تعلق میں آگے بڑھ گئی اور پھر عامل صاحب سے حاملہ بھی ہوگئی۔

تیسرا واقعہ

ہمارے یہاں سورت کے پڑوس میں ایک دیہات میں کالج میں پڑھی لکھی ایک لڑکی محلے کی مسجد کے امام صاحب کے پاس عملیات کے لیے آنے جانے لگی، اس میں تعلق آگے بڑھ گیا، پھر امام صاحب اور وہ لڑکی دونوں فرار ہوگئے، طویل عرصے تک فرار رہنے کے بعد پتا چلا کہ دونوں کہیں دور شہر میں جا کر آباد ہوئے ہیں، شادی کر لی ہے، مولوی صاحب کی پہلی بیوی اور کئی بچے اور بچیاں بھی تھیں، پھر نئی بیوی کے چکر میں پرانی بیوی بچوں کو بھی وہ امام صاحب بھول گئے؛ اس لیے عاملوں کے پاس علاج و معالجہ میں محرم مرد کو واسطہ بناؤ، یہ مناسب ہے۔

عورتوں کے سامنے ظاہری اچھے عنوان سے بھی بعض فتنے

میرے قریبی رشتے داروں میں ایک جوان لڑکی برطانیہ سے آئی تھی، اس کا علاج تعویذ وغیرہ کسی عامل سے شروع ہوا، عامل تھے تو معمر آدمی، اس لڑکی کے لیے ہمارے رشتے داروں میں سے ہی شادی کے پیغام آنے لگے، اس لڑکی نے نادانی سے دو لڑکوں

کے اور ان کی ماں کے نام اس عامل صاحب کو دیے کہ: میرے لیے جو لڑکا شادی کے لیے مناسب ہو استخارہ کرکے بتاؤ۔

عامل صاحب نے استخارہ کرکے بتایا کہ: یہ دونوں لڑکے غیر مناسب ہیں اور تمھاری شادی کے لیے استخارے میں میرے بیٹے کا نام آرہا ہے۔

اس لڑکی کو بہت حیرت ہوئی، اس نے مجھے بتایا کہ اِس طرح ہوا ہے، میں نے اس سے کہا کہ: تو نے ہی تو بڑی غلطی کی ہے کہ اس عامل صاحب کو استخارے کا کام کیوں سونپ دیا، خود استخارہ کرنا چاہیے۔

خیر! پھر اس کی شادی کسی اور جگہ ہوئی۔

اس لیے دینی بہنو! شادی وغیرہ کے استخارے خود ہی کرو، یا کسی نیک متّقی آدمی سے کراؤ؛ آپ دیکھیے! فتنے اچھے عنوان سے بھی آسکتے ہیں؛ اس لیے قرآن کا یہ لفظ آپ کے لیے بڑی نصیحت ہے، شیطان کا تو چیلنج ہے کہ بڑے سے بڑا تقوے والا مرد اور عورت اگر تنہائی میں جمع ہوجائے تو میں اس کے تقوے کو پھاڑ کر ختم کردوں گا اور گناہ میں مبتلا کردوں گا، ہاں! اللہ تعالیٰ کے مخلص اور چنے ہوئے بندے ہیں جو اس کے شر سے بچ سکتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پاکیزگی

واقعہ یہ چل رہا تھا کہ لڑکی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: میرے ابا آپ کو بلا رہے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پانی پلانے کی خدمت اللہ کے واسطے کی تھی، بدلہ اور مزدوری لینا نہیں چاہتے تھے؛ لیکن مسافر تھے، پریشان تھے؛ اس لیے اس لڑکی کے

ساتھ چلے گئے کہ کوئی پہچان والا رفیق مل جائے گا، بھوکا ہوں، نئی جگہ ہے، کام بن جاوے گا، اس غرض سے چل پڑے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چلتے وقت اس لڑکی سے فرمایا کہ: تو میرے پیچھے چل اور میں آگے چلتا ہوں۔ (طبری:۱۱/۵۹)

اس لیے کہ لڑکی آگے ہوگی تو اس کے جسم پر نظر پڑے گی، اللہ اکبر! اللہ کے نبی میں کیسی پاک دامنی ہوتی ہے، کہیں تیز ہوا چلنے لگے اور اس کی وجہ سے پنڈلی کھل جاوے، اس پر نظر پڑ جاوے؛ اس لیے تو پیچھے چل؛ تاکہ اس طرح کا کوئی احتمال تک نہ رہے اور آج تو ہماری بہنیں ایسے کپڑے پہنتی ہیں کہ بالقصد اس میں پنڈلی کی نمائش ہوتی ہے، الامان والحفیظ!!!

محسن کو خود بلوانا شرافت کی علامت

مدین کی وہ لڑکی جب اپنے والد کی طرف سے بلانے کے لیے آئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے، اس میں ایک نکتہ یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ لڑکی کے والد شریف انسان معلوم ہوتے ہیں جنھوں نے خود بلانے بھیجا؛ اس لیے اجنبی جگہ میں ان سے مفید مشورہ ملنے کی بھی توقع تھی، نیز دعوت کو رد کرنا بھی مناسب نہیں تھا؛ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات

غرض! حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی پیچھے چلتی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے آگے آگے چل کر اس کے گھر پہنچتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس لڑکی کے ابا سے

ملاقات کی، حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو پوچھا: تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کس غرض سے آنا ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس واقعے کو نقل فرماتے ہیں:

فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: سو جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) اس (لڑکی کے ابا) کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے تمام حالات بیان کیے تو اس (لڑکی کے ابا) نے کہا کہ: تم (اب) ڈرو مت، تم ظالم لوگوں سے بچ کر آئے ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی پوری بات بیان کی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے تسلی دی اور فرمایا کہ: اے موسیٰ! مت گھبراؤ، یہ ہمارا مدین شہر مصر سے الگ ہے، یہ فرعون کی حکومت سے دور ہے، یہاں ظالم فرعون اور اس کی قوم کی حکومت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے تم کو سلامتی کے ساتھ یہاں پہنچا دیا، یہاں تم کو کوئی پکڑ نہیں سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا فائدہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین پہنچ کر باری تعالیٰ سے خیر کا سوال کیا تھا، باری تعالیٰ نے کیسے دعا قبول فرمائی کہ خیر سامنے سے تلاش کرتی ہوئی آرہی ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا فائدہ، اس اللہ سے مانگو جو ہر چیز پر قادر ہے، دوسروں کے سامنے سوال کی ذلتی سے بچ جاؤ گے اور وہ اللہ تعالیٰ عزت سے نوازیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام و شعیب علیہ السلام کا کمالِ اخلاص

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے یہاں پہنچے تو حضرت شعیب

علیہ السلام نے کھانا پیش کیا، بھوک ہونے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اولاً کھانا تناول نہیں فرمایا؛ کیوں کہ آپ کے دِل میں یہ آیا کہ اس پانی پلانے کا یہ بدلہ نہ ہوجاوے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صراحتاً ارشاد فرمایا کہ:

ہم ایسے لوگ ہیں کہ جو کام آخرت کے خاطر کرتے ہیں اس کے بدلے میں کوئی پوری زمین سونے سے بھر کر دیوے تو بھی اس کو قبول نہیں کرتے۔

تب حضرت شعیب علیہ السلام نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا: ایسا نہیں؛ بلکہ ہمارے خاندان میں بڑوں سے یہ عادت چلی آئی ہے کہ ہم مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھانا کھایا۔ (روح المعانی:۱۰/ ۲۷۴)

شروع کی ملاقات کی بات چیت اور کھانے کے بعد قیام کے مسئلہ کا مستقل حل

چوں کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر خدمت اور کام کے لیے مرد کی ضرورت تھی اور ان کی لڑکیاں اب جوان ہوگئی تھیں؛ اس لیے مناسب نہیں تھا کہ بکریاں چرانے گھر سے باہر جائیں؛ لہٰذا حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک بیٹی نے اپنے والدِ محترم سے عرض کیا:

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: ان دو (لڑکیوں) میں سے ایک کہنے لگی: اے میرے ابا جان! آپ اس شخص کو اجرت پر رکھ لیجیے؛ اس لیے کہ اچھا آدمی جس کو آپ اجرت پر رکھنا چاہیں وہ ہے جو طاقت والا (بھی) ہو اور امانت دار (بھی) ہو۔

یعنی اے ابا! ہمارے گھر میں کام کی ضرورت پڑتی رہتی ہے، آپ اس آدمی کو اپنے گھر کام کے لیے رکھ لو؛ کیوں کہ ایک نوکر میں جو خوبیاں ہونی چاہیے وہ اس میں موجود ہیں۔

نوکر کے اندر کونسی خوبیاں ہونی چاہیے؟

نوکر کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ طاقت والا ہو؛ یعنی جو کام سونپا جاوے اس کو کرنے کے لیے ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کی طاقت ہو۔

اس لڑکی نے کہا: میں نے اور میری بہن دونوں نے اس کی طاقت کو دیکھا ہے کہ دس آدمی نہ اٹھا سکے اتنا بھاری پتھر اس اکیلے نے اٹھا لیا تھا اور پانی کا ڈول بھی برابر کھینچ رہے تھے، ساتھ ہی کنویں سے مجمع بھی ہٹایا۔

نوکر کی دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ امانت دار ہو، پاک دامن بھی ہو، یہ نوجوان امانت دار اور پاک دامن بھی ہے۔

لڑکی نے کہا: میں نے اس کی دیانت داری دیکھی ہے کہ جب میں اس کو بلانے گئی تھی، اس وقت نیچی نظر سے مجھ سے بات کی اور چلتے وقت مجھے پیچھے کر دیا اور وہ آگے چلتے رہے؛ گویا دونوں صفتیں کامل طور پر اس میں موجود ہیں۔ (طبری:۱۱/۶۱-۶۲)

نوکر سے پردہ ضروری ہے

میری دینی بہنو! شریعت کی نظر میں مناسب یہ ہے کہ جس گھر میں عورت ہی ہو، وہاں کام کرنے والی، خدمت کرنے والی بھی عورت ہی ہو اور باہر کے دوسرے کاموں کے لیے مرد کام کرنے والا ہو اور وہ کام کرنے والا مرد گھر کی عورتوں کے پاس نہ آوے،

اسی طرح کام کرنے والی عورت گھر کے مردوں کے پاس نہ آئے۔

بہت سی مرتبہ ان کام کرنے والے مردوں سے ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ وہ گھر کی عورتوں سے حرام کام میں مبتلا ہو جاتے ہیں، سیٹھ کی لڑکی یا بیوی سے جوان ملازم کے ناجائز تعلقات رکھنے، بھاگ جانے کی شرمناک باتیں سامنے آتی ہیں، یہ سب حرکتیں حرام ہیں۔

بعض جگہوں پر سننے میں آیا ہے کہ گھر کے مرد؛ کام کرنے والی خادمہ کے ساتھ حرام کام میں مبتلا ہو جاتے ہیں، بعض لوگ تو خادمہ کو باندی کے درجے میں سمجھتے ہیں یہ سب غلط ہے؛ اس لیے شریعت کی اس حد (Border) کو آپ دھیان میں رکھیں کہ جس طرح اجنبی مردوں سے پردہ ضروری ہے، اسی طرح کام کرنے والوں سے بھی پردہ ضروری ہے اور گھر کے مرد، خادمہ سے اجنبیہ عورت کی طرح دور رہیں۔

انسان کو صحیح پہچاننے والے تین آدمی

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ: دنیا میں تین آدمی بڑے عقل مند اور دوسرے انسان کو صحیح پہچاننے والے ثابت ہوئے:

① عزیزِ مصر جس نے کم عمر خریدے ہوئے غلام؛ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے کمالات کو اپنی عقل مندی اور مہارت سے معلوم کر کے بیوی کو یہ ہدایت دی:

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا. (یوسف:۲۱)

ترجمہ: اور مصر کے جس آدمی نے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو خریدا، اس نے

بیوی سے کہا کہ: ''اس کو عزت سے رکھنا، مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے گا، یا پھر ہم اس کو بیٹا بنالیں گے''۔

② حضرت شعیب علیہ السلام کی یہ صاحب زادی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے والد سے کہا:

یٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ (القصص)

یعنی ابا جان! ان کو ملازم رکھ لیجیے؛ اس لیے کہ بہترین ملازم وہ شخص ہے جو قوی بھی ہو اور امانت دار بھی۔

③ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنھوں نے اپنے بعد حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے منتخب فرمایا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۶۱۵)

حضرت شعیب علیہ السلام کی عجیب فراست

الغرض! حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے جان لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوئی معمولی آدمی نہیں ہے؛ بلکہ یہ اللہ کے ولی ہیں؛ اس لیے اس بیٹی نے اپنے گھر میں خدمت کے واسطے ان کو رکھنے کی درخواست کی، جب بیٹی کی یہ درخواست حضرت شعیب علیہ السلام نے سنی تو انھوں نے بھی بڑی عقل مندی کا ثبوت دیا کہ خدمت کے لیے رکھنے کے بجائے خاندان کا ایک فرد بنالیا جائے اور کہا:

قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ (القصص)

ترجمہ: اس (لڑکی کے ابا) نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میری ان دو لڑکیوں میں سے ایک کا تمھارے ساتھ نکاح کرا دوں، نکاح کی شرط یہ رہے گی کہ تم میرے یہاں آٹھ سال اجرت پر کام کرو، سو اگر تم دس سال پورے کرو تو یہ تمھاری مرضی کی بات ہوگی، میں تمھارے اوپر تکلیف ڈالنا نہیں چاہتا، ان شاء اللہ! تم مجھے اچھا معاملہ کرنے والوں (بھلے لوگوں) میں سے پاؤ گے۔

دین داری دیکھ کر شادی کرنی چاہیے

اس نوجوان کو حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ: اے مسافر! میں تیرے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کروانا چاہتا ہوں؛ حالاں کہ حضرت شعیب علیہ السلام جانتے تھے کہ اس کے پاس ہمارے شہر میں گھر نہیں ہے، آمدنی (Income) نہیں ہے، نہ ملازمت ہے، نہ دکان ہے، نہ بینک میں جمع روپے ہیں، نہ پیسے ہیں، نہ کار ہے، نہ کاروبار، اس کے پاس کوئی چیز نہیں ہے، یہ تو پردیسی مسافر ہے؛ لیکن حضرت شعیب علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ یہ مسافر نیک ہے، اللہ والا اور متقی ہے، دین دار ہے، میری بیٹی کے لیے نیک شوہر سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟ اگرچہ وہ غریب ہے؛ لیکن دین داری تو ہے؛ اس لیے حضرت شعیب علیہ السلام نے سیدھی شادی کی درخواست کر دی۔

جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا وہ بیوی کے حقوق ادا کرے گا

میں اپنی کنواری بہنوں کو خاص بات بتلاتا ہوں کہ شوہر کا انتخاب کرتے وقت پہلی چیز لڑکے میں دین داری دیکھ لینا چاہیے کہ وہ نیک اور نمازی اور اللہ والا ہے یا نہیں، اگر وہ نیک ہے تو ان شاء اللہ! تمھاری زندگی چین و سکون سے گذرے گی، جس کے دل

میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا وہ کبھی آپ کو پریشان نہیں کرے گا، باقی مال و دولت سب کچھ ہیں؛ لیکن دین داری نہیں ہے تو یاد رکھو کہ وہ آپ کو کب تک راحت اور چین و سکون دے اور کب غلط راستے پر چلا جاوے اس کی کوئی ضمانت نہیں ہے، کب کسی اور کے چکر میں پھنس جائے، اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔

اس لیے میری دینی بہنو! جب بھی آپ اپنی بیٹی کے لیے شوہر تلاش کرو تو پہلے اس میں دین داری دیکھو، حضرت موسیٰ علیہ السلام دین دار تھے، حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کی دین داری دیکھ کر سامنے سے شادی کی پیش کش کی۔

شادی کا پیغام کون دیوے؟

قرآن کے ایک لفظ پر غور کرو:

اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَكَ.

اے موسیٰ! میں اپنی لڑکی کا نکاح تم سے کرنا چاہتا ہوں۔

دینی بہنو! اس میں دو مسئلے سمجھنے کے ہیں: ایک یہ کہ لڑکی کا باپ خود بھی شادی کا پیغام دے سکتا ہے، آپ کے گھر میں اگر کوئی جوان لڑکی ہے اور آپ نے کوئی دین دار لڑکا دیکھ لیا ہے تو آپ اپنے شوہر سے کہو کہ: فلاں لڑکا نیک ہے، ہماری لڑکی کے لیے پیغام دو کہ ہم آپ کے لڑکے سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہتے ہیں، اس میں کوئی شرم کی بات نہیں ہے، یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے بھی ثابت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود چل کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میری بیٹی حفصہ کے ساتھ آپ شادی کرلو۔

انھوں نے چند روز بعد معذرت کردی۔

پھر خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ: میری بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلو۔

اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے، دراصل ان کو پتا چل گیا تھا کہ خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں، پھر واقعتاً حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔ (بخاری، کتاب النکاح، حدیث: ۵۱۲۲)

دینی بہنو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سامنے سے پیش کش (Offer) کی، یہ طرزِ عمل سبق ہے؛ اس لیے اگر کوئی نیک اور دین دار لڑکا ہے تو پھر اس انتظار میں نہ رہو کہ وہ آکر ہم سے کہے؛ بلکہ ہم خود بھی پیغام بھیج سکتے ہیں اور یہ بات کوئی خلافِ شریعت نہیں ہے۔

رشتہ طے کرنے میں مشفق والدین کو ہی آگے رکھو

دوسرا بہت اہم نکتہ (Point) جو میں اپنی جوان بہنوں کو سمجھانا چاہتا ہوں، قرآن کے اس لفظ پر غور کرو:

اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَكَ.

حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ: میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کرنا چاہتا ہوں۔

اِس سے ہمیں یہ سیکھنے کو ملا کہ لڑکیاں خود چل کر رشتہ طے کرنے کا کام نہ کریں؛ بلکہ یہ کام ان کے ماں باپ کریں گے، یہ قرآنِ کریم کے اندازِ بیان سے ہم کو معلوم ہوا، نیز شریعت کا مزاج اور اس کی چاہت بھی یہی ہے، لڑکے اور لڑکیاں خود پسند نہ کریں۔

آپ برا نہ مانیں، مجھے کھل کر کہنے دیں کہ آج ہماری بہنوں میں یہ عادت پڑ رہی

ہے کہ وہ خود اپنا رفیقِ حیات (Life partner) تلاش کرتی ہیں، پھر اپنے ماں باپ کو مجبور کرتی ہیں کہ میں اس کے ساتھ ہی شادی کروں گی؛ ورنہ یہ کروں گی وہ کروں گی۔

میری دینی بہنو! یہ عادت بہت ہی خطرناک اور شریعت کے مزاج کے بالکل خلاف ہے، اس میں کتنے گناہ ہوتے ہیں، ایک لڑکی کسی دوسرے لڑکے کو شہوت کی نظر سے دیکھتی ہے، تو آنکھ کے گناہ میں مبتلا ہوئی، پھر وہ لڑکی اس لڑکے کے ربط میں رہے گی، فون، میسیج یا انٹرنیٹ پر چیٹینگ (Chating) کے ذریعے سے تعلقات بڑھیں گے، محبت ناموں (Love Letter) کا سلسلہ شروع ہوگا، یہ مستقل الگ الگ گناہ ہیں، پھر اس کی راتیں اور دن اس کے چکّر میں برباد ہوں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری جوان بہنوں کی اس سے حفاظت فرماوے۔

خود انتخاب کرنا مستقبل میں بڑے نقصان کا ذریعہ بن سکتا ہے معاشقے والی شادی میں خیر و برکت نہیں

میری دینی بہنو! اس طرح انتخاب کا کام آپ خود کسی لڑکے کے ساتھ کرو، یہ کئی گناہوں کا مجموعہ ہو سکتا ہے، اس طرح ناجائز طریقہ اختیار کر کے جو شادی ہوگی تو اس شادی میں کوئی خیر و برکت نہ ہوگی، جیسے کہ کوئی بلڈنگ بنائے اور اس کی بنیاد کچی ہو، پھر اوپر عمارت چاہے کیسی ہی مضبوط تعمیر کر دیوے، وہ بلڈنگ گر جاتی ہے؛ کیوں کہ اس کی بنیاد غلط ڈالی گئی تھی، اسی طرح اگر تمھاری شادی والی زندگی کا آغاز حرام تعلق اور حرام محبت سے ہوا ہے تو اس شادی میں کبھی خیر و برکت نہیں آسکتی۔

جو لڑکا اپنے ماں باپ کو ناراض کر کے آج اپنا دل دے سکتا ہے، وہ کل آپ کو

بھی ناراض کر کے کسی اور کو بھی تو اپنا دل دے سکتا ہے!

جس ماں نے نو مہینے پیٹ میں اٹھایا، جس ماں نے دو سال اپنی چھاتی سے دودھ پلایا، جس ماں نے تم کو بچپن میں بڑی محبت سے پالا، آج جب کہ تم جوان ہوگئی، تو اپنی ماں کو ناراض کر رہی ہے، یاد رکھو، میری دینی بہنو! اگر اپنی ماں کا دل دکھا کر تم شادی کروگی تو اس میں کوئی خیر و برکت نہیں ہوگی۔

یہی حال اس لڑکے کا بھی ہے جو اپنی ماں کو بھول جائے، ماں کو ناراض کر کے اور غلط تعلق کر کے تم سے شادی کر لے، وہ لڑکا تم کو بھی بھول سکتا ہے؛ چوں کہ عام طور پر ایسے رشتوں میں لڑکے اور لڑکی دونوں کے والدین ناراض ہوتے ہیں، ایسے بہت سارے قصے ہمارے پاس موجود ہیں، اس قسم کی ازدواجی زندگیاں آج کڑواہٹ کی شکار ہیں؛ اس لیے ایسی غلطی کبھی مت کرنا، یہ ایک سیدھا راستہ ہے کہ اپنے ماں باپ سے انتخاب کرا کر پھر شادی کرو، یا جائز طریقے سے کسی لڑکے کے متعلق آپ کو معلومات ہوئی ہے کہ یہ لڑکا مناسب ہے تو ماں باپ سے عرض کر دو: فلاں لڑکا ٹھیک معلوم ہوتا ہے، اس سے رشتے کی بات آگے بڑھاؤ، پھر ماں باپ پیغام دیوے، رشتہ طے کرے، اسی میں خیر و برکت ہے۔

ناجائز تعلقات سے توبہ

اگر کسی بہن کی عشق والی شادی (Love Marriage) یا کسی لڑکے سے ناجائز تعلق ہوگیا تو ایسی بہنوں سے میری درخواست ہے کہ رو رو کر اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں، بار بار صلوۃ التوبہ پڑھیں، رو رو کر آنسو بہا بہا کر اللہ تعالیٰ سے اپنے پچھلے گناہ

معاف کرائیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ. (ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر التوبۃ، حدیث: ۴۲۵۰)

ترجمہ: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوجاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

کوئی آدمی توبہ کرے تو گویا اس کے تمام گناہ مٹ گئے۔

نیز تمھارا تجربہ بھی کم ہے، تم صرف اچھی آواز اور حسین ادائیں دیکھ کر انتخاب کروں گی، والدین ان جذباتی اور عارضی چیزوں سے آگے کی چیزیں دیکھ کر انتخاب کریں گے، والدین واقعی مناسب خوبیاں دیکھیں گے؛ اس لیے مناسب یہی ہے کہ ان کے تجربے سے آپ فائدہ اٹھائیں۔

انٹرنیٹ اور موبائل کی نحوست

میری دینی بہنو! پچھلے دنوں ہمارے دارالافتاء میں انٹرنیٹ کے ذریعے ناجائز تعلقات کا ایک قصہ آیا تھا، ہمارے استاذِ محترم حضرت مفتی عباس صاحب بسم اللہ دامت برکاتہم نے ہم کو یہ قصہ سنایا تھا کہ:

ایک لڑکی نے انٹرنیٹ کے ذریعے کسی لڑکے کو اپنا دوست (Boy friend) بنالیا، کہاں کا لڑکا، کہاں کی لڑکی، یہ انٹرنیٹ اور موبائل کا وبال، ان دونوں کے تعلقات آگے بڑھ گئے اور شادی ہوگئی، جس وقت وہ لڑکی شادی کر کے اس لڑکے کے گھر خوشیوں، ارمانوں اور شبِ زفاف کے میٹھے خوابوں کے ساتھ گئی تو پتا چلا کہ وہ لڑکا تو پہلے سے شادی شدہ ہے اور اس کے بچے بھی ہیں، اس لڑکی کو اس کے شادی شدہ ہونے کی خبر بھی نہیں تھی اور اس لڑکی کو تو اس نے سیکنڈ (دوسرے) نمبر پر رکھا تھا، اس بات کے

سنتے ہی وہ اداس اور غم زدہ رہنے لگی، اس کی خوشیاں ساری اڑ گئیں۔

(اگرچہ شرعی طریقے سے دوسری بیوی کرنا گناہ نہیں ہے)۔

میری دینی بہنو! ایسے دھوکے اور فریب کے واقعات سامنے آرہے ہیں؛ اس لیے شریعت نے جو طریقہ بتایا ہے کہ ماں باپ کو بیچ میں رکھ کر کام کرو، اس میں بہت خیر و برکت اور سلامتی ہے۔

تین کاموں میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے

ماں باپ کو بھی شریعت نے یہ نصیحت کردی کہ جب تمھاری بیٹی کے لیے نیک لڑکا ملے، فوراً اپنی بیٹی کی شادی کرادو، دیر مت کرو، لڑکی کو ایسے ہی بٹھا کر رکھوگے تو یہ بھی فتنے کا ذریعہ ہے، حدیث میں آتا ہے کہ تین کاموں میں کبھی دیر مت کرنا:

① اذان ہوجائے تو نماز جلدی پڑھو۔

② کسی کی وفات ہوجائے تو غسل، کفن، دفن میں جلدی کرو۔

③ جب بیٹا، بیٹی جوان ہوجائے تو شادی کرانے میں ہرگز تاخیر مت کرو؛ ورنہ خطرناک فتنوں کا ڈر ہے، یہ باتیں حدیث شریف کی ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ: يَاعَلِيُّ! ثلاثٌ لَاتُؤَخِّرْهَا: اَلصَّلاةُ إِذَا اٰنَتْ وَالجِنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُوًا. (ترمذی، حدیث: ۱۷۱)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تین کاموں میں دیر نہ کرو! اذان ہو جاوے تو نماز جلدی ادا کرلو، جنازہ آجاوے تو جلدی اس کی نماز پڑھ لو، بے نکاح کا جب مناسب جوڑا مل جاوے تو نکاح کردو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی

حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی کی بات چل رہی تھی، جب حضرت شعیب علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ اجنبی جس کو ہم اپنی بیٹی کے لیے شادی کا پیغام دے رہے ہیں، وہ تو پردیسی آدمی ہے، جیب میں پیسے نہیں، کھانے پینے کی تکلیف ہے، وہ کیا مہر دے گا؟ تو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اس لڑکی کے ابا نے مہر یہ رکھی:

عَلَىٰٓ أَن تَأْجُرَنِى ثَمَٰنِىَ حِجَجٍ ۖ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ.

اے موسیٰ! ہمارے گھر رہو، ہماری بکریاں چراؤ، گھر کا کام کاج کرو، اور ان کاموں کا جو معاوضہ ہوگا ہم آپ کو دیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف سے بات چیت کے درمیان دو باتیں سامنے آئیں:

① حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرائیں اور اس کی اجرت طے ہو جائے۔

② دو میں سے ایک بیٹی متعین کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے شادی کر لیں اور اس کی مہر بھی متعین ہو جاوے۔

اللہ اکبر! اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کیسی غربت کہ شادی کے لیے مہر کی رقم بھی نہیں، مہر میں بکریاں چراؤ، گھریلو خدمت کرو اور یہ ایک دو سال نہیں، پورے آٹھ سال تک اور حضرت شعیب علیہ السلام نے کہہ دیا کہ: اگر دس برس خدمت کرو گے تو بہت ہی اچھا ہوگا۔

چناں چہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک صاحب زادی

سے نکاح کیا اور دس سال تک خدمت کی اور اس طرح خدمت کرکے مہر ادا کیا، جس لڑکی سے نکاح ہوا اس کا نام ''صفورا'' تھا۔

انبیا علیہم السلام حق داروں کو زیادہ دیتے ہیں

آٹھ اور دس سال دو مدتوں کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اختیار دیا گیا تھا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہمیشہ اچھا برتاؤ ہوتا ہے، وہ ہمیشہ جھکتا ہوا تولتے ہیں؛ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اکثر مدت؛ یعنی دس سال والی مدت قبول فرما کر اتنی طویل خدمت کی، اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو حق سے زیادہ دیتے ہیں، خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہ مبارک طریقہ تھا کہ حق داروں کو حق سے زیادہ دیتے تھے۔ (طبری:۱۱/۶۵)

معاملات کے موقع پر اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو

اس موقع پر جب یہ ملازمت کا معاملہ طے ہو رہا تھا، حضرت شعیب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو وکیل بنایا اور یہ بھی بڑی بات ہے، معاہدات اور معاملات میں اللہ تعالیٰ کو وکیل رکھو، ان شاء اللہ! اس میں کامیابی ہوگی؛ ورنہ کتنے معاہدات کس طرح اڑ جاتے ہیں اور ٹوٹ جاتے ہیں وہ ایک عجیب داستان ہے۔

نوکروں کے حقوق

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا:

﴿سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ﴾

یعنی میں بُری طبیعت کا آدمی نہیں ہوں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیک طبیعت ہوں، میرے ساتھ رہ کر انس حاصل کروگے، اچھا برتاؤ دیکھوگے۔

معلوم ہوا کہ نوکری کرنے والے مزدوروں اور خدمت کرنے والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے، ان کو کپڑے، کھانا اچھا دینا چاہیے، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ان پر زیادتی نہ کریں، ان سے طاقت سے زیادہ یا طے شدہ معاہدے سے زیادہ کام نہ لیویں، زیادہ ذمے داریاں ان پر نہ ڈالیں۔

سسرال میں داماد کا قیام

خیر! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی ہوگئی اور سسرال میں حضرت شعیب علیہ السلام کے یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام ٹھہر گئے۔

داماد کے لیے اس طرح کے حالات ہوں تو وہ سسرال میں قیام کرسکتا ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں، اس کو ہمارے یہاں ''گھر داماد'' کہتے ہیں، آپ کے ان (ملاوی، زانبیا) ملکوں میں تو بہت سارے داماد ہندوستان وغیرہ سے ''گھر داماد'' بن کر ہی آتے ہیں۔

خسر کی طرف سے داماد کو کچھ دینا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے خسرِ محترم نے عصا ہدیے کے طور پر دیا تھا، کہتے ہیں کہ: وہ عصا جنّتی تھا، اِس سے ہمارے مشفق بزرگ حضرت قاری صدیق صاحب باندوی رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ نکاح کے موقع پر یا بعد میں خسر اپنے داماد کو اپنی خوشی سے کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے؛ بلکہ دینا چاہیے؛ لیکن داماد خود مطالبے پیش نہ کریں،

نہ زبردستی مانگیں، بعض مرتبہ خسر سے اپنے مطالبات پورے کروانے کے لیے بیوی پر ظلم تک کیا جاتا ہے، نعوذ باللہ من ذالک!!!

حلال طریقے سے ضروریات کی تکمیل میں پیغمبروں کا طریقہ

کیا عجیب اللہ تعالیٰ کے نبی کا جذبہ ہے، حلال طریقے سے اپنی شرم گاہ اور پیٹ کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اپنے آپ کو ایک لمبے عرصے؛ یعنی دس سال تک ملازمت پر دے دیا، یہ ایک سبق کا مقام ہے، آج ان دونوں ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے حرام طریقے اور ظلم وزیادتیاں ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مصر کی طرف روانگی

دس سال جب پورے ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خسر حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا: اب مجھے مصر یاد آرہا ہے، اب میں اپنے وطن مصر میں اپنی ماں اور بہن وغیرہ سے ملنا چاہتا ہوں، میری بیوی کو لے کر جارہا ہوں، یہ کہہ کر آپ اپنی بیوی کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہو گئے، مصر جاتے وقت راستے میں بیوی کو ولادت کا وقت آگیا اور اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت اور پیغمبری عطا فرمائی۔ (روح المعانی: ۱۰/ ۲۸۰)

یہ سارا واقعہ اِس نیت سے سنایا کہ اس واقعے میں حیا، عبرت اور نصیحت کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور زمانے کے فتنوں سے ہم سب کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العٰلمین

فرعون کی بیوی
حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا
ایمان تازہ کرنے والا واقعہ

مختصر تعارف

نام ونسب: آسیہ بنتِ مزاحم بن عبید بن الریان بن الولید۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سیدہ آسیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قبیلے میں سے اسرائیلی خاتون تھیں۔

بعض حضرات نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پھوپھی تھیں۔

علامہ آلوسیؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ ان کا تعلق بنی اسرائیل سے نہیں؛ بلکہ مصری عمالیق سے تھا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ: محترمہ سیدہ آسیہ رضی اللہ عنہا فرعون کے چچا کی بیٹی تھیں۔

سب سے پہلے یہی عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھیں۔

ان کے خاوند فرعون کا نام ''الولید بن مصعب'' یا ''ظلمی'' تھا۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے ایمان کی خاطر ایسا شوہر چھوڑا جو دنیا کا بڑا بادشاہ سمجھا جاتا تھا، باری تعالیٰ کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا یہ طرزِ عمل اتنا پسند آیا کہ دونوں جہانوں کے سردار: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت میں ان کا نکاح کروائیں گے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۰۰۶، روح المعانی: ۱۰/ ۲۵۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ وَاَهْلِ بَيْتِهِ وَاَهْلِ طَاعَتِهِ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں (کی تسلی) کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی جب اس عورت نے دعا کی: اے میرے رب! میرے لیے جنّت میں آپ اپنے قریب ایک گھر بنا دیجیے اور مجھے فرعون اور اس کے (برے) کام سے نجات دیجیے اور مجھے ظالم قوم سے نجات عطا فرمائیے۔ (التحریم)

فرعون کے کارنامے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت

یہ آیتِ مبارکہ سورۂ تحریم کی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑے ظالم فرعون کی بیوی کا پاکیزہ قصہ بیان فرمایا ہے۔

فرعون لقب کے بادشاہ الگ الگ زمانے میں ہوا کرتے تھے، یہ مصر کے

بادشاہوں کا لقب ہوا کرتا تھا، یہاں جس فرعون کا ذکر ہے، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون ہے، اس فرعون نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بہت ناشکری کی تھی، اس کو اللہ تعالیٰ نے مصر کا بادشاہ بنایا تھا اور سونا، چاندی، زیورات اور مال و دولت اور دوسری بہت ساری نعمتوں سے مالا مال کیا تھا، تندرستی بھی ایسی ملی تھی کہ ایک لمبے زمانے تک اس کو سر کا درد تک نہیں ہوا تھا؛ لیکن اس ظالم نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ملنے پر اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی اور لوگوں سے یوں کہا:

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى. (النازعات:۲۴)

ترجمہ: میں تمھارا بڑا خدا ہوں۔

اس نے لوگوں میں چھوٹی چھوٹی مورتیاں تقسیم کر رکھی تھیں، جن کی گھروں میں عبادت کی جاتی تھی اور کہا تھا کہ: یہ تمھارے چھوٹے خدا ہیں اور میں تمھارا بڑا خدا ہوں، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایمان کی دعوت لے کر اس کے پاس بھیجا کہ: اے موسیٰ! تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو ایک اللہ کی عبادت کے لیے بلاؤ اور سمجھاؤ کہ وہ خدائی کا دعویٰ چھوڑ دے اور ایک اللہ کی عبادت کرنے والا بن جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بچپن کا واقعہ

میری دینی بہنو! عجیب بات یہ ہے کہ اس ظالم فرعون کے محل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بچپن گذر رہا تھا، اُس کا پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ پیچھے گذر چکا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صندوق فرعون کی بیوی آسیہ کے پاس پہنچا اور اس نے اس صندوق کو کھولا تو ایک معصوم نورانی شکل والا بچہ اس میں سویا ہوا تھا، فرعون کی بیوی حیرت میں پڑ گئی کہ اس میں اتنا خوب صورت بچہ نکلا!!!

چہرے پر نیکی یا گناہ کے اثرات

چھوٹے بچے سے لوگ بہت پیار کرتے ہیں؛ اس لیے کہ بچے کا چہرہ معصوم ہوتا ہے، اس کے چہرے پر گناہ کی گندگی نہیں ہوتی؛ اس لیے ہر آدمی بچوں سے پیار کرتا ہے اور ہمارے چہروں پر، ہمارے دل و دماغ پر گناہوں کی گندگی لگی رہتی ہے؛ اس لیے لوگ ہم سے نفرت کرتے ہیں اور ہم سے دور دور بھاگتے ہیں۔

لیکن بعض اللہ کی بندیاں اور بندے - اولیا، علما، صلحا، متقی - ایسے ہوتے ہیں کہ وہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں اور اگر گناہ ہو جاوے تو رو رو کر اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، نتیجتاً لوگ ان سے محبت کرتے ہیں، ان سے ملاقات کرتے ہیں، ان سے ملنا پسند کرتے ہیں۔

اسی طرح جو لوگ حج اور عمرہ کر کے مکہ، مدینہ جا کر آتے ہیں تو لوگ ان کو بہت شوق سے ملنے جاتے ہیں؛ کیوں کہ مبارک جگہ پر جا کر ان لوگوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی، معافی مانگی، جس کی وجہ سے ان کے چہرے سے گناہ کا کالا پن ختم ہو گیا اور ان کے چہروں پر نور آ گیا۔

ہم بھی رمضان کے اِس مبارک مہینے میں سحری اور افطاری کے وقت، رات کو تہجد میں بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں گے، آنسو بہائیں گے تو ان شاء اللہ! ہمارے گناہ معاف ہو جائیں گے اور ہمارے چہروں اور دلوں سے گناہوں کے اثرات ختم ہو جاویں گے اور ان شاء اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی محبوب بن جاویں گے اور لوگ بھی ہم سے محبت کرنے لگیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے کی نورانیت

سب سے بڑی بات یہ کہ وہ بچہ کل اللہ کا نبی اور رسول بننے والا تھا؛ اس لیے ''نبوت'' کا نور اس کے چہرے پر چمک رہا تھا، جس کی وجہ سے چہرہ جگمگا رہا تھا اور خود اللہ تعالیٰ نے اس معصوم بچے کے چہرے پر محبت ڈال دی تھی، جو بھی اس کو دیکھتا اس سے پیار اور محبت کرتا، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے:

وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ. (طه)

اے موسیٰ! ہم نے آپ کے چہرے پر بچپن میں ایسی کشش اور جاذبیت اور محبوبیت رکھ دی کہ جو تم کو دیکھتا محبت کرتا، پیار کرتا۔

گویا کہ تین طرح کی خوبیاں آپ کے اندر جمع ہوگئیں:

① بچپن کی معصومیت۔

② نبوت کا نور۔

③ آپ کے چہرے پر اللہ تعالیٰ نے محبوبیت رکھ دی تھی۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا بیٹا بنالیا

بہرحال! فرعون کی بیوی نے اس معصوم بچے کو دیکھا تو فوراً اس کو اپنی گود میں اٹھا لیا، فرعون اگرچہ بادشاہ تھا؛ لیکن اولاد سے محروم تھا؛ اس لیے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اس بچے کو اپنی گود میں اٹھا لیا، فرعون کی پولیس کو پتا چلا کہ آسیہ کے پاس کوئی بچہ آیا ہے تو فرعون کے حکم کے مطابق اس بچے کو قتل کرنے کے لیے پولیس والے آگئے۔

جب پولیس فرعون کی بیوی کے پاس پہنچی تو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے ان کو کہا کہ:

ٹھہر جاؤ، قتل میں جلدی نہ کرو، میں اپنے شوہر فرعون کے پاس جاتی ہوں اور اس سے درخواست کرتی ہوں، اگر وہ اس بچے کی جان معاف کردے تو ٹھیک ہے؛ ورنہ میں تمھارے کام میں رکاوٹ نہ بنوں گی۔ (طبری:۸/ ۴۱۵، قرطبی:۱۱/ ۱۳۲)

عورتوں کی ضد میں عجیب طاقت

فرعون کی بیوی نے جا کر اس بچے کو فرعون کی گود میں رکھ دیا اور کہا کہ:

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا. (القصص:۹)

ترجمہ: اور فرعون کی بیوی (فرعون سے) کہنے لگی: (یہ بچہ) میری اور تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے، اس کو تم قتل مت کرو، شاید کہ (یہ بچہ) ہم کو کام آئے گا یا اس کو ہم (اپنا) بیٹا بنالیں گے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے کتنی پیاری بات نکلی!!!

جب یہ بات حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے کہی تو فرعون نے اپنی بیوی کی اس ضد اور اصرار کو مان لیا اور اس بچے کو قتل کرنے سے معافی دے دی؛ گویا بیوی کی ضد کی وجہ سے فرعون نرم پڑ گیا اور مجبور ہو کر بچے کو معاف کر دیا۔

عورتیں اپنی ضد کو دینی امور میں استعمال کریں

اِس جگہ میں اپنی دینی بہنوں سے ایک بات کہا کرتا ہوں کہ: اللہ تعالیٰ نے تمھاری زبان اور ضد میں وہ طاقت رکھی ہے کہ فرعون جیسے ظالم لوگ بھی مجبور ہو جاتے ہیں، تو میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی زبان اور ضد کو دینی کاموں میں استعمال

کرو، آپ کا شوہر بے نمازی ہے اس کو ضد اور اصرار کر کے، سمجھا کر نمازی بناؤ، اگر داڑھی نہیں رکھتا ہے تو سمجھا کر اس کو شریعت کے مطابق داڑھی کے لیے تیار کرو، اگر شوہر اسلامی لباس نہیں پہنتا ہے، مسنون وضع قطع نہیں اپناتا، تو اسلامی کپڑے پہننے کی دعوت دو، غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان میں یہ طاقت دی ہے کہ آپ اپنی زبان کے ذریعے سے اپنے شوہر اور اپنی اولاد کی دینی زندگی بنا سکتی ہو۔

زبان سے نکلنے والے جملے سے ایمانی نوازش یا ایمان سے محرومی کا فیصلہ ہوتا ہے

بہر حال! فرعون نے اس بچے کی جان کو معاف کر دیا اور کہہ دیا کہ: میں اس بچے کو قتل نہیں کروں گا؛ لیکن عجیب بات میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں کہ پہلی بات جو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زبان سے کہی تھی:

قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ.

اے فرعون! یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

فرعون نے اس پر یہ کہا کہ: اے آسیہ! تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، میری آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں ہے، فرعون کا یہی جملہ اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہوا۔

نسائی شریف میں ایک حدیث ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرعون اُس وقت حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ساتھ یہ کہہ دیتا کہ: ہاں! تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور میری بھی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو اللہ تعالیٰ فرعون کو ایمان کی دولت

سے مالا مال کر دیتا۔ (السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب التفسیر، حدیث الفتون، حدیث: ۱۱۲۶۳)

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا یہ بول اتنا پسند آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی دولت سے نواز دیا اور فرعون کا بول اتنا ناپسند ہوا کہ اس کو ایمان کی دولت سے محروم کر دیا۔

جو کچھ بولو سوچ کر بولو

اِس جگہ رک کر میں آپ سے ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں، اپنی زبان سے جب بھی کچھ بولو تو بہت سوچ کر بولا کرو؛ اس لیے کہ کبھی ہماری زبان سے کوئی بات ایسی نکل جاتی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں اور ہماری بہنیں جب غصے میں ہوتی ہیں تو اپنے بچوں کے لیے بددعا اور لعنت کر بیٹھتی ہیں اور کبھی کبھی غصے میں آکر اپنے شوہر کو بھی لعنت کرتی ہیں۔

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ کے یہاں دعا کی قبولیت کا وقت کونسا ہوتا ہے ہم نہیں کہہ سکتے، ہم کو معلوم نہیں کون سی گھڑی دعا کی قبولیت کی ہے، اب اگر ہم نے اپنی اولاد اور اپنے شوہر پر بددعا اور لعنت شروع کر دی اور یہی وقت دعا کے قبول ہونے کا ہو تو یہ بددعا اور لعنت اپنی اولاد اور اپنے شوہر پر لگ جاتی ہے؛ اس لیے جب ہماری اولاد ہماری نافرمانی کریں، کہنا نہ مانیں تب بھی اولاد کو بددعا کے الفاظ نہ کہو؛ ورنہ اگر یہی وقت قبولیت کا ہوا تو پھر بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ایک عورت کی بددعا کا واقعہ

ہمارے یہاں راندیر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا احمد رضا صاحب اجمیری رحمہ اللہ

-شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری رشید احمد صاحب اجمیری مدظلہ العالی کے والدِ مرحوم- بہت بڑے اللہ کے ولی تھے، زندہ دل تھے، حضرت کسی عورت کی بددعا کا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے، وہ واقعہ میں آپ کو سناتا ہوں۔

حضرت شیخ مولانا احمد رضا اجمیریؒ کا اصل وطن سرحدی علاقہ ہے، اس علاقے کے پٹھان لوگوں میں آج بھی یہ بات بہت مشہور ہے کہ بدن سے آواز کے ساتھ ہوا خارج کریں تو ان کے یہاں بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے قاری یعقوب مملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ-امام وخطیب مسجد غریر، دوبئی-فرماتے ہیں کہ: ان پٹھانوں کے یہاں آواز کے ساتھ ریح خارج کرنا شرک جتنا بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔

ان پٹھانوں کے یہاں آج بھی خاندانی نظام ہے کہ ایک ہی گھر میں سارے لوگ کئی کئی بھائی بہو وغیرہ پوری فیملی مل کر رہتی ہے۔

واقعہ اس طرح ہے کہ کسی گھرانے میں چار، پانچ بہوئیں تھیں اور ہر ایک کا ایک چھوٹا بچہ تھا، کسی کا بچہ تو کسی کی بچی تھی اور سب بچے ایک ہی جگہ بستر پر سو رہے تھے اور سب بہوئیں اپنے اپنے کام میں مشغول تھیں، اتنے میں ایک بچے کو آواز کے ساتھ زور سے ہوا نکل آئی، وہاں کے عرف میں سب کے لیے یہ معیوب چیز تھی، وہ چھوٹے سے بچے سے صادر ہوئی تھی؛ لیکن تعیین کے ساتھ یہ پتا نہیں چلا کہ کس بچے کو ہوا خارج ہوئی، سب کو یہ ناگوار گزرا تو ایک بہو نے کام کرتے کرتے ناگواری کے عالم میں زبان سے بددعا کے الفاظ بول دیے کہ:

اگر میرے بچے سے یہ ہوا خارج ہوئی ہے تو وہ مرجائے۔

میری دینی بہنو! یہی وقت اللہ تعالیٰ کے یہاں دعا کی قبولیت کا رہا ہوگا اور حقیقت

یہ ہوئی کہ جس بچے سے آواز کے ساتھ ریح خارج ہوئی تھی وہ اس بد دعا دینے والی بہو ہی کا بچہ تھا، وہ فوراً مر گیا، تھوڑی دیر بعد جب ان لوگوں نے جا کر ان بچوں کو دیکھا تو اس بد دعا دینے والی بہو کا بچہ مر چکا تھا۔

یہ ہے ماں کی بد دعا کا اثر؛ اس لیے میری دینی بہنو! آپ چاہے غصے میں ہوں یا عام حالات میں؛ ہرگز اپنے بچوں کو بد دعا مت دو۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا ایک اچھا جملہ اللہ تعالیٰ کو پسند آیا

بہرحال! حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زبان سے اِس صندوق سے نکلنے والے بچے کے لیے ایک اچھا جملہ بول دیا کہ: یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، حدیث میں آتا ہے کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا یہ جملہ اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی دولت سے نواز دیا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جوان ہو گئے، شادی بھی ہو گئی اور نبوت بھی مل گئی اور فرعون کے دربار میں ایمان کی دعوت لے کر آئے، تو اس وقت فرعون نے آپ کی اس دعوت کو قبول نہیں کیا اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے ایمان قبول کر لیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ

فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو سمجھتا تھا اور اس کے درباریوں نے بھی معجزات کو جادو سے تعبیر کیا تھا؛ اس لیے فرعون نے جادوگروں کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرایا، اس موقع پر مصر کے ہزاروں جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے، اسی زمانے میں فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بھی ایمان لائی تھیں؛

اس لیے کہ جب جادوگروں سے مقابلہ کرایا تھا تو مصر کی پوری قوم کو بھی مقابلہ دیکھنے کے لیے جمع کیا گیا تھا:

وَاَنۡ يُّحۡشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ (طه)

ترجمہ: اور یہ کہ چاشت (دن چڑھنے) کے وقت لوگ جمع کر لیے جائیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَقِيۡلَ لِلنَّاسِ هَلۡ اَنۡتُمۡ مُّجۡتَمِعُوۡنَ ﴿۳۹﴾ (الشعراء)

ترجمہ: اور لوگوں کو (اعلان کرکے) کہہ دیا گیا کہ: کیا تم بھی جمع ہوں گے؟

اللہ تعالیٰ نے ان جادوگروں کے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کامیابی عطا فرمائی اور سب جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان لے آئے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر فرعون کا ظلم

فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بھی اسی دور میں ایمان لے آئیں، فرعون کی بیوی کا ایمان لانا جب فرعون کو معلوم ہو گیا تو اس کو بہت غصہ آیا کہ میری بیوی بھی میرے دشمن ''موسیٰ'' پر ایمان لے آئی؟

اس سے پہلے فرعون اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا، اچھے اچھے کپڑے، قیمتی زیورات، راحت و آرام اور سجاوٹ کی عمدہ چیزیں اپنی بیوی کو دی تھیں، رہائش کے لیے ایک سونے کا محل بنایا تھا اور وہ بھی دریا کے کنارے ایک اونچے پہاڑ پر، جہاں نیچے سے پانی بہتا تھا؛ لیکن بیوی کے ایمان لانے کی وجہ سے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر مان لینے کی وجہ سے اس کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے دشمنی ہو گئی، اب فرعون

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے بہت نفرت کرنے لگا اور حد یہ ہوگئی کہ فرعون نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر بے تحاشا ظلم کرنا شروع کر دیا۔

اللہ ہم سب کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا جیسا ایمان نصیب فرمائے

میری دینی بہنو! حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کیسی ایمان والی عورت تھی، اللہ تعالیٰ ایسا ایمان آج کی ہماری بہنوں اور ہم سب کو نصیب فرمائے کہ شوہر کا ظلم برداشت کرتی ہے؛ لیکن ایمان نہیں چھوڑتی ہے، اللہ تعالیٰ کو اس عورت کی قربانی اتنی پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا قصہ قرآن میں بیان کر دیا:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ. (التحریم: ۱۱)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں (کی تسلی) کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی۔

یعنی ایمان والوں کے واسطے فرعون کی بیوی کا قصہ ایک نصیحت ہے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا مثالی ایمان

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ایک بڑی مثال ہے، اس میں بڑا سبق ہے، بڑی عبرت کی چیز ہے کہ عورت ذات ہو کر، کمزور ہونے کے باوجود اس ظالم کا ظلم برداشت کرتی ہے؛ لیکن ایمان اور اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں چھوڑتی ہے۔

میری دینی بہنو! آج ہم کو تو کوئی تکلیف نہیں ہے پھر بھی ہم معمولی معمولی باتوں کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کو چھوڑ دیتے ہیں۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی آگے کی حالت سنو! فرعون ضد پر اتر آیا کہ میں نے فیصلہ

کیا ہے کہ یا تو آسیہ ایمان کو چھوڑ دے اور مجھے خدا تسلیم کرے، یا میں اس کو قتل کردوں۔ اب اس نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو محل سے باہر نکالا، سخت گرمی کے دن تھے اور محل سے نکال کر گرم گرم ریت پر لٹا دیا۔

وہ عورت جس پر دنیا میں ملائکہ سایہ کرتے تھے

اللہ تعالیٰ کی عجیب مدد! جب گرم زمین پر ڈال کر ان کو ستایا جاتا اور فرعونی ظالم ہٹ جاتے تو اللہ تعالیٰ کے ملائکہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر سایہ کرتے تھے۔

فرعون نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے دونوں ہاتھ لمبے کروائے اور زمین پر پھیلائے اور دونوں ہتھیلی کے بالکل بیچ میں لوہے کی کیلیں زور زور سے مار کر زمین میں گاڑ دیں، اسی طرح دونوں پیر میں بھی کیلیں گاڑ دیں، ایذائیں دی جاتی تھیں، سخت تکلیف ہوتی تھی اور اسی تکلیف کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کو جنت کا محل دکھایا جاتا جس کی وجہ سے سب سختیاں اور تکلیفیں آسان ہوجاتیں؛ گویا آخرت کی نعمتوں کے مقابلے میں دنیوی تکالیف کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہیں۔ (طبری: ۱۲/ ۱۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہے کہ: فرعون نے اپنی بیوی آسیہ کو چار میخیں (کیلیں) لگائی تھیں: دو ہاتھ میں اور دو پیر میں؛ لیکن جب یہ ظلم کرنے والے اِدھر اُدھر ہوتے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان پر سایہ کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ: فرعون نے اپنی بیوی کو میخیں لگوائیں، سینے پر چکّی کا بڑا پاٹ رکھ دیا اور دھوپ میں ڈال دیا، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اِس بے بسی اور مظلومیّت کی حالت میں آسمان کی طرف سر اٹھایا اور یہ دعا کی:

رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: اے میرے رب! میرے لیے جنت میں آپ اپنے قریب ایک گھر بنا دیجیے اور مجھے فرعون اور اس کے (برے) کام سے نجات دیجیے اور مجھے ظالم قوم سے نجات عطا فرمایئے

دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے جنّت کا مکان ان کو دنیا ہی میں دکھلا دیا۔

چناں چہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے جب دنیا میں رہتے ہوئے جنّت کا محل دیکھ لیا تو فرعون کی سزا برداشت کرنا ان کے لیے آسان ہوگیا۔

وہ عورت جس نے دنیا میں جنت کا محل دیکھ لیا

ایک عجیب بات کتابوں میں لکھی ہے کہ جب دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں میں میخیں گاڑ دی گئیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو جنت والا مکان دکھلایا، جس کی وجہ سے وہ ہنسنے لگیں، اس پر کم بخت فرعون کہنے لگا: یہ کیسی پاگل عورت ہے، میں اس کو تکلیف دے رہا ہوں اور یہ ہنس رہی ہے؟

ہاں! حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی یہ ہنسی جو ظاہراً دنیوی تکلیف کے بیچ میں تھی وہ حقیقت میں آخرت کی نعمتوں کو دیکھ رہی تھی۔ (قرطبی: ۱۸۱/ ۱۳۲، مظہری: ۳۵۱/۹)

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا حسنِ خاتمہ

میری دینی بہنو! کیا گذری ہوگی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر؟ کیا حال ہوا ہوگا ان کا؟ دونوں ہاتھوں اور پیروں میں کیلیں لگی ہوئی ہیں، دونوں جگہوں سے خون نکل رہا ہے،

زمین بھی گرم ہے اور وہ کمزور عورت تڑپ رہی ہے، بے چین ہے، پریشان ہے؛ لیکن کہتی ہے: میں ایک اللہ کو مانتی ہوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا نبی مانتی ہوں۔

اللہ اکبر! کیسی ایمان والی عورت تھی؛ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا واقعہ قرآن میں ہمارے لیے سبق کے طور پر بیان فرما دیا، اتنی تکلیف ہونے کے باوجود وہ عورت اللہ تعالیٰ پر ایمان میں مضبوط رہی، کہہ دیا کہ: میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری، اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں چھوڑوں گی، ایمان کو اپنے ہاتھوں سے نہیں جانے دوں گی۔

اس کے بعد فرعون نے ایک بہت بڑا پتھر منگوایا اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو چت لٹا کر سینے پر رکھ دیا، اس کے بعد پھر دوسرا پتّھر ان کے سر کے پاس رکھوایا، پھر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو کہا جا رہا ہے کہ: اگر اپنا ایمان چھوڑ دے گی تو عزت کے ساتھ واپس محل میں لایا جائے گا؛ ورنہ تجھ پر بھاری پتھر گرا کر قیمہ قیمہ کر دیا جائے گا۔

یہ آخری مہلت دی گئی کہ آسیہ! اب اس پتھر کو تیرے منہ پر مارا جاوے گا اور تیرے سینے اور سر کو چُورا چورا کر دیا جاوے گا اور تجھے بالکل ختم کر دیا جاوے گا، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ لیا کہ میرا شوہر مجھے مارنے کے لیے تیار ہے۔ (طبری: ۱۲/ ۱۶۲)

مظلومیّت میں مانگی جانے والی دعائیں

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اِس موقع پر مجبوری، بے بسی اور بے چینی کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ دعا کیا تھی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قیامت تک کے لیے قرآن میں بیان فرما دیا۔

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت سے رکھیں؛ لیکن نعوذ باللہ! کبھی کسی کو ایسی

مظلومیت پیش آجائے تو ایسی مظلومیت کے عالم میں اگر ہم اللہ تعالیٰ سے مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری ضرورتوں کو پورا فرمائیں گے اور ہماری مدد کریں گے، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی مدد کرنے والا نہیں تھا، خود ان کا شوہر ہی ظلم کر رہا تھا، ایسی حالت میں حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول کرلیا۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی پہلی دعا

وہ دعا یہ تھی:

اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۱﴾ (التحریم)

ترجمہ: اے میرے پروردگار! آپ میرے لیے جنت میں اپنے پاس ایک محل تعمیر فرمایئے اور مجھے فرعون اور اس کے کرتوت سے نجات دیجیے اور مجھے اس ظالم قوم سے نجات دیجیے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے تین بڑی اہم دعائیں مانگیں:

① رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ.

ترجمہ: اے میرے رب! میرے لیے جنت میں اپنے پاس ایک محل تعمیر فرمایئے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا عشقِ الٰہی میں مقام

امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: آخری حالت میں اس عورت کی دعا میں جو عجیب سوال ہے اس پر غور کرو! پہلے اللہ تعالیٰ کا پڑوس مانگا: ﴿عِنْدَكَ﴾ اے اللہ! جنت میں

اپنے قریب گھر عطا فرمایئے۔

کیسی اللہ تعالیٰ کے عشق میں زندگی گزارنے والی عورت ہے کہ ایسی اضطرابی حالت میں بھی عشقِ الٰہی کا غلبہ ہے کہ جنت کے مکان سے پہلے اللہ کا جوار (قرب) مانگ رہی ہے!!! (ابن کثیر: ۴/۵۰۵)

حضرت آسیہ کی دوسری دعا اور اس کا اثر

② اے اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ میں نے ایمان کے واسطے فرعون کا محل چھوڑا ہے، سونے سے بنایا ہوا محل میں نے ایمان ہی کے خاطر چھوڑا ہے، اے اللہ! آپ کو راضی کرنے کے لیے چھوڑا ہے، اس کے بدلے میں مجھے جنت میں گھر عطا فرما دیجیے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ: ظالم فرعون حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ان کے چہرے پر پتھر نہ مار سکا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی روح کو قبض کر لیا اور سیدھا جنت کے عالی شان محل میں پہنچا دیا۔ (طبری: ۱۲/ ۱۶۲)

حضرت آسیہ کی تیسری دعا

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی تیسری دعا یہ تھی:

③ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾

اے اللہ! فرعون سے اور فرعون کے کفر وشرک والے کاموں سے مجھے نجات عطا فرمایئے اور فرعون کی مشرک قوم سے مجھے چھٹکارا دے دیجیے۔

چناں چہ فرعون اور فرعونی اعمال سے نجات مل گئی اور جنت میں اہلِ جنت کا ساتھ نصیب ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے وہ نعمت عطا فرمائی کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سوچ بھی نہیں سکتی تھی، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے فرعون جیسے ظالم شوہر کو ایمان کی خاطر محض اللہ تعالیٰ کے واسطے چھوڑا تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کیا نعمت عطا فرمائیں گے! کل قیامت کے دن جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل سے جنت میں داخلہ عطا فرمادیں گے، پھر جنت میں جانے کے بعد ایک پروگرام ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کروائیں گے۔ (روح المعانی:۲۸/۴۸۱، درمنثور:۵/۲۳۰)

کتنی بڑی دولت اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو دی!

یہ سب ایمان کی بنا پر فرعون کے ظلم کو برداشت کرنے کا بدلہ ہے۔

میری دینی بہنو! ایک عورت ذات اگر ایمان والی ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس کو کیسی کیسی نعمتوں سے نوازتے ہیں!!!

دیکھو! حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا ایمان پر اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری پر جمی رہی تو اللہ تعالیٰ کو ان کی قربانی اتنی پسند آئی کہ تمام ایمان والوں کے لیے ان کے واقعے کو ایک سبق اور مثال بنادیا۔

ایک لطیفہ

میرے مرشدِ اول فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ بہت خوش مزاج تھے، بہت سے اہم اہم مسائل لطیفے کے انداز میں حل فرمایا کرتے تھے، حضرت

کے لطائف مستقل کتابی شکل میں طبع بھی ہوئے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک صاحب نے سوال کیا:

حضرت! سنا ہے کہ جنت میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوگا؟

حضرت نے ارشاد فرمایا: دیکھو! یہ جنت میں چھوارے کھانے کی فکر کر رہے ہیں؛ گویا لطیفے کے انداز میں جواب دے دیا کہ:

یہ بات صحیح ہے، ساتھ ہی نکاح کے موقع پر چھوارے تقسیم کرنا مسنون عمل ہے اس کی طرف بھی اشارہ ہوگیا۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی دعا ہم سب کے لیے سبق ہے

میری دینی بہنو! حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی مبارک دعا جو میں نے آپ کے سامنے نقل کی یہ بڑی پیاری دعا ہے، یہ دعا ہم کو سبق دیتی ہے کہ انسان ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے، اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات کو پورا فرماتے ہیں۔

یہ رمضان کا مبارک مہینہ اور مبارک راتیں چل رہی ہیں، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے واقعے میں ہمارے لیے بہت بڑی نصیحت ہے، ایک عورت ذات نے ظلم کو برداشت کیا اور ایمان پر مضبوطی کے ساتھ جمی رہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو نواز دیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا کامل ایمان عطا فرمائے، اپنے فضل سے ہم سب کو جنت الفردوس نصیب فرمائے اور ہم سب کو اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

گھر میں دعا کی تختی

رمضان میں ایک روز آپ کے قریب والے شہر ''لمبی'' (LIMBY) جانا ہوا، حضرت مولانا احمد صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ دینی اور دسترخوانی دونوں اعتبار سے شان دار میزبانی کرتے ہیں، ان کے مکان میں آگے والے کمرے میں ایک بڑے تختے پر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی اس دعا کا ایک حصہ لکھا ہوا دیکھا، وہ بہت پسند آیا، اس دعا کے حصے کو آپ اپنی دعاؤں میں شامل کر لیجیے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی ایک دعا جو رنگ لائی

جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے درمیان مقابلہ ہو رہا تھا اس وقت حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے شاہی لباس چھوڑ کر پھٹے پرانے فقیرانہ کپڑے پہن لیے، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی کی دعا مانگنے کے لیے بیٹھ گئی، وہاں محل میں موجود فرعونی لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ فرعون پر جو پریشانی آئی ہے اس کی وجہ سے بیوی آسیہ پریشان ہے اور فرعون کے لیے دعا مانگ رہی ہے؛ حالاں کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا غم اور فکر سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھا اور انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جیت اور غالب آنے کے لیے دعا مانگی۔ (معارف القرآن، سورۂ طہٰ)

اپنے ایمانی اعمال کی فکر کرو

بیان کے اختتام پر ایک اہم بات کی طرف متوجہ کرتا ہوں، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا ایمان لے آئیں اور جنتی ہوگئیں، فرعون ان کا شوہر تھا، ایمان نہیں لایا، جہنمی ہوا، اس

سے عبرت حاصل کرو، ہمارا ایمان ہی ہم کو فائدہ دے گا، ہم میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی قبر میں سونا ہے؛ اس لیے اپنا ایمان مضبوط کرنے کی فکر کرو اور اعمالِ صالحہ کا اہتمام کرو۔

گناہوں سے بچو اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرو

میری دینی بہنو! آج بے حیائی، فیشن، بے پردگی، گانے، میوزک (Music) اور گناہوں کا ماحول ہے، ایسے ماحول میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور سنتِ رسول پر جم جاؤ، اللہ تعالیٰ کی مرضی پر جم جاؤ، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ہم سب کو عزت کی دولت سے مالا مال فرمائیں گے، دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت نصیب فرمادیں، آمین۔

وَاٰخِرُدَعْونا اَنِ الْحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بنی اسرائیل کی مظلوم عورتوں کا واقعہ

درسِ عبرت

ظالم آدمی ہمیشہ کمزور لوگوں پر ہی مسلط ہوا کرتا ہے، خاص طور پر عورتوں، بچوں اور غریب لوگوں پر جیسا کہ فرعون نے بنی اسرائیل کی کمزور عورتوں اور بچوں پر ظلم کیا۔

کرسی پرست لوگ اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے بے گناہ عورتوں اور معصوم بچوں پر کیسے کیسے مظالم ڈھا سکتے ہیں اس کی درد بھری داستان اس واقعہ میں ہے اور اس کا منظر آج کے ظالموں اور فرعونوں کی طرف سے بھی دنیا دیکھ رہی ہے، حق تعالیٰ ان ظالموں کو توبہ نصیب فرماوے اور بے گناہ انسانوں کی، بے قصور عورتوں کی اور بچوں کی حفاظت فرماوے، آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ
اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ
فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمہ: اور (اے بنی اسرائیل! ذرا وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تمھارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا تھا، پھر (سمندر سے پار کر کے) ہم نے تم سب کو بچا لیا اور ہم نے فرعونی لوگوں کو (سمندر میں) ڈبو دیا تھا اور تم (ان سب باتوں کو اپنی آنکھوں سے) دیکھ رہے تھے۔

فائدہ: اِس آیت میں لفظ ’’بلاء‘‘ آیا ہے، اس کے چند معنی آتے ہیں:

① اگر ’’ذلکم‘‘ کا اشارہ ذبح کی طرف لیا جائے تو اس کے معنی ’’مصیبت‘‘ کے ہوں گے۔

② اور اگر نجات کی طرف اشارہ ہے تو معنی ’’نعمت‘‘ کے ہوں گے۔

③ دونوں کی طرف ہو تو معنی ’’امتحان‘‘ کے لیے جائیں گے۔

گویا لڑکیوں کا قتل کیا جانا اور دوسری تکلیف پہنچنا ایک طرف مصیبت تھا تو ساتھ ہی اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان بھی تھا اور مصیبت پر صبر کرنے سے ثواب اور ترقی ملتی ہے؛ اس لیے نعمت بھی تھا۔ (تیسیر القرآن: ۱/۳۳، طبری: ۱/۳۱۳)

وقال تعالیٰ فی مقام اٰخر:

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

ترجمہ: اور فرعون کی قوم کے سردار کہنے لگے: (اے فرعون!) کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو (یوں ہی کھلا) چھوڑ رہا ہے کہ وہ ملک میں فساد پھیلاتے رہیں اور وہ تجھ کو اور تیرے معبودوں کو نظر انداز کرتے رہیں؟

فرعون نے کہا: (ایسے ہی تھوڑے چھوڑیں گے) عنقریب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ (باقی) رہنے دیں گے اور بلاشبہ ہم کو ان پر پورا قابو حاصل ہے۔

ان آیات میں اور اس کے علاوہ بہت ساری آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل کی عورتوں پر کیے گئے ظلم کو بیان فرمایا ہے۔

ایمان اور حالات

اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت ہی مانگنی چاہیے؛ لیکن ایمان کے ساتھ حالات لگے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾

ترجمہ: الم ﴿۱﴾ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ صرف اتنا کہہ دینے پر کہ ''ہم ایمان لے آئے ہیں'' چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا؟ ﴿۲﴾ حالاں کہ ان سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں ہم ان (سب) کو آزما چکے ہیں، سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور معلوم کر کے رہیں گے جو (ایمان میں) سچے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) جھوٹوں کو بھی ضرور معلوم کر کے رہیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ ﴿۲۱۴﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: (اے مسلمانو!) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم (ایسے ہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ حالاں کہ ابھی تک تو تمھارے اوپر تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں جیسے حالات بھی نہیں آئے، ان (پہلے لوگوں) کو (دین کی خاطر) بڑی سختی اور تکلیف پہنچی اور وہ لوگ ہلا دیے گئے، یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان والے کہنے لگے کہ: ''اللہ کی مدد کب آئے گی'' سن لو! اللہ تعالیٰ کی مدد تو قریب (میں آنے) ہی (والی) ہے۔

مؤمن کے لیے اچھے حالات اور برے حالات دونوں نعمت

اللہ تعالیٰ قوموں کو اور لوگوں کو کبھی اچھے حالات میں اور کبھی برے حالات میں آزماتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے مظالم کے ذریعے آزمایا کہ وہ ان کو بہت زیادہ سخت سزائیں دیا کرتا تھا اور پھر ان کو اچھے حالات کے ساتھ آزمایا کہ

انھیں اس عذاب سے نجات عطا فرمادی، اور یہ دونوں ایک مؤمن کے لیے نعمت ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَجَباً لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ! إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءَ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءَ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ.

(مسلم شریف، کتاب الزھد والرقائق: حدیث: ۲۹۹۹)

ترجمہ: مؤمن کا معاملہ بڑا عجیب ہے، اس کے ہر کام میں خیر ہی خیر ہے، یہ بات مؤمن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے، اگر اس کو خوشی حاصل ہو اور وہ شکر کرے تو اس میں بھی اس کے لیے اجر ہے اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچے اور وہ صبر کرے تو بھی اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بھی آزمایا، جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حکومت کا نشہ

اللہ تعالیٰ نے فرعون کو جو حکومت عطا فرمائی تھی اس کی وجہ سے وہ غرور اور تکبر میں مبتلا ہو گیا تھا، اللہ تعالیٰ اس بات کو نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾ (الزخرف)

ترجمہ: اس طرح اس فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنایا (یا ہلکا، بے وزن کر دیا) اور انھوں نے فرعون کا کہنا مان لیا، حقیقت یہ ہے کہ وہ سب گنہگار لوگ تھے۔

پھر وہ فرعون اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغاوت اور سرکشی میں اِس حد تک پہنچ گیا کہ اس ظالم نے اپنے آپ کے لیے سب سے بڑا رب ہونے کا دعویٰ کرلیا:

فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿٢٣﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿٢٤﴾ (النازعات)

ترجمہ: پھر (لوگوں کو) جمع کیا اور اونچی آواز لگائی ﴿۲۳﴾ اور (یوں) کہا کہ: میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں۔

اور ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے اپنے آپ کے علاوہ دوسروں کے معبود ہونے کا انکار کردیا:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ. (القصص:۳۸)

ترجمہ: اور فرعون کہنے لگا: اے درباریو! مجھ کو تو میرے سوا تمھارا کوئی معبود معلوم نہیں ہے۔

بچوں کے قتل کی پہلی وجہ

فرعون نے بنی اسرائیل کے بہت سارے بچّوں کو قتل کیا۔ اس کے بارے میں تفصیل یہ ہے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن میں ''سورۂ طٰہٰ'' میں ایک لفظ آیا ہے ''وَفَتَنَّاكَ فُتُوْنًا''، اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے یہ واقعہ منقول ہے، فرماتے ہیں کہ: ایک دن فرعون اور اس کے درباریوں کے درمیان اس بات کا ذکر آیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کی اولاد میں انبیا اور بادشاہ پیدا فرمائیں گے۔

مجلس میں موجود لوگوں میں سے بعض نے کہا: بنی اسرائیل تو اس کا انتظار کر رہے ہیں، جس میں ان کو ذرا شک نہیں، اور پہلے ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، جب ان کی وفات ہوگئی تو کہنے لگے کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ کیا گیا تھا یہ اس کے مصداق نہیں ہے؛ بلکہ کوئی اور نبی اور رسول پیدا ہوں گے جو اس وعدے کو پورا کریں گے۔

فرعون نے جب یہ سنا تو اس کو فکر ہوئی کہ بنی اسرائیل جن کو اس نے غلام بنا رکھا تھا ان میں کوئی نبی پیدا ہو گیا تو وہ ان بنی اسرائیل کو مجھ سے آزاد کرا دے گا؛ اس لیے اس نے درباریوں سے مشورہ کیا کہ: اس مصیبت سے بچنے کا کیا راستہ ہے؟

آپس کے مشورے سے انھوں نے یہ طے کیا کہ: بنی اسرائیل میں جو بچہ پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے، اس کے لیے ایسے سپاہی مقرر کر دیے گئے جن کے ہاتھوں میں چھریاں رہتی تھیں اور وہ بنی اسرائیل کے ایک ایک گھر میں جا کر دیکھتے، اور جہاں کوئی بچہ نظر آتا تو اس کو قتل کر دیتے۔ (طبری: ۸/ ۴۱۵)

غرض اس طرح بچوں کو قتل کرنے کا ظالمانہ سلسلہ شروع ہوا۔

بچوں کے قتل کی دوسری وجہ

بعض حضرات نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ: فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ: بیت المقدس سے ایک آگ نکل کر مصر آئی، اور قبطی لوگوں کے جتنے مکانات ہیں ان میں یہ آگ لگی اور بنو اسرائیل کے گھروں کو کچھ نہیں ہوا۔

فرعون خواب دیکھ کر بہت حیران ہوا، صبح دربار میں اس نے اپنا خواب بیان کر

کے کہا کہ: مجھے اس کی تعبیر بتاؤ۔

اس کو یہ تعبیر بتائی گئی کہ: بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری حکومت کو ختم کردے گا۔

جب اس نے یہ تعبیر سنی تو اس کو بڑی فکر ہوئی، اس نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ: ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

درباریوں نے یہ مشورہ دیا کہ: بنی اسرائیل کے خاندان میں جب کبھی کوئی بچہ پیدا ہو تو فوراً اس کو قتل کردیا جائے۔ (طبری:۱/۳۱۱)

غرض دونوں میں سے جو وجہ بھی ہو اولاد؛ خاص کر لڑکوں کا قتل ہونا یہ بھی ماؤں پر ایک بہت بڑا ظلم تھا، کونسی ماں اپنی نظروں کے سامنے بچوں کا قتل برداشت کرسکتی ہے؟ اور لڑکیوں کو محض اس وجہ سے زندہ رکھنا کہ ان سے گھریلو کام لیے جاویں یہ بھی ظلم تھا۔

اپنی کرسی بچانے کے لیے معصوم بچوں کا قتل

چوں کہ جتنے کرسی والے ہوتے ہیں ان کو سب سے زیادہ اپنی کرسی کی فکر رہتی ہے، فرعون کو بھی یہی فکر ہوئی کہ کہیں میری حکومت ختم نہ ہوجائے؛ اس لیے اس نے اور اس کے درباریوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بنی اسرائیل کے خاندان میں جو لڑکا بھی پیدا ہو اس کو قتل کردیا جائے؛ تاکہ وہ بچہ زندہ نہ رہے جو اس کی حکومت کو ختم کردے، چنانچہ ایک گنتی کے مطابق ستر ہزار معصوم بچوں کو فرعون نے قتل کروایا۔

بنی اسرائیل کی عورتوں کو زندہ رکھنے کی وجہ

فرعون لڑکوں کو قتل کرواتا تھا؛ لیکن لڑکیوں کو قتل نہیں کرواتا تھا؛ تاکہ وہ بڑی ہوکر

ان کے گھروں میں کام کریں، اس زمانے میں بنی اسرائیل کی عورتیں فرعونیوں کے یہاں کام کرتی تھیں۔

بنی اسرائیل کی عورتوں کے ساتھ فرعون کا یہ سلوک ان کو ذلیل کرنے کے لیے اور ان کو معمولی جاننے کی وجہ سے کیا جاتا تھا؛ حالاں کہ اس دور میں بنی اسرائیل دینی اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر لوگ تھے۔

عورتوں کو زندہ رکھنے میں آزمائش کا مطلب

صرف عورتوں کو زندہ رکھنے میں تو کوئی سزا اور تکلیف نہیں تھی؛ بلکہ سزا اور تکلیف یہ تھی کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو فرعونی لوگ الگ الگ تکلیف دیتے تھے:

① ان کو باندیاں اور کام کرنے والی بنا کر رکھا جاتا تھا۔

② ان کے بیٹوں اور بھائیوں کو قتل کر کے ان عورتوں کو دکھ دیا جاتا تھا۔

③ بغیر مردوں کے صرف عورتیں ہی رہیں تو کس قدر دکھ بھری زندگی ہوتی ہے۔

بچوں کو قتل کرنے کا ظلم دو مرتبہ ہوا

قرآن کی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کے واقعات دو مرتبہ پیش آئے، اور دونوں مرتبہ قتل کا سبب الگ الگ تھا:

① حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت اور اس کی وجہ وہ خواب تھا جس کا ذکر پیچھے ہوا۔

② حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملنے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں کے مقابلے میں جیت گئے اور جادوگر ایمان لے آئے، اس وقت بھی فرعون نے بچوں کا

قتلِ عام کیا تھا؛ تاکہ بنی اسرائیل کو اور دوسروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کی پیروی کرنے سے روک سکے، جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ (المؤمن)

ترجمہ: سو جب وہ (موسیٰ) ان کے پاس ہماری طرف سے (آئی ہوئی) سچی بات لے کر آئے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ: جو لوگ ان (موسیٰ) کے ساتھ ایمان لائے ان کے بیٹوں کو تم مار ڈالو اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دو اور کافروں کی تدبیر تو ناکام ہی رہی۔

فائدہ: اولاد کے قتل کا انسان کو زیادہ غم ہوتا ہے، اولاد کے قتل سے نسل نہیں پھیلتی، انسان کمزور ہوجاتا ہے اور یہ جتایا گیا کہ اولاد کا قتل ایمان کے سبب سے ہے؛ تاکہ لوگ ایمان سے دور رہیں۔ (از تیسیر القرآن)

اولاد کو قتل کرنے کی ایک شکل

امام مجاہدؒ کی روایت سے بیان کیا جاتا ہے کہ: فرعون بانس حاضر کرنے کا حکم دیتا، بانس کو درمیان سے پھاڑ دیا جاتا، یہاں تک کہ دونوں حصے چھری کی طرح تیز دھار والے ہوجاتے، پھر ان تیز دھار والے بانس کے ٹکڑوں کو ساتھ ملا کر زمین پر رکھ دیا جاتا اور بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کو بلوا کر ان ٹکڑوں پر کھڑا کر دیا جاتا جس سے ان کے پاؤں زخمی ہوجاتے، اس تکلیف سے وہ عورتیں اپنے حمل گرا دیتیں جو ان کے دونوں قدموں کے درمیان گر جاتے، پھر وہ بہت کوشش کرتیں کہ ان بچوں کو پیروں کے نیچے روندنے سے بچالیں؛ مگر نہ بچا سکتیں اور اپنے ہی پیروں سے روند ڈالتی تھیں۔ (طبری: ۱/۳۱۳)

اس واقعے سے سیکھنے کی باتیں اور نصیحتیں

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿یَسُوۡمُوۡنَکُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ﴾ سے معلوم ہوا کہ اولاد اور گھر والوں پر سختیاں اور مصیبتیں گویا اپنی ہی ذات پر سختیاں اور مصیبتیں ہیں۔

ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ہمیشہ ظالم آدمی کمزور لوگوں پر ہی مسلط ہوا کرتا ہے، خاص طور پر عورتوں اور بچوں اور غریب لوگوں پر جیسا کہ فرعون نے بنی اسرائیل کی کمزور عورتوں اور بچوں پر ظلم کیا۔

خیر! جیسے بنی اسرائیل کے مبارک اور عزت والے خاندان کی عورتوں پر بہت بڑا ظلم ہوا جو نہایت ہی خطرناک تھا، اسی طرح کا منظر آج کے ظالموں اور فرعونوں کی طرف سے بھی دنیا دیکھ رہی ہے، حق تعالیٰ ان ظالموں کو توبہ نصیب فرماوے اور بے قصور انسانوں کی، عورتوں کی اور معصوم بچوں کی حفاظت فرماوے، آمین۔

سورۂ کہف میں آیا ہوا ایک لڑکے کی ماں کا قصہ

مختصر تعارف

نام: تفسیر کی روایتوں میں اس بچے کی ماں کا نام ''رحماء'' آیا ہے۔

بعض روایتوں میں: ''سہوی'' آیا ہے۔ (موسوعۃ التفسیر الماثور: ۱۳/ ۶۱۲، بہ حوالہ تفسیر مقاتل ابن سلیمان: ۲/ ۵۹۶)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَانْطَلَقَا ﵏ حَتّٰٓی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

ترجمہ: پھر وہ دونوں چلے، یہاں تک کہ جب دونوں ایک لڑکے سے ملے تو اس خضر (علیہ السلام) نے اس (لڑکے) کو قتل کر ڈالا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ: ارے کیا آپ نے ایک پاکیزہ (یعنی بے قصور) جان کو مار ڈالا؟ جب کہ اس نے کسی کی جان نہیں لی تھی، پکی بات ہے کہ تم نے بڑا برا کام کیا۔

وقال تعالیٰ:

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

ترجمہ: اور وہ جو لڑکا تھا تو اس کے ماں باپ دونوں ایمان والے تھے، سو ہم کو اس بات کا ڈر ہوا کہ وہ ان دونوں (یعنی ماں باپ) کو (زبردستی کر کر کے) سرکشی اور کفر

میں پھنسا دے گا﴿۸۰﴾ ہم کو یہ منظور ہوا کہ ان (ماں باپ) کے رب ان کو (ایسی اولاد) دیویں جو پاکیزگی (یعنی دین) میں اس (مقتول لڑکے) سے بہتر ہو اور (ماں باپ سے) شفقت کرنے میں بڑھ کر ہو۔

میں نے سورۂ کہف سے آیت نمبر ۷۴ اور ۸۱/۸۰ آپ کے سامنے تلاوت کی، ان آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک بچے کا عجیب واقعہ بیان فرمایا ہے، اس میں بڑی سمجھنے کی اور عبرت ونصیحت کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے، آپ کے لیے اور امت کے تمام مسلمانوں کے لیے دنیا وآخرت میں ہدایت، برکت اور خیر کا ذریعہ بنا وے، آمین۔

اس بچے کی ماں کا نام

جس بچے کا یہ قصہ ہے اس کی ماں کا نام تفسیر کی روایتوں میں ''رحماء'' آیا ہے اور بعض تفسیر کی روایتوں میں اس بچے کی ماں کا نام ''سہوی'' آیا ہے۔

یہ لڑکا ابھی نابالغ تھا، بہت خوب صورت تھا، اس کی آواز بھی بہت اچھی تھی۔

(موسوعۃ التفسیر الماثور: ۱۳/ ۶۱۲، بہ حوالہ تفسیر مقاتل ابن سلیمان: ۲/ ۵۹۶)

ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے

دینی بہنو! حدیثِ پاک سے پتا چلتا ہے کہ جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ اسلام اور ایمان پر پیدا ہوتا ہے؛ چاہے کافر کے گھر میں پیدا ہو، یہودی اور نصرانی کے گھر میں پیدا ہو، ہر بچے کو اللہ تعالیٰ ایمان اور اسلام پر پیدا فرماتے ہیں، ابوداؤد شریف میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْيُمَجِّسَانِهِ.

(البخاری، کتاب الجنائز، باب ماقیل فی اولاد المشرکین، حدیث:۱۳۸۵)

یعنی ہر بچہ ایمان، اسلام، توحید کی فطرت کو لے کر پیدا کیا جاتا ہے؛ لیکن بعد میں اس کے ماں باپ اگر کافر ہیں تو بچے کو کافر بنا دیتے ہیں، ماں باپ یہودی ہیں تو بچے کو یہودی بنا دیتے ہیں، ماں باپ عیسائی ہیں تو بچے کو عیسائی بنا دیتے ہیں، ماں باپ مجوسی ہیں تو بچے کو بھی آگ کی پوجا کرنے والا بنا دیتے ہیں۔

کافروں کی خوش نصیب اولاد: اہلِ جنّت کے خادم

اسی وجہ سے بہت سے علما کی رائے یہ ہے کہ جو لڑکا یا لڑکی بالغ ہونے سے پہلے مرجاوے؛ چاہے وہ کافر کا بچہ ہو یا یہودی کا بچہ ہو، عیسائی کا بچہ ہو، وہ ان شاء اللہ! جنت میں جائے گا، کافروں کے بچے جو بالغ ہونے سے پہلے مرجاتے ہیں وہ جنت میں خوب صورت لڑکوں کی شکل میں جنتیوں کی خدمت کرنے کے لیے دوڑتے ہوں گے، نہایت خوب صورت چاند جیسے چہرے ان چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہوں گے، ایسے لگیں گے کہ ہیرے موتی ہیں جو پوری جنت میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کو بڑھاپا نہیں آوے گا، اور جیسے سیپ کے موتی ہوتے ہیں ایسے صاف ستھرے ہوں گے۔

اس لیے کافروں کے یہاں جو بچے بالغ ہونے سے پہلے مرجاتے ہیں وہ خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں اِن شاء اللہ! جنت میں رکھیں گے۔

واقعے کا پس منظر

سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر کا ایک واقعہ ہے اس میں یہ ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام دونوں سفر پر نکلے اور ایک کشتی میں بیٹھ کر انھوں نے دریا کو پار کیا۔

حضرت خضر علیہ السلام کا اس لڑکے کو قتل کر دینا

دریا پار کر کے جب وہ ایک جگہ پہنچے تو وہاں گاؤں کے قریب بہت سارے لڑکے کھیل رہے تھے، ان میں ایک لڑکا سب سے زیادہ خوب صورت، حسین اور سیانا تھا، حضرت خضر علیہ السلام آگے بڑھے اور اس لڑکے کو قتل کر ڈالا۔ عجیب بات کہ ایک بے قصور لڑکے کو اللہ کے نبی حضرت خضر علیہ السلام نے پکڑ کر قتل کر ڈالا، یہ لڑکا ابھی تو نابالغ تھا جس نے آج تک کوئی گناہ کا کام نہیں کیا تھا۔ (طبری: ۸/۲۵۹)

اس لڑکے کو کیسے قتل کیا؟ مفسرین کے اقوال

تفسیر کی روایتوں میں اس سلسلے میں الگ الگ باتیں ملتی ہیں:

① حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو زمین پر پچھاڑ کر چھری سے قتل کیا۔

② اس کے سر اور بدن کو پکڑا اور دونوں کو کھینچ کے الگ کر دیا۔

③ اس کے سر پر پتھر مارا، اور اس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کیا۔

④ اس کے سر کو پکڑ کر دیوار کے ساتھ زور سے دے مارا جس کی وجہ سے اس کا سر پھٹ گیا اور اسی وقت اس کا انتقال ہو گیا۔ (روح المعانی: ۸/۳۱۸)

قرآن میں ہے: ﴿حَتّٰٓی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ﴾

اِس میں لفظ ''ف'' بتلاتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے پکڑ کر فوراً قتل کر ڈالا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے جب اس بچے کو قتل کیا تو اس بچے نے شور بھی نہیں مچایا

اور کسی نے اس قتل کو دیکھا بھی نہیں اور کوئی حضرت خضر علیہ السلام کو پکڑنے دوڑا بھی نہیں، صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا اور ان ہی کو دکھانا بھی تھا، شاید ظاہر میں ایسا لگا کہ کوئی حادثہ ہوا اور اس بچے کا سر الگ ہو گیا، یہ حضرت خضر علیہ السلام کا ایک کرشمہ تھا، معلوم ہوا خضر علیہ السلام غیبی کرشمے والے رجال الغیب قسم کے لوگوں میں سے تھے۔

کیا معصوم بچے کو قتل کرنا جائز ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معصوم بچے کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، مفسّروں کے سردار: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی نے سوال بھیجا، جس میں لکھا تھا کہ: حضرت خضر علیہ السلام نے ایک چھوٹے نابالغ بچے کو کیسے قتل کر ڈالا؟ (روح المعانی: ۸/ ۳۱۸)

جب کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو قتل کرنے سے منع کیا ہے؟

کیا اس زمانے میں بچوں کو قتل کرنا جائز تھا؟

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب میں لکھا کہ: اگر تم کو لڑکوں کے مستقبل کی حالت کا علم ہو جاوے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی حضرت خضر علیہ السلام کو اس بچّے کی مستقبل کی حالت کا علم ہو گیا تھا۔ تو تمھارے لیے بھی بچے کو قتل کرنا جائز ہو جائے۔ (معارف القرآن: ۵/ ۶۱۴)

قتل کی حکمت

دینی بہنو! دراصل بات یہ تھی کہ اس بچے کے ماں باپ ماشاء اللہ! مسلمان اور دین دار تھے، اور وہ اس بچے سے بہت محبت کرتے تھے؛ لیکن اس بچے کے متعلق اللہ تعالیٰ کے یہاں تقدیر میں لکھا ہوا تھا کہ بڑا ہو کر گمراہ ہونے والا ہے، کافر بننے والا ہے، اور جب ماں باپ کافر بچے کے ساتھ مل کر ایک ساتھ مکان میں رہیں گے اور چوں کہ ماں باپ کے دل میں بچے کی بہت محبت تھی، اس کی وجہ سے اندیشہ تھا کہ ماں باپ بھی کہیں کافر نہ ہو جاویں اور ایمان نہ چھوڑ دیویں اور بچے کی محبت میں ماں باپ کا مذہب نہ بدل جاوے؛ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو بچپن میں قتل کروا دیا اور ماں باپ کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔

بچوں کی محبت میں خلافِ شرع کام نہیں کرنا چاہیے

دینی بہنو! بچوں کے ساتھ محبت کرنا، پیار کرنا بہت اچھی چیز ہے؛ لیکن ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ بچوں کی محبت میں کوئی کام شریعت کے خلاف نہ کریں، کوئی گناہ اور حرام کام نہ کریں، مثلاً بچے نے کہا: امّی! میوزک گانا چالو کرو، تو بچوں کے کہنے کی وجہ سے ہمیں میوزک نہیں بجانا چاہیے، بچے کہیں کہ: ٹیلی ویزن چالو کر کے فلم دکھاؤ، تو ہمیں دکھانا نہیں چاہیے۔

بہت سی مرتبہ بچوں کی محبت میں جو کھلونے (Toys) لاتے ہیں ان کھلونے میں جانور، پرندے کی تصویریں ہوتی ہیں، یا جانور پرندوں کے مجسمے ہوتے ہیں وہ سب خرید کر لاتے ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

اس بچے کی بعض بری عادتیں: بڑا اشرارتی اور لوگوں کا مال لوٹ لیتا تھا

وہ بچہ کیسا تھا؟ مفسرین لکھتے ہیں کہ: وہ بڑا طوفانی اور بدمعاش بچہ تھا، لوگوں کا مال لوٹ لیتا تھا، پھر بھاگ کر اپنے ماں باپ کے پاس چلا جاتا تھا، جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ: محلے میں مستی کرتے ہیں، کسی کا نقصان کرتے ہیں، اور جب کوئی پکڑنے آتا ہے تو بھاگ کر گھر میں ماں باپ کے پاس چھپ جاتے ہیں، یہ بچہ بھی ایسا ہی تھا، اس کے ایسے غلط کاموں کی وجہ سے اس کی ماں بہت پریشان رہتی تھی۔ (روح المعانی:۸/ ۳۳۴)

جب بچپن کا یہ حال تھا کہ ماں باپ کو ستاتا اور پریشان کرتا تھا تو بڑا ہو کر ماں باپ کے پاس کفر بھی کروائے گا اور ماں باپ کو بھی کافر بنائے گا یہ خطرہ تھا۔

حدیث میں آتا ہے کہ: یہ بچہ بڑا اشرارتی، طوفانی اور سرکش تھا، اگر زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو بھی اللہ تعالیٰ کا نافرمان بنادیتا۔

لوگ اس کے لیے اور اس کے والدین کے لیے بددعا کرتے تھے

وہ بچہ بڑا ظالم تھا، راستے میں گزرنے والوں کے ساتھ لڑائی کرتا، بعض مرتبہ راستے میں گزرنے والے کو مارڈالتا، اب جن کو وہ مارتا، قتل کرتا، پریشان کرتا تو وہ لوگ اس کے لیے بددعا کرتے؛ اس لیے کہ عام طور پر جب آدمی ظلم کا بدلہ نہیں لے سکتا تو آخر وہ بددعا کرتا ہے، وہ لوگ بچے کے ساتھ ساتھ اس کے ماں باپ کے لیے بھی بددعا

کرتے تھے، جیسے کہ آج کل بھی ہوتا ہے کہ کوئی طوفانی بچہ ہو تو اس کے لیے بھی بد دعا کرتے ہیں اور اس کے ماں باپ کے لیے بھی بد دعا کرتے ہیں کہ: تیرا ناس ہو اور تیرے ماں باپ کا بھی ناس ہو، جو بچے پر دھیان نہیں دیتے، اس کی برابر تربیت نہیں کرتے، بچے کو سنبھالتے نہیں!

اللہ تعالیٰ نے اس کے ماں باپ کو لوگوں کی بد دعا سے بچانے کے لیے اپنے نبی حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعے اس بچے کو قتل کروا دیا۔

اس کے والدین کی غلط طرف داری

بعض روایتوں میں عجیب بات آئی ہے کہ: یہ بچہ جب طوفان، مستی یا کسی کو پریشان کر کے گھر آتا اور اس کے ماں باپ کے پاس کوئی فریاد کرنے آتا تو اس کے ماں باپ لڑکے کی محبت میں یوں کہتے کہ: نہیں نہیں! ہمارا بچہ ایسا نہیں کر سکتا، تم جھوٹ کہتے ہو، ہمارا بچہ تو بہت شریف اور نیک ہے، اس طرح ماں باپ بچے کی محبت میں قسم بھی کھا لیتے تھے۔ (روح المعانی: ۸/ ۳۳۴)

بچے کی غلط طرف داری نہیں کرنی چاہیے

دینی بہنو! بچے کی فریاد اور شکایت آوے تو فوراً اس کو دھیان سے سنو، اور اس کو اہم سمجھ کر فوراً اپنے بچے کو سمجھاؤ، اس کو ڈانٹو، ضرورت پڑے تو اس کی کچھ مار پٹائی بھی کر لو، اور یاد رکھو! جو تمھارے بچے کی شکایت کرنے آوے وہ تمھارا محسن ہے، بچے کی محبت میں شکایت کرنے والے کو جھوٹا مت کہو؛ بلکہ فوراً اپنے بچے کی اصلاح کی کوشش کرو۔

انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو؛ چاہے کوئی بھی ہو

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے بنو، اللہ تعالیٰ کے خاطر (سچی) گواہی دینے والے (رہو) اگرچہ (اس صحیح گواہی میں) تمھارا یا (تمھارے) والدین کا اور رشتے داروں کا نقصان ہوتا ہو، اگر وہ (جس کے خلاف گواہی دینی ہے) مال دار ہو یا فقیر ہو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی (تم سے) زیادہ بھلائی چاہنے والے ہیں؛ لہذا تم (ایسی) نفسانی خواہشات کے پیچھے مت چلو کہ تم حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم زبان کو دباؤ گے یا تم (شہادت دینے سے) خود کو بچاؤ گے تو یاد رکھنا تم جو کام کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان کی پوری طرح خبر رکھتے ہیں۔

اِس آیت میں ہمیں صاف سکھا دیا کہ چاہے انصاف کرنے کی وجہ سے خود کا نقصان ہو، اپنے ماں باپ، اپنی اولاد، اور اپنے رشتے داروں کا نقصان ہو؛ لیکن انصاف کا دامن ہرگز مت چھوڑو۔

اگر بچے کے غلط رویے کی طرف داری کی تو!!!

ایک بات یاد رکھو! اگر آج تم نے اپنے بچے کے غلط رویے کی طرف داری کی تو

ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ بچہ تم پر ظلم کرنے والا اور تم کو ستانے والا بنے گا؛ اس لیے بچپن ہی سے اپنے بچے پر خاص دھیان رکھنا چاہیے۔

غلط طرف داری کا نتیجہ: ایک واقعہ

ایک لڑکے کے متعلق میں واقف ہوں کہ جب وہ بیس سال سے کم عمر کا تھا تو جماعت والے اس کے گھر جاتے کہ اس کو جماعت میں بھیجو اس وقت اس کے ابا کہتے کہ: تم جماعت والے عجیب لوگ ہو، یہ لڑکا پورا سال اسکول جاتا ہے، اب چھٹیوں میں اس کو کھیلنے دو، تفریح کرنے دو، اور اس طرح کی باتیں کر کے اس کو جماعت میں نہ بھیجتے، مدرسے میں بھی نہ بھیجتے، کوئی اس کی شکایت کرے تو وہ بھی نہ سنتے، مال دار آدمی کا لڑکا تھا، کوئی جلدی شکایت کرنے کی ہمت بھی نہیں کرتا تھا۔ پھر بعد میں ایسا ہوا کہ وہ لڑکا بڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور ماں باپ کا نافرمان بن گیا، پیسے اڑانے لگا اور ایسے ایسے غلط کاموں میں پڑا کہ پھر اس کے وہی ماں باپ جماعت والوں سے ہاتھ جوڑ کر کہتے ہیں کہ: بچے کو جماعت میں لے جاؤ، اس کو سمجھاؤ۔

حالاں کہ اب وہ بڑا بن گیا، بات مانتا نہیں، نافرمانی کرتا ہے، تب کہہ رہے ہیں کہ اس کو جماعت میں لے جاؤ۔

بہر حال! یہ لڑکا بھی غلط راستے پر تھا اور خطرہ تھا کہ جب یہ بڑا ہوگا تو کافر بن جائے گا اور اپنے ماں باپ کو بھی کافر بنا دے گا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت خضر علیہ السلام کو وحی کے ذریعے سے بتلا دیا کہ: اس لڑکے کے ماں باپ بہت نیک ہیں؛ لیکن یہ لڑکا بڑا بدمعاش ہے، اسے قتل کر ڈالو؛ تاکہ اس کے ماں باپ کا ایمان بچ جاوے۔

اس بچے کے قتل کی وجہ سے والدین غمگین

مفسرین لکھتے ہیں کہ: جب حضرت خضر علیہ السلام نے اس بچے کو مار ڈالا تو اس کے ماں باپ بہت غمگین ہوئے، اور ہونا بھی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کے لیے بہتر فیصلہ فرماتے ہیں

لیکن حقیقی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر ہر ایک کو راضی اور خوش رہنا چاہیے، اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ (البقرة)

ترجمہ: اور ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک چیز کو تم پسند نہ کرو؛ حالاں کہ وہ چیز تمھارے لیے بہتر ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو؛ حالاں کہ وہ چیز تمھارے لیے بری ہو، اور (ہر چیز کی حقیقت) اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم لوگ جانتے نہیں ہو۔

امام ابنِ کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ: حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کے لیے جو بھی فیصلہ کرتے ہیں، وہ فیصلہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔

بچپن میں انتقال والدین کو جنّت میں لے جانے کا ذریعہ

بہت سی مرتبہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کے گھر پر بچپن میں بچے کا انتقال ہو جاتا ہے اور ماں باپ کو غم ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے؛ لیکن دینی بہنو! اس میں بڑی خیر

ہوتی ہے، بڑی بھلائی ہوتی ہے، وہ بچہ ماں باپ کو جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنتا ہے؛ اسی لیے جب بچے کے جنازے کی نماز ہم پڑھتے ہیں تو اس موقع پر ہم کو یہ دعا سکھلائی گئی:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطاً وَّاجْعَلْہُ لَنَا أَجْراً وَّذُخْراً وَّاجْعَلْہُ شَافِعاً وَّ مُشَفَّعًا. (البحر الرائق، زکریا:۲/۳۲۳، الفتاویٰ التاتارخانیۃ، زکریا:۲/۴۵)

ترجمہ: اے اللہ! اس بچے کو ہمارے لیے (آخرت میں) آگے جا کر تیاری کرنے والا بنا دیجیے، اس بچے کو ہمارے لیے ثواب کا ذریعہ بنا دیجیے اور ہمارے لیے ذخیرہ؛ یعنی جنت میں لے جانے کا ذخیرہ بنا دیجیے۔

اسی طرح مسائل کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: اگر کسی عورت کو نو (۹) مہینے یا چھ (۶) مہینے سے پہلے کسی تکلیف کی وجہ سے خود بہ خود اسقاطِ حمل ہو جائے؛ یعنی بچہ گر جاوے تو وہ بچہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں مغفرت، نجات اور سفارش کا ذریعہ بنے گا۔

بزرگوں کا حال

ہمارے بہت سارے بزرگانِ دین کے بچے بچپن میں انتقال کر گئے، وہ کہتے ہیں کہ: ہم کو اپنے کسی عمل پر بھروسہ نہیں کہ وہ ہم کو جنت میں لے جاوے؛ لیکن ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے جو بچپن میں انتقال کر گئے ان کے بارے میں ہمیں اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان شاء اللہ! وہ بچے ہم کو جنت میں لے جائیں گے۔

بہر حال! ایک مؤمن کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ہمیشہ راضی اور خوش رہنا چاہیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اعتراض

حضرت خضر علیہ السلام نے جب اس بچے کو قتل کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جو سفر میں ساتھ تھے، کہنے لگے: ﴿اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ﴾

ترجمہ: ارے کیا آپ نے ایک پاکیزہ (یعنی بے قصور) جان کو مار ڈالا؟ جب کہ اس نے کسی کی جان نہیں لی تھی۔

بچے کو تو قصاص میں بھی قتل کرنا جائز نہیں

یعنی تم نے ایک بے قصور بچے کو قتل کر ڈالا؛ حالاں کہ اگر بچہ کسی انسان کو قتل کر دے تو بھی (قصاص میں) بدلے میں بچے کو قتل نہیں کیا جا سکتا، یہ ہماری شریعت کا قانون ہے، کوئی بڑا اور بالغ آدمی کسی انسان کو مار ڈالے تو اسلامی حکومت میں اس قتل کرنے والے کو بھی قتل کر دیا جاتا ہے، اس کو قصاص کہتے ہیں؛ لیکن اگر کوئی نابالغ بچہ کسی بڑے آدمی کو مار ڈالے تو اس بچے کو معاف کر دیں گے، اس کے پاس قصاص نہیں لیں گے، اور یہ بچہ تو اتنا بے قصور تھا کہ اس نے کسی کو قتل نہیں کیا، کوئی ایسا گناہ نہیں کیا جس کی وجہ سے اس بچے کو قتل کیا جا سکے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً سوال کر کے کہا:

﴿لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا﴾

ترجمہ: پکی بات ہے کہ تم نے بڑا بُرا کام کیا۔

”نُکْرًا، اِمْرًا“ میں زیادہ سخت لفظ کونسا؟ مفسرین کے اقوال

یہاں آیت میں لفظ ”نکراً“ استعمال ہوا ہے، اس سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام

نے کشتی توڑی تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا﴾

یہ تو تم نے انوکھا (خوفناک) کام کیا۔

اس میں ''اِمْرًا'' کا لفظ استعمال ہوا۔

اب ان (نُکْرًا ، اِمْرًا) دونوں میں سخت لفظ کونسا ہے؟

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ: ''نُکْرًا'' کے مقابلے میں ''اِمْرًا'' کا لفظ زیادہ سخت ہے، وہاں کشتی ٹوٹ جاتی تو تمام لوگ ڈوب کر مر جاتے؛ اس لیے وہاں ''اِمْرًا'' کا بھاری لفظ استعمال فرمایا اور یہاں تو ایک ہی بچے کو قتل کیا تھا اس لیے ''نُکْرًا'' کا ہلکا لفظ استعمال فرمایا۔

جب کہ دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ: ''اِمْرًا'' کے مقابلے میں ''نُکْرًا'' کا لفظ زیادہ سخت ہے؛ کیوں کہ ٹوٹی ہوئی کشتی مرمّت کر کے دوبارہ بنا سکتے ہیں؛ مگر قتل کیے ہوئے بچّے کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتے؛ یعنی یہاں غلطی کی تلافی ممکن نہیں، اس پر ''نکراً'' کا لفظ استعمال ہوا، معلوم ہوا یہ لفظ زیادہ سخت ہے۔

اس موقع پر حضرت خضر علیہ السلام کی ناراضگی بڑھ گئی اور ''لَكَ'' کو زیادہ کرتے ہوئے پہلے سے زیادہ تاکید کے ساتھ فرمایا: اے موسیٰ! میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکتے۔ (روح المعانی: ۸/ ۳۱۹)

اس بچے کو قتل کرنے کا راز

پھر خود حضرت خضر علیہ السلام نے اس بچے کو قتل کرنے کا راز بتلایا:

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ﴿۸۰﴾

ترجمہ: اور وہ جو لڑکا تھا تو اس کے ماں باپ دونوں ایمان والے تھے، سو ہم کو اس بات کا ڈر ہوا کہ وہ ان دونوں (یعنی ماں باپ) کو (زبردستی کرکر کے) سرکشی اور کفر میں پھنسا دے گا۔

اس میں حضرت خضر علیہ السلام نے جمع کے صیغے کے ساتھ حقیقت کا اظہار فرمایا کہ اس میں اپنے ارادے کی قوت کو ظاہر فرمایا، یا اس ارادے اور اندیشے کو حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اپنی طرف منسوب کیا، اور یہاں یقیناً حضرت خضر علیہ السلام ہی نے اس بچے کو قتل کر ڈالا۔

اس بچے کے والدین پر اللہ تعالیٰ کا انعام

چوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو بہت نوازنے والے ہیں، بہت دینے والے ہیں، ان کا چھوٹا معصوم بچہ اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کے ذریعے قتل کروا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا بہترین بدلہ دیا، آگے آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

ترجمہ: ہم کو یہ منظور ہوا کہ ان (ماں باپ) کے رب ان کو (ایسی اولاد) دیویں جو پاکیزگی (یعنی دین) میں اس (مقتول لڑکے) سے بہتر ہو اور (ماں باپ سے) شفقت کرنے میں بڑھ کر ہو۔

تقریباً ستر (۷۰) نبی پیدا ہوئے

چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کے بدلے میں ان کو ایک لڑکی عطا فرمائی، جس

وقت اس بچے کو قتل کیا گیا اس وقت اس کی ماں کے پیٹ میں حمل تھا، جس سے لڑکی پیدا ہوئی اور اس لڑکی کا ایک نبی سے نکاح ہوا، اس نکاح کی برکت سے ایک یا دو یا ستر (۷۰) نبی ان کے گھر میں پیدا ہوئے، اور ان کے ذریعے پوری امت کو ہدایت ملی۔

کتنے خوش نصیب ہیں وہ ماں باپ کہ جن کے ستر (۷۰) نواسے اللہ کے نبی ہوئے، اللہ اکبر! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک بچہ لیا، ایمان بچایا اور نیک قابلِ رشک صاحبِ اولاد لڑکی جیسی نعمت سے ان کو نوازا۔

بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ اس مقتول بیٹے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے دوسرا نیک بیٹا عطا فرمایا۔

بعض مفسرین نے یہ توجیہ کی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور دعا کی برکت سے اس مقتول بچے کے بدلے اللہ تعالیٰ نے بہتر اولاد عطا فرمائی؛ کیوں کہ اولاد دینا خالص اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ (روح المعانی: ۸/ ۳۳۴، طبری: ۸/ ۲۶۶)

کافروں کے ساتھ رہنے کے سلسلے میں شریعت کی پاکیزہ تعلیمات

اس موقع پر ایک خاص بات یہ یاد رکھنی چاہیے کہ: ایک گھر میں مسلمان کا کافر کے ساتھ رہنا موت کے وقت ایمان پر اثر انداز ہوسکتا ہے؛ اسی لیے حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَسَكَنَ مَعَهُ فَإِنَّهُ مِثْلُهُ. (ابوداود، حدیث: ۲۷۸۷)

یعنی جو آدمی کافر کے ساتھ زیادہ ملنا جلنا رکھے، اس کے ساتھ رہے تو وہ بھی اس کے جیسا ہو جاتا ہے۔

اس لیے کاروبار میں ضرورت پڑے اور ان کے ساتھ ملنا جلنا ہو، اسی طرح ان کے ساتھ ایک ملک اور ایک شہر میں رہنے کی صورت میں ان کے ساتھ ملنا جلنا ہو تو اخلاق سے پیش آوے، حسنِ سلوک کرے تو اس کی اجازت ہے؛ لیکن دین کے معاملے میں ان کافروں کے طریقے کو نہیں اپنانا چاہیے؛ اس لیے کہ ان کے طریقوں پر چلنے سے، ان کے ساتھ گہری (حد سے زیادہ) دل سے محبت کرنے سے، اور ان کے ساتھ ضرورت سے زیادہ میل جول رکھنے کی وجہ سے ایک مسلمان میں کافروں جیسے اخلاق اور عقیدے آجانے کا خطرہ ہے اور یہ چیز ایمان کے برباد کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

آج کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا حال

آج کل ایسا ہو رہا ہے، ہماری بہت سی مسلمان لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتی ہیں، جس کے نتیجے میں سب سے بڑا نقصان یہ ہو سکتا ہے کہ اس مسلمان لڑکی کے دل سے ایمان کی قیمت واہمیت کم ہو جاتی ہے، کفر و شرک کی نفرت وقباحت ختم ہو جاتی ہے اور اس کے دل میں کافروں جیسے عقیدے اور اعمال آنے شروع ہو جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ وہ لڑکی ایمان سے نکل کر نعوذ باللہ! کافر بنتی اور کافر لڑکے سے شادی کر لیتی ہے۔

اسی طرح بعض مسلمان مرد غیر مسلم لڑکیوں کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتے ہیں، جس کے نتیجے میں ان کے دل سے بھی ایمان کی قدر کم ہو سکتی ہے اور کفر کی نفرت کم ہو جانے کا

ڈر ہے اور یہ آہستہ آہستہ ایمان ختم ہو کر کفر کا ذریعہ بن سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں بہت سارے فتنے اور فساد وجود میں آتے ہیں، پھر ''لو میرج'' ہو جاتا ہے، یہ سب چیزیں صحیح نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ حفاظت میں رکھے، آمین۔

دین ومذہب کے معاملے میں غیر مسلموں سے احتیاط

آج کل دنیا میں بہت سی جگہوں پر ایسا ہو رہا ہے؛ اس لیے یہ بات بہت اہم ہے جو اس قصے میں ہم کو سکھائی ہے کہ مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ ایک ملک اور ایک شہر میں رہنے کی وجہ سے اخلاق سے تو پیش آنا چاہیے، ان کے ساتھ اچھے معاملات کرنے چاہیے؛ لیکن دین اور مذہب کے معاملے میں بہت احتیاط رکھنا چاہیے، اور غیر مسلموں کے کلچر کو کسی حال میں بالکل اپنانا نہیں چاہیے، یہ چیز ایمان کے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے، آمین۔

والدین کا نیک ہونا اولاد کے نیک ہونے کا ذریعہ

دوسری بات یہ کہ: بہت سی مرتبہ والدین کی صلاح اولاد کی صلاح ونیکی کا ذریعہ بن جاتی ہے، والدین نیک ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اولاد کو بھی نیک بنائیں گے اور والدین کے اندر بگاڑ آئے گا تو اولاد میں بھی بگاڑ آئے گا، اس کو بھی ہمیشہ دھیان میں رکھنا چاہیے۔

ایمان والوں کے چھ (٦) اوصاف

اللہ تعالیٰ قرآن میں ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

ترجمہ: اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں، اچھی بات سکھلاتے ہیں اور وہ بری بات سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکاۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، ان ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم کریں گے، یقین رکھو! اللہ تعالیٰ بڑے زبردست ہیں، بڑی حکمت والے ہیں۔

ایمان والے مردوں اور عورتوں کو کیا کرنا چاہیے اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

① آپس میں ایک دوسرے کے دوست رہیں، ایمان والی بہنیں ایمان والی بہنوں کی دوست، ایمان والے بھائی ایمان والے بھائیوں کے دوست۔

② ایک ایمان والی بہن دوسری ایمان والی بہن کو اچھی اچھی باتیں سکھلاویں، دین کی باتیں سکھاویں، اچھے کام سکھلاویں۔

③ ایک ایمان والی بہن دوسری ایمان والی بہن کو بری باتوں سے روکیں۔

④ نماز قائم کریں، آپس میں ایک دوسرے کو نماز کے بارے میں سمجھاویں۔

⑤ زکاۃ پابندی سے ادا کریں، ایک دوسرے کو زکاۃ کے بارے میں کہیں۔

⑥ اللہ اور اس کے رسول کی بات مان کر زندگی گزاریں۔

ان چھ اوصاف پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا وعدہ

جو ایمان والی بہن اور جو ایمان والے بھائی یہ سات کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ

نے ان کے لیے وعدہ فرمایا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایمان والے مردوں سے اور ایمان والی عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے کہ جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور سدا بہار باغوں میں پاکیزہ مکانات کا (جو ان کے لیے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضامندی (ان) سب سے بڑی ہے، یہی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔

ہر چیز کی حکمت بندوں کو معلوم ہو جائے ضروری نہیں

یہاں دل میں یہ سوال نہیں لانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو جانتے تھے پھر پیدا کیوں کیا کہ بعد میں اس کو قتل کروانے کا قصہ ہوا؟

حقیقت یہ ہے کہ اس بچے کو پیدا کرنے کی کیا حکمت تھی ہم نہیں جانتے، حضرت خضر علیہ السلام نے بھی اِس کی حکمت ظاہر نہیں فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے تمام کاموں کی حکمت بندے نہیں جانتے، اور دنیا میں جان بھی نہیں سکتے۔

جیسے: بغل اور ناف کے نیچے کے بال صاف کرنے کا حکم ہے تو کوئی یہ سوال نہ کرے کہ یہ بال اگائے ہی کیوں؟ ہم بندے ہیں، بندے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اور ہر کام کی حکمت کے پیچھے نہ پڑے، بندہ عاجز ہے، ہر چیز کا علم اور سمجھ بندے کے بس کی بات ہی نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف میں یہ واقعہ بیان فرمایا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو بڑی نصیحت کردی کہ دیکھو! اولاد کی محبت میں اندھے ہوکر شریعت کے خلاف کبھی کوئی کام نہ کرنا، آج ماں باپ اولاد کی محبت میں اندھے ہوکر شریعت کے خلاف کام کرتے ہیں، پھر جب اولاد بگڑ جاتی ہے تو ماں باپ بے چارے پوری زندگی پریشان رہتے ہیں؛ اس لیے نیت کرکے اٹھو کہ اولاد سے محبت میں کوئی گناہ اور شریعت کے خلاف کام نہیں کریں گے۔

دوسری چیز یہ بھی یاد رکھو کہ کوئی ہماری اولاد کی شکایت کرے تو اس پر فوراً دھیان دو، بچپن میں اپنی اولاد کی اصلاح کرلو، بڑے ہوکر یہ اولاد تمھاری وفادار، تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کے سکون کا ذریعہ بنے گی اور اگر بچپن میں بچوں کی محبت میں ان کے غلط طریقوں کی طرف داری کی تو اللہ تعالیٰ حفاظت میں رکھے، ایسا ہوسکتا ہے کہ یہ بچے ایسے بگڑ جاویں کہ آگے چل کر اپنے ماں باپ کے نافرمان بن جاویں۔

ایک عبرت ناک واقعہ

ایک جگہ ایک بڑے عالم تھے، بڑے اللہ والے بزرگ تھے، ایک مرتبہ کوئی مسئلہ ہوگیا، ایک جوان لڑکا اس بزرگ عالمِ دین کے سامنے غصے میں آکر کچھ غلط سلط بولنے لگا۔ دوسرے لوگوں نے اس کو سمجھایا اور کہا کہ: بیٹا! تیری عمر کم ہے، سامنے بزرگ عالمِ دین ہیں، تو کیا بولتا ہے؟

تو اس کے ابا جان نے دوسرے لوگوں کو روکا کہ! میرا بیٹا جو کہتا ہے وہ صحیح کہتا ہے، تم اس کو بولنے دو، وہ مولانا صاحب غلط کہہ رہے ہیں۔ باپ نے اپنے بیٹے کی غلط طرف داری کی، اور اس عالم کے سامنے غلط سلط باتیں کہنے دی۔ پھر ایک دن وہ آیا کہ وہ لڑکا اپنے سگے باپ کا نافرمان بن گیا حتّٰی کہ اس کے باپ کو زندگی کے آخری دنوں میں پیسے بھی نہیں دیتا تھا، سارے کاروبار پر اس نے قبضہ کرلیا، باپ بڑھاپے کی حالت میں پریشان ہو کر لوگوں سے کہتا پھرتا تھا کہ: میرے بیٹے کو کوئی سمجھاؤ، میرے بیٹے کے لیے دعا کرو۔

میری دینی بہنو! یہ ایک عالمِ دین کے مقابلے میں اپنے بیٹے کی غلط طرف داری کا نتیجہ تھا، یہ ایک الگ بات تھی کہ اس نوجوان کا باپ نیک تھا، بزرگوں کی قدر کرنے والا تھا؛ اس لیے ان کو جمعہ کے دن موت نصیب ہوئی؛ لیکن زندگی کے آخری دنوں میں وہ بیٹے کی وجہ سے بہت پریشان رہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور اس واقعے میں آئی ہوئی نصیحتوں پر ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سبا کی رانی: بلقیس کا عجیب واقعہ

(حصہ: اول)

مختصر تعارف

نام: بلقیس بنت شراحیل بن مالک بن الریان۔

اس کا باپ پورے یمن کا مالک تھا، اس کی ۴۰ رنسلوں (پیڑھی) سے اس خاندان میں بادشاہت چلی آرہی تھی۔

اس کے باپ کے سوا اس کے دادا کی کوئی اولاد نہ تھیں۔

اس کے باپ کا نکاح ایک جنیہ عورت سے ہوا تھا جس کا نام ”قارعہ“ تھا۔

بعض کے نزدیک اس کا نام ”ریحانہ بنت سکن“ تھا۔

ایک روایت میں بلقیس کی والدہ کا نام ”فارمہ بنت صخر“ تھا۔

اس کی والدہ کا نام ”لیلیٰ“ بھی بتلایا جاتا ہے۔

بلقیس ان تمام چیزوں کی مالک تھیں، جن کی ضرورت اس زمانے کے اعتبار سے بادشاہوں کو پڑتی تھی۔

اس کا تخت ایک قول کے مطابق لمبائی میں اسّی (۸۰) ہاتھ اور چوڑائی میں چالیس (۴۰) ہاتھ بڑا تھا، اس کی اونچائی تیس (۳۰) ہاتھ تھی، جو سونے چاندی اور قیمتی پتھروں اور موتیوں سے بنایا گیا تھا، اس تخت پر سات کمرے تھے اور ساتوں پر ایک بند دروازہ تھا۔ (روح المعانی: ۱۰ر ۱۸۳-۱۸۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿٢٠﴾
لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ
بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اِنِّيْ
وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ (النمل)

ترجمہ: اور اس (سلیمان) نے (ایک مرتبہ) پرندوں کی حاضری لی، سو وہ کہنے لگے: کیا بات ہے مجھے ہدہد (کیوں) نظر نہیں آتا، کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟ ﴿۲۰﴾ میں اس کو (غیر حاضری پر) ضرور سخت سزا دوں گا، یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا میرے پاس کوئی ایسی وجہ بتلاوے جو (غیر حاضری کی) حقیقت کو ظاہر کرنے والی ہو (یعنی غیر حاضری کا صحیح عذر مجھے بتاوے) ﴿۲۱﴾ سو وہ (ہدہد) تھوڑی دیر بعد حاضر ہو گیا، اور وہ (سلیمان علیہ السلام سے) کہنے لگا: میں نے ایک ایسی بات معلوم کی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں ہے اور میں ملکِ سبا سے ایک یقینی خبر لے کر تمھارے پاس حاضر ہوا ہوں، میں نے

ایک عورت کو (وہاں) دیکھا ہے جوان پر حکومت کر رہی ہے اور اس کو ہر طرح کا (ضروری) سامان ملا ہے اور اس کا ایک بڑا تخت بھی ہے۔ (تیسیر القرآن)

آج کی اس مجلس سے قرآن میں آیا ہوا ایک عورت کا واقعہ شروع کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس میں آئے ہوئے اسباق اور نصیحت کی باتوں پر ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے، اپنی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بنائے، آمین۔

کُل چوبیس آیتوں میں واقعہ ذکر کیا گیا ہے

اُس عورت کا نام ''بلقیس'' بتلایا جاتا ہے، یہ ایک ایسی عورت ہے جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دنیا میں بڑی حکومت عطا فرمائی تھی، یہ ایک ملک کی رانی (Queen) تھی، اس کا عجیب وغریب قصہ ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے، یہ قرآنِ مجید کے انیسویں پارے کی ''سورۃ النمل'' ہے، اس کی آیت نمبر بیس (۲۰) سے آیت نمبر چوالیس (۴۴) تک اس عورت کا قصہ ذکر کیا گیا ہے، ان شاء اللہ! یہ کل چوبیس (۲۴) آیتوں کی تفسیر اس واقعے کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کریں گے، اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم شامل حال فرمائے، آمین۔

واقعہ شروع کرنے سے پہلے چند ضروری باتیں

پہلے دو تین ضروری چیزیں سمجھ لیں:

① یہ بلقیس کون تھی؟

② یہ عورت کہاں کی تھی؟

③ اس عورت کا خاندان کون سا تھا؟

یہ کچھ اہم سوالات ہیں، وہ پہلے آپ اچھی طرح سمجھ لیں؛ تاکہ قصہ اچھی طرح آپ کی سمجھ میں آجاوے۔

''سَبا'' کا تعارف

یمن ایک ملک کا نام ہے، جو مدینۂ منورہ اور مکہ مکرمہ کے قریب میں واقع ہے، اس کی راجدھانی کا نام ''صنعاء'' ہے، جس کو انگریزی میں sana کہتے ہیں، پرانے زمانے میں صنعاء کے قریب ''سبا'' نام کا ایک شہر تھا، اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے بڑا عجیب اور بڑا خوب صورت بنایا تھا، وہاں کا ڈیم بڑا مشہور تھا، وہاں قدرتی طور پر مکھی، مچھر، زہریلے سانپ، کوئی گندی چیز نہیں ہوا کرتی تھی، بہت ہی عمدہ شہر تھا۔

بلکہ دوسری جگہ سے آنے والے مسافر کے کپڑے یا بدن میں جوئیں ہوتیں تو وہ بھی وہاں آکر مر جاتی تھیں، کوئی زہریلا جانور بھی نہ تھا۔

آج کل لوگ نادانی اور ناواقفیت کی وجہ سے لڑکیوں کے نام بھی ''سبا'' رکھتے ہیں؛ حالاں کہ سبا ایک شہر کا نام تھا، اگر ''سین'' کے بجائے ''صاد'' کے ساتھ ''صبا'' پڑھیں تو ''ہوا'' کا نام ہو جاتا ہے۔

سبا کون تھا؟

حدیث میں ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے پوچھا گیا: یہ سبا کون تھا؟

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے جواب دیا کہ: یہ ایک آدمی تھا جس کے دس بیٹے تھے، اس کے چھ(۶) بیٹے داہنی طرف (right side) چلے گئے، اور انھوں نے پورا شہر آباد کر دیا، یہی ''یمن'' کہلاتا ہے۔

اور چار (۴) بیٹے بائیں طرف (Left side) چلے گئے، انھوں نے ''شام'' آباد کیا، جس کے ایک حصے کو آج کل ہم ''سیریا'' کہتے ہیں۔ (الترمذی، حدیث: ۳۲۴۳)

بلقیس کے خاندان کا تعارف

اسی ''سبا'' کی رانی کا نام ''بلقیس'' ہے، یہ ''یعرب بن قحطان'' کی نسل اور اولاد میں سے تھی، اس کے ابا کا نام ''شراحیل'' تھا، یہ بھی بہت بڑا بادشاہ تھا، کہتے ہیں کہ: اس کے دادا، پردادا، اوپر تک انتالیس (۳۹) بادشاہ اس کے خاندان میں ہو چکے تھے اور یہ ''شراحیل'' چالیسویں (۴۰) نمبر پر تھا، شراحیل اپنے آپ کو بہت بڑا بادشاہ سمجھتا تھا، وہ تکبر کرتے ہوئے لوگوں سے یوں کہتا تھا کہ: میرے ساتھ شادی کے لیے انسانوں میں کوئی خاندان میرے برابر کا نہیں ہوسکتا، میرا انسانوں میں کوئی ''کفو'' اور برابر کا ہے ہی نہیں۔ (روح المعانی: ۱۰/ ۱۸۴)

اس لیے کہ لوگ شادی کرنے کے لیے علم، عقل، ہوشیاری اور مال داری میں اپنے برابر کی فیملی ڈھونڈتے ہیں۔

وہ کہتا تھا کہ: میں اتنا بڑا بادشاہ اور اتنا بڑا مال دار ہوں کہ انسانوں کی کوئی فیملی نکاح کرنے کے لیے میرے برابر کی نہیں ہے؛ اس لیے میری شادی جناتوں کی فیملی میں ہونی چاہیے۔

بلقیس کے باپ کا نکاح ایک جنّی عورت سے

لوگ کہنے لگے کہ: بہت اچھا! انسانوں میں تیرے برابر کی کوئی فیملی نہیں ملتی تو کسی جنات کی لڑکی سے ہم تیری شادی کروا دیتے ہیں؛ چناں چہ ایک جنات کی فیملی

میں اس کی شادی ہوئی اور جنات کی جس لڑکی کے ساتھ اس کی شادی ہوئی اس کا نام بعض تفسیری روایتوں میں ''ریحانہ بنت سکن'' آیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ: بلقعہ یا بلعمہ بنتِ شیصان نام کی ایک جنات کی لڑکی کے ساتھ اس کی شادی کرائی گئی۔ (روح المعانی: ۱۰/ ۱۸۴)

''جنّ'' سے شادی کرنے کا مسئلہ

آپ کے دماغ میں یہ مسئلہ آسکتا ہے کہ کیا کوئی انسان مرد جنات کی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے یا انسانوں میں سے کوئی عورت جنات کے مرد سے شادی کرسکتی ہے؟

فتاویٰ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: بعض مفتیانِ کرام اس شادی اور نکاح کو جائز کہتے ہیں، ایک کتاب کا نام ''آکام المرجان فی احکام الجان'' ہے، حضرت علّامہ عبدالحی لکھنویؒ ہمارے ایک بہت بڑے مفتی گذرے ہیں، انھوں نے اس میں اس طرح کے مسائل بھی لکھے ہیں اور ایسے قصے بھی لکھے ہیں۔

میں نے یہاں آپ کو مسئلہ شریعت کی روشنی میں بتایا ہے؛ لیکن بلقیس کے باپ نے جنات کی لڑکی سے شادی کی، اس سے دلیل پکڑتے ہوئے نہیں بتلایا ہے، یہ ہمارے لیے کوئی دلیل نہیں ہے؛ اس لیے کہ وہ تو کافر تھا، غیر مسلم تھا اور یہ واقعہ پچھلی امتوں کا ہے۔

ایک بہت ہی اہم بات

یہاں ایک اہم بات سمجھنی چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو ہمارے جوڑے بنائے ہیں؛ انسانوں کے لیے انسان میں اور جناتوں کے لیے جنات میں، جانوروں

کے لیے جانور میں، پرندوں کے لیے پرندوں میں، یہ اللہ تعالیٰ کا نظام (System) ہے، اس نظام کو توڑنا نہیں چاہیے اور اس کو بدلنا نہیں چاہیے، اسی میں خیر اور برکت ہے۔

جانوروں سے جنسی تعلقات رکھنے والا بگڑا ہوا معاشرہ

آج دنیا میں ایسی بگڑی ہوئی عورتیں ہیں جو جانوروں کے ساتھ اپنی خواہش پوری کرتی ہیں، اور ایسے مرد بھی ہیں جو جانوروں کے ساتھ اپنی ہوس پوری کرتے ہیں، ایسی گندگی اور ایسا بگاڑ آج کے انسانوں میں ہے کہ اللہ کی پناہ! یہ حرام ہے، شریعت میں بالکل جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ایسے بگاڑ سے ابھی بھی اور مستقبل میں بھی ہماری سوسائٹی اور ہمارے سماج کی بھرپور حفاظت فرماوے، آمین۔

قرآن کا فرمان

قرآن کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کو وہی (اللہ تعالیٰ) پیدا کرنے والے ہیں، اس (اللہ تعالیٰ) نے تمھارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں کے بھی جوڑے بنائے (اور) وہ (اللہ تعالیٰ) تم کو اس میں بڑھاتے ہیں، کوئی چیز اس کے جیسی نہیں ہے اور وہی ہر بات سنتے ہیں (اور) سب کچھ دیکھتے ہیں۔

یعنی انسانوں کے لیے انسان میں سے جوڑے بنائے اور جانوروں میں جانوروں کے جوڑے بنائے۔

انسان کی جنسی ضرورت انسان ہی سے پورا ہونا بھی ایک بہت بڑی نعمت

اس آیت میں غور کرو ''مِنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجاً'' فرمایا؛ حالاں کہ نکاح کرنا ایک ضرورت ہے، وہ اپنے ہی اندر سے پوری کرنا ہے، انسان کے ساتھ بہت ساری دوسری ضروریات لگی ہوئی ہیں وہ تمام ضروریات اپنے ہم جنس سے پوری نہیں کرتا، مثلاً کھانا ایک ضرورت ہے؛ لیکن یہ ضرورت انسان اپنے ہم جنس دوسرے انسان سے پوری نہیں کرتا کہ ایک انسان دوسرے انسان کا گوشت کھاوے، انسان کا گوشت حرام ہے اور یہ حرام ہونا انسانی شرافت وکرامت کی وجہ سے ہے۔

دیکھیے! کھانے جیسی ضرورت ایک انسان دوسرے انسان سے پوری نہیں کرتا؛ بلکہ دوسرے حلال جانوروں سے پوری کرتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔

لیکن جماع ایسی جنسی ضرورت ہے کہ انسان اسے اپنی ہی ہم جنس انسانی نوع میں بیوی سے، باندی سے پوری کرتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے؛ ورنہ تصور کرو! اگر انسان کو کسی اور جانور سے یہ ضرورت پوری کرنی ہوتی تو کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا؟

جماع کا لطف اور مزہ ہی کیا ہوتا؟ اولاد کتنی مشکل ہوتی؟

معلوم ہوا کہ انسان جنسی ضرورت اپنی ہی نوع سے پوری کرے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

’’کُفُو‘‘ کا مسئلہ اور اہمیت

اِسی آیت کے تناظر (Refrence) میں ایک دوسری بڑی اہم بات سمجھو! کہ ہمارے دین میں ’’کُفُو‘‘ بہت اہم چیز ہے، کفو کا مطلب ہوتا ہے ’’برابری‘‘؛ یعنی جب نکاح کرے تو جوڑا برابر برابر ہے کہ نہیں وہ دیکھنا چاہیے، خاص کر کے دین داری میں برابری دیکھنا چاہیے۔

اگر دین داری میں برابری، بزنس اور کاروبار میں برابری، عقل اور ہوشیاری میں برابری، علم اور ایجیوکیشن میں برابری دیکھ کر شادی کریں گے تو دونوں اچھے میچ (Match) ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کو سمجھ کر اچھی طرح سکون والی زندگی گزار سکیں گے۔

انٹرنیٹ پر شریکِ حیات کا انتخاب ایک نقصان دینے والا عمل

اگر برابری نہیں ہے جیسے کہ آج کل ایک بیماری چل رہی ہے، ایک غلط رواج بن رہا ہے: انٹرنیٹ کے ذریعے شریکِ حیات (life partner) پسند (Choice) کرتے ہیں، اور وہ بھی فانی چیزوں کو دیکھ کر پسند کرتے ہیں، اس میں تھوڑے دن تو بہت اچھا لگتا ہے؛ لیکن بعد میں نقصان ہوتا ہے، دونوں کی فیملی جیسی جمنی چاہیے ایسی جمتی نہیں ہے اور اس کے بڑے نقصانات ہوا کرتے ہیں اور شرعی اعتبار سے بھی غلط ہوتا ہے، اسی لیے ہمارے دین میں کفو؛ یعنی برابری کو ایک اچھا درجہ بتایا گیا۔

ماں کے جنّی ہونے کا اثر بلقیس میں

بہر حال! شراحیل نے ایک جنّی عورت کے ساتھ شادی کی، ان دونوں کے نکاح

کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو لڑکی عطا فرمائی اسی لڑکی کا نام بلقیس ہے؛ گویا کہ یہ بلقیس عجیب وغریب لڑکی تھی کہ باپ انسان میں سے اور ماں جنات میں سے۔

بعض تفسیر کی کتابوں میں عجیب وغریب بات لکھی ہوئی ہے کہ قدرتی طور پر بلقیس کے پاؤں کی ایڑی جانوروں جیسی تھی، ظاہر بات ہے کہ دو الگ الگ (یعنی انسان اور جنات) سے یہ لڑکی پیدا ہوئی تو ایسا ممکن (Possible) ہے۔ (روح المعانی: ۱۰/ ۲۰۳)

بعض جانوروں کے پیر میں کھُر بھی ہوتے ہیں جیسے کہ گھوڑا، گدھا، خچر، اونٹ، ان کے پیروں میں کھُر ہوتا ہے، بلقیس کے پیر بھی کھُر کی طرح تھے۔

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے جس کو امام سیوطیؒ نے نقل کیا ہے کہ بلقیس کو اللہ تعالیٰ نے لمبے لمبے گھنے بال عطا فرمائے تھے۔ (درمنثور: ۵/ ۲۰۹)

ماحول کا اثر انسان کو ایمان سے بھی محروم کر دیتا ہے

وہ ایمان والی نہیں تھی؛ لیکن زندگی کے آخری دنوں میں –الحمد للہ– وہ ایمان لے آئی، اس کے ایمان کا قصہ ان شاء اللہ! ہم آگے سنیں گے، شروع میں اس کو ماحول اچھا نہیں ملا، مشرکہ عورت تھی، سورج کی پوجا کرتی تھی، کافروں کے ماحول میں رہنے کی وجہ سے اسے کفر سیکھنے کو ملا، یہ سب کچھ غلط ماحول کا اثر تھا۔

اِس سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ جب غلط ماحول ملتا ہے تو انسان ایمان تک سے محروم ہو کر کافر بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان کہ ہم کو ماں باپ بھی ایمان والے ملے، ماحول بھی ایمان والا ملا، انسان کو کفر اور شرک کا ماحول ملتا ہے تو –نعوذ باللہ– کافر بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہم سب کو ایمان پر باقی رکھے، آمین۔

ملکہ بلقیس اور اس کی پارلمینٹ

باپ کے مرنے کے بعد پورے سبا علاقے کی حکومت اِس بلقیس کے ہاتھ میں آ گئی اور وہ رانی بن گئی، اس کی ایک پارلمینٹ تھی، اس پارلمینٹ میں تین سو بارہ بڑے بڑے اراکین (member) تھے، اور ان میں سے ہر ایک کی ماتحتی میں دس ہزار لوگ ہوا کرتے تھے۔

بلقیس کا لشکر

بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ بلقیس کے بڑے بڑے لشکر کے بارہ ہزار کمانڈر (Comander) تھے اور ہر کمانڈر کی ماتحتی میں ایک لاکھ سپاہیوں کی آرمی اور فوج ہوا کرتی تھی۔ (روح المعانی: ۱۰/ ۱۹۲، قرطبی: ۱۲/ ۱۲۹)

عالی شان محل اور تخت

بلقیس کا ایک بہت بڑا عالی شان اور عجیب وغریب محل تھا، وہ اس محل کے تمام دروازوں کو تالا لگاتی تھی اور رات کو چابی اپنے تکیے کے نیچے رکھ کر سویا کرتی تھی۔

اس کا ایک عظیم اور بڑا تخت بھی تھا، پرانے زمانے میں بادشاہ لوگ اپنی حکومت چلانے کے لیے شاندار تخت پر بیٹھتے تھے، قرآن میں خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ﴾ اور بلقیس کا تخت بہت بڑا تھا۔

تخت کی مقدار (سائز)

تفسیر کی ایک روایت میں ہے کہ اس کا تخت اسّی (۸۰) ہاتھ لمبا- یعنی تقریباً

ایک سو بیس فٹ - اور چالیس ہاتھ چوڑا، اور تیس (۳۰) ہاتھ اونچا تھا۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بقول لمبائی اور چوڑائی تیس (۳۰) ہاتھ اور اونچائی اسّی (۸۰) ہاتھ تھی۔

یہ تخت سونے (Gold) کا بنا ہوا تھا، لال رنگ کے یاقوت کے پتھر، ہرے ہرے (green) رنگ کے زبرجد کے پتھر اور موتی اس کے تخت پر لگے ہوئے تھے۔

نیز اس کے تخت پر سات روم بھی تھے اور ہر روم کا الگ الگ دروازہ تھا، اندازہ لگاؤ کہ کتنا اونچا، بڑا اور عالی شان اس کا تخت ہوگا۔ (روح المعانی: ۱۰/۱۹۶)

یہ بلقیس خود بھی کفر و شرک میں ملوث تھی اور اس کی عوام بھی شرک و کفر میں مبتلا تھی، یہ میں نے آپ کو بلقیس کی تھوڑی سی پہچان کرائی، آگے جیسے جیسے قصہ آئے گا اس کا تعارف خود سمجھ میں آتا جائے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر

اب ہم اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام - جن کو (عیسائی) لوگ سولومون (solomon) کہتے ہیں- ان کی قبر بیت المقدّس (Palestine) میں مسجدِ اقصیٰ کے قریب ہے، الحمد للہ! وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بندے کو حاضری کی سعادت عطا فرمائی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ بھی تھے اور اللہ کے نبی بھی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو عجیب و غریب حکومت عطا فرمائی تھی: انسان، جنات، پرندے، جانور، اور ہوا، ہر چیز پر آپ کی حکومت تھی۔

نیز حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی بھی دے رکھی تھی کہ وہ پرندوں اور جانوروں کی بات سمجھتے تھے اوران کے ساتھ بات چیت بھی کرتے تھے۔

تفسیری روایتوں میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس(۱۹) بیٹے تھے؛ لیکن ان سب میں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تاجِ نبوت نصیب ہوا۔(قرطبی:۱۳/۱۱۰)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکے کا سفر

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب مسجدِ اقصیٰ بنالی تو سفر کرکے مکہ مکرمہ گئے اور وہاں انھوں نے چند دن قیام کیا۔

اس لیے کہ مکہ ایک ایسی مبارک جگہ ہے جہاں تقریباً اللہ تعالیٰ کے تمام نبی حج و عمرہ کرنے کے لیے پہنچے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہاں بار بار لے جائے، آمین۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشین گوئی

جب حضرت سلیمان علیہ السلام حج کے ارادے سے مکّہ تشریف لے گئے، تو آپ مکۂ مکرمہ میں روزانہ پانچ ہزار اونٹنیاں، پانچ ہزار بیل اور تیس ہزار مینڈھے ذبح کرکے لوگوں کی دعوت کرتے اور مکے کے سرداروں کو جمع کرکے یوں کہتے کہ: یہ وہ برکت والا شہر ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آنے والے ہیں اوران کی صفت یہ ہوگی کہ:

جتنے ان کے مخالفین ہوں گے اللہ تعالیٰ ان پر ان کو غالب کردیں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کو ایسا رعب عطا فرمائیں گے کہ ایک مہینے کی دوری تک ان کا رعب چلتا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں وہ کسی ملامت کرنے والی کی پروا نہیں کریں گے۔

مجمع میں حاضر لوگوں نے پوچھا کہ: ان کا دین کیا ہوگا؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: دینِ توحید؛ یعنی ملتِ ابراہیمی پر چلیں گے؛ لہٰذا جو بھی ان کا زمانہ پاوے وہ ان پر ایمان ضرور لاوے۔

لوگوں نے پوچھا: ابھی ان کا کتنا زمانہ باقی ہے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ: ایک ہزار (۱۰۰۰) سال باقی ہے، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: جو بات میں نے تم کو سنائی وہ تم نے تو سن لی، اب جو لوگ یہاں موجود نہیں ہیں ان تک تم یہ بات پہنچا دو۔ (روح المعانی: ۱۰/ ۱۷۸)

گویا کہ اللہ کے دین کی تبلیغ اور اللہ کے دین کی باتوں کو پہنچانا ہر نبی کے زمانے میں رہا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بھی تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام مکہ سے یمن کی طرف

حضرت سلیمان علیہ السلام حج سے فارغ ہو کر ایک دن صبح صبح مکے سے روانہ ہوئے اور زوال تک یمن پہنچ گئے؛ حالاں کہ اس زمانے میں مکہ سے یمن جانے میں ایک مہینہ لگتا تھا؛ لیکن چوں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہواؤں پر اڑنے کی طاقت عطا فرمائی تھی؛ اس لیے ہوا پر اڑ کر زوال تک یمن پہنچ گئے۔

وہاں دیکھا کہ پورا یمن خوب صورت اور سرسبز و شاداب (Greenery) ہے، آپ دوپہر کا کھانا کھانے اور نماز پڑھنے کے لیے وہاں اترے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو سفر میں نماز کے لیے پانی کی ضرورت پڑتی تو طریقہ یہ ہوتا تھا کہ اگر وہاں تالاب، جھیل، ندی یا چشمہ ہوتا تو بہت اچھا! ورنہ کنواں کھود کر پانی نکالا جاتا تھا اور زمین میں کہاں پانی ہے، اس کی تحقیق کرنے کی ذمے داری ''ہدہد'' کے سپرد تھی۔ (روح المعانی: ۱۰/ ۱۷۸)

ہدہد کا تعارف

''ہدہد'' ایک پرندے کا نام ہے، آج بھی دنیا میں یہ پرندہ ہے، میں نے بھی اس کو دیکھا ہے، یہ بہت چھوٹا ہوتا ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ خاص خوبی دی ہے کہ زمین کے اندر کہاں پانی ہے اور کتنا نیچے ہے وہ اس کو نظر آجاتا ہے، اس کی چونچ بہت لمبی ہوتی ہے، تقریباً دو تین انچ لمبی ہوتی ہے، جہاں پانی ہوتا ہے وہاں وہ چونچ کے ذریعے نشان کر دیتا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ گویا وہ ایک انجینئر ہے۔

اسی طرح اس کو زمین کے ایک یا دو بالشت نیچے کینچوا بھی نظر آتا ہے۔

یہ عجیب اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اگر کوئی شکاری جال (Net) رکھ دے تو وہ اس کو نہیں دیکھ سکتا ہے اور اس میں پھنس جاتا ہے، بالآخر شکاری اس کا شکار کر لیتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی انسان یا کسی جانور کو اپنے ہنر، اپنے فن اور اپنے علم پر تکبر نہیں کرنا چاہیے، اترانا نہیں چاہیے، اللہ تعالیٰ کی قدرت پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

بہرحال! حضرت سلیمان علیہ السلام ہدہد کو حکم (Order) فرماتے کہ دیکھو! پانی کہاں ہے؟ ہدہد جہاں پانی ہوتا وہاں چونچ کے ذریعے نشان کر دیتا، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام جنات کو حکم دیتے اور جنات فوراً اس جگہ کو کھود کر پانی نکال لیتے۔

ہدہد کہاں ہے؟

جب حضرت سلیمان علیہ السلام یمن پہنچے اور آپ کو نماز کے لیے پانی کی ضرورت پڑی تو فرمایا: ہدہد کہاں ہے؟

آپ نے پرندوں کے لشکر کی حاضری لی؛ تاکہ معلوم ہووے کہ کون حاضر ہے اور کون غیر حاضر؟ ہدہد بھی لشکر میں تھا؛ لیکن جب حضرت سلیمان علیہ السلام یمن پہنچے تو ہدہد گھومنے کے لیے نکل گیا، اس درمیان اس کو بلقیس کا باغ نظر آیا اور وہ اس باغ میں پھرنے کے لیے چلا گیا، ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام ہدہد کو تلاش کر رہے ہیں، قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ۝۲۰

ترجمہ: اور ان (سلیمان) نے پرندوں کی حاضری لی، سو وہ کہنے لگے: کیا بات ہے مجھے ہدہد (کیوں) نظر نہیں آتا، کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟۔

حاضری کی اہمیت

نظم و نسق کے لیے حاضری بہت ضروری ہے اور بلا وجہ غیر حاضری بہت بڑا جرم ہے، خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات سے باخبر رہتے تھے، جو مسجد میں نظر نہ آتا اس کے بارے میں دریافت فرماتے تھے۔

ماتحتوں کی نگرانی رکھنی چاہیے

یہاں مفسرین نے ایک نکتے (Point) کی بات لکھی ہے: اِس آیت سے یہ

بات معلوم ہوئی کہ گھر میں جو ذمے دار ہوں ان کو ہر ایک کی حاضری لینی چاہیے، بڑوں کو چاہیے کہ اپنے چھوٹوں کی حاضری لیتے رہیں، باپ کو چاہیے کہ فیملی میں جتنے بھی لوگ ہیں ان کی حاضری لیوے، ماں کو چاہیے کہ اپنے گھر کے بچے، بچی سب کی حاضری لیوے کہ: کہاں جاتے ہیں؟ کیوں جاتے ہیں؟ کس کام کے لیے جاتے ہیں؟ کتنے وقت کے لیے جاتے ہیں، کب آئیں گے؟ آنے میں کیوں دیر ہوگئی؟ سب چیزیں پوچھنی اور معلوم کرنی چاہیے۔

آج ہماری اولاد -نعوذ باللہ- جو بگڑ رہی ہیں اس کی ایک بہت بڑی وجہ (Reason) یہی ہے کہ اولاد کہاں جاتی ہیں؟ کہاں پھرتی ہیں؟ ماں باپ کو کچھ پتہ ہی نہیں ہوتا، پوچھتے ہی نہیں ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ:

پرندوں کی طبیعت ایک جگہ رہتی نہیں، وہ اڑتے پھرتے ہیں، معلوم ہوا ماتحتوں میں جن کا مزاج گھومنے پھرنے کا ہو ان کی حاضری کی خصوصی فکر رکھنی چاہیے۔

نیز اچانک حاضری لینے کا ثبوت بھی اس سے نکلتا ہے۔

کوتاہی کی نسبت اپنی طرف

اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کہہ رہے ہیں: ﴿مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ﴾

یعنی کوتاہی اور کمی کی نسبت اپنی طرف کی کہ: مجھے ہدہد نظر نہیں آتا؛ یعنی ممکن ہے کہ وہ موجود ہو؛ لیکن مجھے دکھتا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی یہ خوبی عطا فرماوے کہ ہم غلطیوں اور کوتاہیوں کو اپنی طرف نسبت کرنے والے بنیں، آمین!

ماتحتوں کو سزا

پھر فرمانے لگے: ہاں! پکی بات ہے وہ غیر حاضر ہے۔آپ بادشاہ بھی تھے؛اسی لیے فرمایا: ﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ﴾

میں اس کو(غیر حاضری پر) ضرور سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اولاد اور ماتحت لوگ اس طرح غیر حاضر رہے تو بعد میں ان کو ڈانٹنا ڈپٹنا چاہیے،سزا دینی چاہیے؛ تاکہ آئندہ وہ چوکنّا اور پابند رہے۔

نبی کے اعلیٰ اخلاق

آگے فرمایا: ﴿اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾

ہاں! اپنی غیر حاضری پر کوئی صحیح، سچی بات کرے گا تو میں معاف کر دوں گا۔

یہ ہوتے ہیں نبی کے اخلاق کہ پہلے سختی سے کہا: کیوں بھاگ گیا؟ سزا دوں گا؛ لیکن اگر غیر حاضری کا صحیح سبب بتلا دے تو میں معاف کر دوں گا۔

جیسے کہ بیٹا اگر بغیر پوچھے چلا گیا،آنے کے بعد ماں نے پوچھا: کہاں گیا تھا؟ اس نے کہا: میں مسجد میں نماز پڑھنے گیا تھا، بیان میں بیٹھا تھا تو معاف کر دینا چاہیے، یہ تو اچھے کام کے لیے گیا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کونسی سزا دینے کی دھمکی دی تھی؟

مفسرین نے لکھا ہے کہ: ہدہد کے پر اکھاڑ کر اس پر تارکول لگانے اور پھر دھوپ میں چھوڑ دینے کی دھمکی دی تھی،اس سے کیڑے اس کو پریشان کریں گے،وہ اپنا دفاع

اور بچاؤ نہ کر سکے گا۔

انداز ہ لگاؤ! ایک چھوٹے سے پرندے پر تارکول لگا کر اس کو گرمی میں ڈال دیوے تو اس کو کتنی تکلیف ہوگی؟

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ:

حضرت سلیمان علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ "میں ہدہد کو پنجرے میں غیر جنسوں کے ساتھ بند کر دوں گا"؛ تاکہ وہ اس کو جیل میں تکلیف دیویں۔

یا یہ دھمکی دی کہ: میں اس کو اس کی عورت (Female) سے ہمیشہ کے لیے الگ کر دوں گا۔ (روح المعانی: ۱۰/ ۱۷۸-۱۷۹، طبری: ۹/ ۵۰۶-۵۰۷، قرطبی: ۱۳/ ۱۲۰)

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جانوروں کو ایسی سزا دینا حلال کر دیا تھا، اس امت کے لیے بھی اگر کوئی پالتو جانور کام میں سستی کرے تو تادیب کے لیے بہ قدرِ ضرورت مارنے کی اجازت ہے۔

ہدہد کی حاضری اور عاجزی

ہدہد زوال کے وقت سے عصر تک غائب رہا، پھر حاضر ہوا، اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

﴿فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ﴾ سو وہ (ہدہد) تھوڑی دیر بعد حاضر ہو گیا۔

ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر ہوا، اپنا سر اٹھایا، عاجزی کے طور پر دُم اور دونوں بازو (wing) نیچے کر دیے اور زمین پر رکھ دیے اور بالکل تواضع کے انداز میں کھڑا ہو گیا، اس طرح اس نے اپنی غلطی کا اقرار کر لیا۔

غلطی کا اقرار کرنے والے کو معافی

یاد رکھو! دینی بہنو! جو بھی اپنی غلطی کا اقرار کرلیوے اس کو معاف کر دینا چاہیے، اللہ تعالیٰ بھی غلطی کا اقرار کرنے والوں کو معاف کرتے ہیں؛ اسی لیے ہمیں بھی رمضان کے مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی غلطی اور بھول کا اقرار کرنا چاہیے، گناہوں کا اقرار کرنا چاہیے، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیں گے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ: ماتحتوں کا عذر بھی سننا چاہیے، صرف تاناشاہی نہ چلاوے کہ بغیر اجازت گیا ہی کیوں؟

یقینی خبر

پھر ہدہد آہستہ سے کہنے لگا:

﴿فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ﴾

اور وہ (ہدہد سلیمان علیہ السلام سے) کہنے لگا: میں نے ایک ایسی بات معلوم کی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں ہے، یہ ایک چھوٹا سا پرندہ اللہ کے نبی کو کہہ رہا ہے کہ: میں ملکِ سبا سے ایک یقینی خبر لے کر تمھارے پاس حاضر ہوا ہوں۔

چھوٹوں کی بات بھی سننی چاہیے

اِس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بہت سی مرتبہ چھوٹوں کو بھی ایسی بات معلوم ہوتی ہے جو بڑوں کو معلوم نہیں ہوا کرتی؛ اس لیے کبھی ہمارے چھوٹے، ہمارے بچے، ہمارے شاگرد کوئی بات کہیں تو ان کی بات کو بھی دھیان سے سننا چاہیے، بہت سی مرتبہ

ان کی باتوں سے بھی ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔

پرندوں کو بھی یہ علم تھا کہ اللہ کے نبی عالم الغیب نہیں ہوتے

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ: پرندوں کو بھی یہ علم تھا کہ اللہ کے نبی عالم الغیب نہیں ہوا کرتے ہیں؛ حالاں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا. (النمل:۱۵)

ترجمہ: اور پکی بات یہ ہے کہ ہم نے داؤد اور سلیمان (علیہما السلام) کو ایک (خاص) علم عطا کیا تھا۔

پھر بھی ان کے علم کی کمی کا یہ حال ہے کہ ملکہ سبا کے حال سے وہ ناواقف تھے، اللہ تعالیٰ انسانوں کو بھی یہ عقیدہ صحیح معنیٰ میں سمجھا دیوے۔

عورت کی حکومت

وہ پکی خبر کیا ہے؟ آگے فرمایا:

﴿اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ﴾

میں نے ایک عورت کو (وہاں) دیکھا ہے جو ان پر حکومت کر رہی ہے۔

اللہ اکبر! ہوا میں اڑنے والا ایک چھوٹا سا پرندہ یہ سب خبر دے رہا ہے۔

ہدہد کا اندازِ بیان یہ بتلا رہا ہے کہ خود اس کو تعجب ہو رہا ہے کہ ایک عورت کیسے حکومت کر سکتی ہے، جب کہ آج انسانوں کو کوئی تعجب نہیں کہ عورت حکومت چلانے لگے۔

نیز یہ پچھلی امت کی بات ہے، ہماری شریعت میں عورت کا حکومت کرنا اچھی چیز نہیں ہے، حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ أَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوْا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرٰى، قَالَ: لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمْ إِمْرَأَةً. (البخاری، حدیث: ۴۴۲۵)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ فارس والوں نے کسریٰ کی بیٹی کو حکومت سپرد کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جو کسی عورت کو امیر اور بادشاہ بناوے۔

بلقیس اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں فرق

ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک عجیب بات کہی:

﴿وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ﴾

اور اس کو ہر طرح کا (ضروری) سامان ملا ہے اور اس کا ایک بڑا تخت بھی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی حکومت کے اعتبار سے ہر چیز اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کی ہے؛ یعنی عالی شان محل، قسم قسم کے کپڑے، قسم قسم کی استعمال کی چیزیں، بڑا لشکر، اور اس دور کے اعتبار سے ضرورت کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے بلقیس کو عطا فرمائی ہے۔ جب کہ قرآن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بھی بیان کیا گیا:

﴿وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾

سلیمان علیہ السلام نے کہا: اے لوگو! اور ہم کو ہر قسم کی (ضروری) چیز دی گئی ہے۔

لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت دی، آسمانی علم دیا، اسلام عطا فرمایا اور دنیا کی حکومت عطا فرمائی؛ گویا حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دین بھی دیا، دنیا بھی عطا فرمائی اور بلقیس کو صرف دنیا کی حکومت عطا فرمائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام تیرہ (۱۳) سال کی عمر میں بادشاہ بنے اور ترپن (۵۳) سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا، زندگی کے آخری دنوں میں بلقیس کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا جیسے کہ آگے والے واقعے میں ایک روایت سے معلوم ہوگا۔ (روح المعانی: ۱۰/ ۲۰۴)

ہدہد کی کارگزاری

بہر حال! ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے بلقیس کے ملک میں جو کچھ دیکھا اس کی کارگزاری بیان کرنا شروع کی، اس نے کہا کہ: وہاں ''مَارِب'' کے علاقے میں ایک عورت ہے۔ (قرطبی: ۱۳/ ۱۲۱)

اس عورت کا نام بلقیس ہے، وہ عورت پورے ملک پر حکومت کرتی ہے، اس کو دنیا کی ہر قسم کی نعمتیں دی گئی ہیں، اس کے باوجود وہ اور اس کی قوم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کی عبادت کرتی ہے اور شیطان ان کو گناہوں کے کام اچھے انداز سے دکھلاتا ہے جس کی وجہ سے ان کو ان کے برے کام برے معلوم نہیں ہوتے ہیں، ہدایت اور ایمان کے راستے سے دور ہیں، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی پرستش کرتے ہیں، ان لوگوں کو چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اللہ تعالیٰ- جو بلقیس سے بھی بڑے عرش کے مالک ہیں اس- کی عبادت ان کو کرنی چاہیے تھی۔

اِس آیت پر سجدۂ تلاوت ہے؛ اس لیے میں آپ تمام بہنوں سے کہوں گا کہ آپ سجدۂ تلاوت ضرور کرلیں، یہ واجب اور ضروری ہے۔

سزا سے بچنے کے لیے چھوٹوں کی عادت

جب ہدہد نے پورا واقعہ سنادیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوچا کہ پتا نہیں یہ

سچی بات کہہ رہا ہے یا بناوٹی بات کہہ رہا ہے، ہمیں تحقیق کرنی چاہیے؛ اس لیے کہ چھوٹوں کی عادت ایسی ہوتی ہے کہ جب بڑوں کے سامنے پکڑے جاتے ہیں تو جھوٹی، بناوٹی باتوں کے ذریعے وہ سزا سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ماتحتوں کی بات کا امتحان لینا چاہیے

اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہد ہد پرندے کا امتحان لیا، فرمایا:

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: (یہ بات سن کر) سلیمان علیہ السلام نے کہا: ابھی ہم دیکھ لیتے ہیں کہ تم سچ کہتے ہو یا تم بھی جھوٹ بولنے والوں میں شامل ہو گئے ہو۔

اِس سے ایک بات یہ سمجھ میں آئی کہ ہمارے چھوٹے، ہمارے ماتحت لوگ کوئی بات کہے تو فوراً مان نہیں لینی چاہیے، تھوڑا امتحان بھی لینا چاہیے کہ یہ صحیح بات کہہ رہا ہے یا غلط بول رہا ہے، مثلاً لڑکا مسجد جانے کا کہہ کر گیا تھا تو حقیقت میں مسجد گیا تھا یا صرف دوستوں کی محفل میں گھوم کر واپس آ گیا!

خط کے ذریعے دین کی دعوت نبیوں کا مبارک عمل

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کا امتحان لینے کے لیے بلقیس کے نام ایک خط لکھا، جس میں اس کو ایمان کی دعوت دی۔

اِس سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ خط کے ذریعے سے بھی دین کی دعوت دے سکتے ہیں، خط کے ذریعے دین کی دعوت دینا نبیوں کا مبارک طریقہ ہے، جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے لکھا۔

آپ ﷺ نے بھی بادشاہوں کے نام خط لکھے

میرے اور آپ کے پیارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کے نام ایمان کی دعوت کے بہت سارے خطوط لکھے، وہ خطوط چھپے ہوئے موجود ہیں، لوگ اس کو برکت کے طور پر اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔

سن ہجری ۶ میں صلح حدیبیہ کے بعد جب کچھ اطمینان نصیب ہوا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عجم (عرب کے باہر) کے کئی بادشہاوں اور امراء کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے خطوط روانہ فرمائیں۔ان بادشاہوں میں حبشہ کا بادشاہ نجاشی، روم کا بادشاہ ہرقل، فارس (ایران) کا بادشاہ کسری، بحرین کا امیر منذر بن ساویٰ، یمامہ کا امیر ہوذہ الحنفی اور عمّان کے بادشاہ شامل ہیں۔

بدبختی کا انجام

ان بادشاہوں اور امراء کے پاس جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد خط لے کر پہنچے تو کچھ نے تو بہت عزّت اور اکرام کا معاملہ کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہدیے تحائف بھیجے، جبکہ کچھ حضرات نے بدبختی اور گستاخی سے کام لیا؛ جن میں ایران کا بادشاہ کسریٰ تھا، اس بدبخت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس نامۂ مبارک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گرفتار کرنے کے لیے مدینہ اپنے آدمی روانہ فرمائے۔

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا پتا چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جس طرح اس نے میرے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔

دین کی دعوت کے لیے انٹرنیٹ کا بھرپور استعمال کرنا چاہیے

بہرحال! حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا یہ مبارک عمل ہمیں بتلاتا ہے کہ دین کی دعوت کے لیے، دین سیکھنے سکھانے کے لیے جو بھی طریقہ صحیح اور جائز ہو اس کو اپنانا چاہیے۔

جیسے آج کل ای میل (Email)، انٹرنیٹ (internet) کے ذریعے بھی ہم دین پھیلانے کا کام کر سکتے ہیں، اِس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

جب کہ آج کل لوگ وہاٹس ایپ (Whatsapp)، فیس بک (Facebook) یوٹیوب (Youtube) وغیرہ کو غلط، گناہ اور فتنہ وفساد کے کام میں استعمال کرتے ہیں تو ہمیں یہ سب چیزیں دین کے کام میں استعمال کرنی چاہیے، مثلاً بیان ریکارڈ کرلیا اور دوسرے ملکوں میں رہنے والے اپنے رشتے داروں کو واٹس ایپ کے ذریعے بھیج دیا، یوٹیوب پر رکھ دیا، فیس بک پر رکھ دیا، جو لوگ سنیں گے تو ان کو بھی فائدہ ہوگا اور اس کا ثواب ان شاء اللہ! آپ کو بھی ملے گا۔

روانگی کی ہدایات کا ثبوت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بہت پیارا خط لکھا، وہ خط بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نقل کیا ہے، اس خط کو لے کر آپ نے ہدہد کو بھیجا، روانہ کرتے وقت آپ نے اس کو کچھ نصیحتیں بھی فرمائیں جس کو ہم روانگی کی ہدایات اور روانگی کے آداب بھی کہہ سکتے ہیں، غرض جب کسی کو دینی کام کے لیے یا کسی دوسرے سفر پر روانہ کریں تو کچھ نصیحت دے کر اس کو روانہ کرنا چاہیے۔

یہ طریقہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے بھی ثابت ہے، جب حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو بہت ساری روانگی کی ہدایات دی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے بھی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس دین کی دعوت لے کر بھیجا تو بہت ساری روانگی کی ہدایات اور آداب بتلائے تھے۔

وہ کیا جواب دیتے ہیں؟

اسی طرح یہاں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام ایک پرندے کو دین کی دعوت کا خط لے کر بھیج رہے ہیں، تو روانہ کرتے وقت اس کو نصیحت کر رہے ہیں:

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ۝۲۸

ترجمہ: (اے ہدہد!) میرا یہ خط لے کر جا اور اس (خط) کو ان کے پاس ڈال دے، پھر ان کے پاس سے تو ہٹ جا، پھر دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟

یعنی تو میرا یہ خط بلقیس کو پہنچا دے، خط پہنچانے کے بعد تو وہاں بیٹھے مت رہنا، ان کے سر پر مت رہنا؛ بلکہ وہاں سے ہٹ جانا؛ تاکہ اطمینان سے وہ خط پڑھ سکیں اور آپس میں آزادی سے مشورہ کر سکیں۔

نیز یہ دیکھنا کہ وہ خط کا کیا جواب دیتے ہیں؟

جب کسی کو کہیں بھیجیں تو اس کو نصیحت کر کے روانہ کرنا چاہیے

دیکھو! یہ بڑوں کا حال ہے، اللہ کے نبی کا حال ہے کہ پرندے تک کو آپ نے نصیحت فرمائی، ادب سکھلایا، ہمیں بھی اپنے بچوں کو ادب سکھانا چاہیے، بیٹی کو سسرال بھیجے تو اس کو نصیحت کر کے بھیجنا چاہیے، بیٹے کو مدرسے میں پڑھنے بھیجے، جماعت میں

بھیجے یا حلال روزی کمانے بھیجے تو اس کو نصیحت کر کے، آداب سکھلا کر بھیجنا چاہیے، یہی نبیوں کا مبارک طریقہ ہے۔

ہدہد کا عجیب طریقے سے محل میں داخل ہونا

ہدہد پرندہ اپنی چونچ میں خط پکڑ کر اڑا، بعض تفسیری روایت میں ہے کہ اس نے اپنے دونوں پنجوں کے درمیان وہ خط دبا لیا اور بلقیس کے دربار میں پہنچا، اس وقت بلقیس ''صنعا'' سے تین منزل دور ''مأرب'' شہر میں تھی اور اپنے خاص (private) روم میں چِت لیٹی ہوئی تھی، اس کے دربان، پولیس والے محل کے چاروں طرف چوکی داری اور نگرانی کر رہے تھے۔

لیکن ہدہد عجیب طریقے سے محل میں داخل ہو گیا، جیسا کہ پہلے آپ نے روایت سنی کہ بلقیس اپنے محل کے تمام دروازوں کو تالے لگا کر اس کی چابی تکیے کے نیچے رکھ کر سوتی تھی؛ لیکن محل کے کمرے میں ہوا کے لیے اوپر ایک چھوٹا سا راستہ تھا، اس کو اردو میں ''رَوْزَن'' (روشن دان) کہتے ہیں، اس میں سے یہ ہدہد داخل ہوا اور چپکے سے بلقیس کے سینے پر وہ خط رکھ دیا۔ (قرطبی: ۱۳/ ۱۲۷)

سورج کو سجدہ

روایتوں میں آتا ہے کہ اس دن بلقیس بہت دیر تک اپنے محل میں میٹھی نیند سوئی رہی، روزانہ اس کی عادت تھی کہ جب سورج نکلتا تھا تو وہ اس کو روشن دان میں سے دیکھتی اور پلنگ سے نیچے اتر کر اس کے سامنے سجدہ کرتی تھی۔ (قرطبی: ۱۳/ ۱۲۷)

سورج نکلنے کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت کی وجہ

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے سورج نکلنے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے؛ اس لیے کہ اس وقت سورج کی پوجا کرنے والے سورج کے سامنے سجدہ کرتے ہیں اور ان کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے، حدیث میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما: لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَ لَاغُرُوبَهَا. (بخاری، کتاب مواقیت الصلوة، باب الصلوة بعد الفجر حتی ترتفع الشمس، حدیث: ۵۸۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: تم سورج طلوع اور غروب ہوتے وقت اپنی نماز کا قصد وارادہ مت کرو!

ہاں! جب سورج اونچا ہوجائے؛ یعنی سورج نکلنے کا جو وقت ہوتا ہے اس سے پندرہ بیس منٹ کے بعد اشراق، چاشت وغیرہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

بلقیس کی حیرانگی

لیکن آج ہدہد چپکے سے خط رکھ کر اس روشن دان پر چلا گیا اور وہاں اپنے پَر پھیلا کر بیٹھ گیا، جس کی وجہ سے روشن دان سے سورج نظر نہیں آیا؛ اس لیے بلقیس کو پتا ہی نہیں چلا کہ سورج طلوع ہوگیا ہے، وہ جلدی جلدی اپنے بستر سے اٹھی، اب اس کو پتا چلا کہ آج تو بہت دیر ہوگئی، سورج بھی نکل گیا، اس نے وہ خط کھولا، تو اس کی وجہ سے اس کو بہت حیرانی ہوئی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ خط مہر لگا کر بالکل پیک کر کے روانہ کیا تھا۔ (قرطبی: ۱۳/۷/۱۳)

خط کا مضمون

خط میں لکھا تھا:

اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِۙ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَىَّ وَاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: یقیناً وہ (خط) سلیمان کی طرف سے آیا ہے اور وہ (خط) اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کیا گیا ہے، جس (اللہ تعالیٰ) کی رحمت سب کے لیے ہے، جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۳۰﴾ (اس میں یہ لکھا ہے) کہ تم میرے مقابلے میں تکبر نہ کرو اور میرے سامنے مسلمان (یعنی فرماں بردار) بن کر چلے آؤ۔

بس! اتنی مختصر اور اچھی بات اس خط میں لکھی ہوئی تھی۔

مشورے کے لیے ہنگامی مجلس (Emergency meeting)

بلقیس نے خط پڑھا، بلقیس کتنی ہوشیار تھی؟ ذرا اندازہ لگاؤ! خط پڑھنے کے بعد اس نے فوراً مشورے کے لیے ایک مجلس منعقد کی اور اس میں اپنی پارلیمنٹ کے تمام ممبروں اور سرداروں کو بلایا، تین سو بارہ (۳۱۲) مجلسِ شوریٰ کے ممبر تھے۔

کافرہ عورت کے نزدیک مشورے کی اہمیت!!!

میری دینی بہنو! ایک کافرہ عورت ہے، جس کے اندر ابھی ایمان بھی نہیں ہے، وہ رانی ہے؛ لیکن اس کے باوجود اس کے یہاں مشورہ اتنی اہم چیز ہے کہ ایک خط آیا تو اس نے فوراً مشورے کے لیے سب کو جمع کرلیا، اِس سے اندازہ لگاؤ کہ مشورہ کتنی اہم

اور کتنی ضروری چیز ہوگی؟

ہمیں بھی مشورہ کرنا چاہیے، گھر میں کوئی بات پیش آجائے تو فوراً اللہ کے نیک بندوں سے مشورہ کرنا چاہیے۔

ماتحتوں سے بھی مشورہ لینا چاہیے

دوسری بات یہ کہ ’’مشورہ کرنے کے لیے اس نے اپنے ممبروں کو جمع کرلیا‘‘، تا کہ اِس سے ان کا حوصلہ بڑھے، دل جوئی ہو اور ان کو خوشی ہو کہ ہماری رانی کتنی اچھی ہے کہ فیصلہ کرنے سے پہلے ہمارا مشورہ لیتی ہے۔

ہم کو بھی اپنے ماتحتوں کے ساتھ صلاح و مشورہ کر کے فیصلہ کرنا چاہیے، کسی کی کوئی کمپنی ہو تو کمپنی کے کارکنوں سے مشورہ کریں، اس سے بہت فائدہ ہوگا، ان کارکنوں کو خوشی ہوگی، مشورے کے بغیر فیصلہ کرلیں گے تو ان کا دل ٹوٹ سکتا ہے۔

بلقیس کی زبان سے خط کی تعریف

بہر حال! بلقیس نے ان کے سامنے خط رکھنے سے پہلے کہا:

یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: اے میری کمیٹی کے ممبرو! میرے پاس ایک بڑا عزت والا خط آیا ہے۔

بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کی تعریف کی۔

’’كِتَابٌ كَرِيْمٌ‘‘ کہنے کی حکمتیں

بلقیس کے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کو ’’كِتَابٌ كَرِيْمٌ‘‘ (یعنی عزت والا

خط) کہنے کی بہت ساری وجوہات مفسرین نے لکھی ہیں:

① خط لکھنے والے حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں؛ لہٰذا ان کی طرف سے آیا ہوا خط عزت اور برکت والا ہی ہوگا۔

② ہدہد نے یہ خط عجیب وغریب طریقے سے بلقیس کی چھاتی پر رکھ دیا تھا، اس کی بنیاد پر ''کِتابٌ کَرِیْمٌ'' کہا گیا۔

③ خط میں اسلام کی دعوت تھی؛ اس لیے یہ بڑا عزت والا خط بن گیا۔

④ اللہ تعالیٰ کے مبارک نام اور ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کی برکت سے یہ خط عزت والا بن گیا۔ اسی طرح اس میں جو مضمون لکھا ہوا تھا وہ بھی بہت اچھا تھا؛ اس لیے عزت والا خط کہا گیا۔ (قرطبی: ۱۳/ ۱۳۸)

خط پر مہر لگانا

⑤ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس پر مہر بھی لگائی تھی۔

اِن تمام وجوہات کی بنیاد پر یہ خط بڑا عزت والا ''کِتابٌ کَرِیْمٌ'' بن گیا تھا۔

خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی عادتِ مبارکہ بھی تھی کہ خط لکھنے کے بعد نیچے مہر لگایا کرتے تھے۔

حضور ﷺ نے مہر لگانے کے لیے ایک چاندی کی انگوٹھی تیار کروائی تھی، اس میں ایک نگینہ تھا، اس نگینے میں اوپر ''اللہ''، درمیان میں ''رسول'' اور بالکل نیچے ''محمد'' لکھا ہوا تھا، نیچے سے پڑھو تو یوں ہوتا تھا: ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ''۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ: وَكَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ: ''مُحَمَّدٌ''

سَطْرٌ، وَ ''رَسُولُ'' سَطْرٌ، وَ ''اللهِ'' سَطْرٌ. (بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی ﷺ وعصاہ، حدیث: ۳۱۰۶)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی پر تین سطریں بنی ہوئی تھیں؛ ایک سطر میں محمد، دوسری سطر میں رسول اور تیسری میں اللہ لکھا ہوا تھا۔

اس انگوٹھی کے فوٹو بھی چھپے ہوئے ملتے ہیں اور لوگ برکت کے طور پر اس کو گھروں میں بھی لگاتے ہیں۔

نرم انداز میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس خط میں نرم انداز میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی تھی، بہت پیار اور محبت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی تھی، شفقت اور مہربانی کی باتیں لکھی تھیں، اس میں کوئی لعن طعن، گالی گلوچ، کوئی سخت اور کڑوی بات نہیں لکھی تھی، کوئی ایسی بات نہیں لکھی تھی جس کی وجہ سے پڑھنے والے کو غصہ آجائے، کوئی مبہم اور گول مول بات بھی نہیں لکھی تھی کہ سامنے والے کو سمجھ میں نہ آئے۔

میسیج وغیرہ اچھے لکھنے چاہیے

معلوم ہوا کہ نرمی، شفقت اور محبت سے دین کی بات فائدہ دیتی ہے، اللہ تعالیٰ دلوں میں بات اتار دیتے ہیں۔

اِس سے ہمیں یہ ادب سیکھنے ملا کہ خط میں دین کی باتیں شفقت اور نرمی کے ساتھ لکھنی چاہیے، گالی گلوچ، جھگڑے کی بات، سامنے والے کو غصہ آجائے ایسی بات، مبہم جو سمجھ میں نہ آوے ایسی بات نہیں لکھنی چاہیے، یہ دین کی دعوت کے لیے بہت ضروری

اور بہت اہم بات ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خط، میسیج وغیرہ اچھے لکھنے چاہیے، گندے، غلط، گناہ اور بے حیائی کے میسیج نہیں لکھنے چاہیے۔

خط، میسیج وغیرہ میں اپنا نام لکھنا چاہیے

حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط میں پہلے لکھا تھا: انه من سلیمان؛ یعنی یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے، نبی کا لفظ نہیں لکھا تھا۔

اس سے ہمیں ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ خط، میسیج یا میل اس طرح لکھنا چاہیے کہ سامنے والے کو پتا چل جائے کہ یہ کس نے لکھا ہے؟

خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ بھی جب خط لکھتے تھے تو اپنا نام لکھتے تھے:

مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَرُسُوْلِهٖ.

یعنی عبد اللہ کے بیٹے محمد اللہ کے رسول کی طرف سے یہ خط ہے۔

آج کل بہت سے لوگ اس لیے نام نہیں لکھتے کہ سامنے والے کو پریشان کرنا ہوتا ہے، اس طرح بغیر نام کے میسیج اور میل چلانا یہ بھی ایک فتنہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ نام لکھیں گے تو جس کو ہم نے خط یا میسیج لکھا ہے اس کو کوئی شک نہیں رہے گا۔ نام چاہے شروع میں لکھے چاہے بعد میں لکھے دونوں جائز ہے۔

بے ادبی کا خطرہ نہ ہو تو اللہ کا نام بھی لکھنا چاہیے

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ کا نام لکھا:

وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

ہمیں بھی خط اور میسیج میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھنا چاہیے؛ لیکن جہاں اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی کا خطرہ ہو ایسے موقع پر نہ لکھیں، صرف زبان سے پڑھ لیں، جیسے آپ نے کچھ لوگوں کو خط لکھا، آپ کو معلوم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی کریں گے، خط کو ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیں گے تو ایسی صورت میں اللہ کا نام نہیں لکھنا چاہیے۔

البتہ جہاں آپ کو معلوم ہے کہ سامنے دین دار ہیں، بے ادبی نہیں کریں گے تو خط اور میسیج کے شروع میں ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' لکھنا چاہیے۔

اسی طرح ہر چیز اور ہر کام ہمیں ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' سے شروع کرنا چاہیے۔

خط میں مختصر بات

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پورے خط میں بس ایک ہی بات لکھی:

﴿ أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ۝٣١ ﴾

بلقیس! تم میرے مقابلے میں دادا گیری مت کرنا، میرے مقابلے میں گھمنڈ مت کرنا اور مسلمان بن کر، فرماں بردار بن کر، اطاعت کرنے والی بن کر تم آ جانا۔

بس! اتنا چھوٹا سا خط حضرت سلیمان علیہ السلام نے لکھا۔

بقیہ قصہ اگلی قسط میں ان شاء اللہ! آئے گا، اللہ تعالیٰ ان باتوں پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے، آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سبا کی رانی: بلقیس کا عجیب واقعہ

(حصہ:۲)

اقتباس

قرآن کی طاقت کا کیا حال ہوگا!!!

دیکھیے! اس آیت میں عجیب بات بیان کی ہے:

﴿عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ﴾

دینی بہنو! حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کا ایک انسان آسمانی کتاب کے علم کی مدد سے اتنا بڑا کام کرسکتا ہے کہ سیکنڈوں میں، پلک جھپکنے میں دور دراز علاقے سے پورا تخت لا سکتا ہے، جو بڑے سے بڑا جنات نہیں کرسکتا؛ جب کہ مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا ہے جو تمام آسمانی کتابوں سے افضل ہے، تو قرآن کے علم میں اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت رکھی ہوگی!!!

اس لیے قرآن پڑھو! قرآن سمجھو! قرآن پر عمل کرو!

اللہ تعالیٰ نے اس میں جو طاقت رکھی ہے وہ طاقت کسی اور چیز میں کبھی بھی نہیں ہوسکتی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: وہ (رانی) بولی: اے درباریو! یہ جو مسئلہ مجھے پیش آیا ہے اس (کے بارے) میں مجھے پکا مشورہ دو، میں اس وقت تک کسی کام کا قطعی فیصلہ نہیں کیا کرتی جب تک تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو۔

گذشتہ سے باقی بات

گذشتہ یہاں تک بات پہنچی تھی کہ ہدہد نے وہ خط بلقیس کو پہنچادیا اور بلقیس نے ایک مشورے کی مجلس قائم کر کے وہ خط سب کو پڑھ سنایا۔

بلقیس کا سرداروں سے مشورہ طلب کرنا

جب بلقیس نے یہ خط تمام لوگوں کو پڑھ کر سنایا تو اس نے کمیٹی کے ممبران سے کیا

کہا؟ عجیب بات اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں بیان فرمائی:

قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اَفۡتُوۡنِىۡ فِىۡۤ اَمۡرِىۡ‌ ۚ مَا كُنۡتُ قَاطِعَةً اَمۡرًا حَتّٰى تَشۡهَدُوۡنِ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: وہ (رانی) بولی: اے درباریو! یہ جو مسئلہ مجھے پیش آیا ہے اس (کے بارے) میں مجھے پکا مشورہ دو، میں اس وقت تک کسی کام کا قطعی فیصلہ نہیں کیا کرتی جب تک تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو۔

مشورہ چل رہا تھا؛ لیکن بلقیس نے ''اَفۡتُوۡنِىۡ'' کا لفظ استعمال فرمایا، مفسرین فرماتے ہیں کہ: حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے جو خط گیا تھا وہ بہت اہم تھا؛ اسی لیے بلقیس نے اسے ''فتوے'' کے لفظ سے تعبیر کیا۔ (طبری: ۹/ ۵۱۴)

چناں چہ اس نے سب لوگوں کی رائے مانگی کہ ہمیں اس کا کیا جواب دینا چاہیے؟

سرداروں کا جواب

سب سردار لوگ آستینیں چڑھا کر، اپنی طاقت اور فوج پر بھروسہ کرتے ہوئے جواب دے رہے ہیں:

﴿قَالُوۡا نَحۡنُ اُولُوۡا قُوَّةٍ وَّاُولُوۡا بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ﴾

ترجمہ: وہ (درباری) کہنے لگے: ہم تو پوری طاقت والے ہیں اور (ڈٹ کر) سخت لڑائی لڑنے والے لوگ ہیں۔

یعنی ہمارے پاس طاقت ہیں، ہمارے پاس بڑی فوج ہے، ہمارے پاس بڑے بڑے ہتھیار ہیں، ہم لڑ لیں گے، مقابلہ کر لیں گے، تم صرف حکم کرو، ہم لڑائی

کرنے میں بڑے ماہر لوگ ہیں، ہم کو لڑنا بھی خوب آتا ہے۔

پھر اخیر میں انھوں نے کہا: ﴿وَالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ﴾

ترجمہ: آگے معاملہ تمھارے اختیار میں ہے، اب آپ ہی دیکھ لیں کہ کیا حکم دیتی ہو۔

یعنی ہم نے تو رائے دے دی کہ ہم لڑنے کے لیے تیار ہیں؛ لیکن فیصلہ آپ کو کرنا ہے، آپ جو فیصلہ کریں گی ہم اس کے لیے تیار ہیں۔

گویا اخیر میں انھوں نے سارا اختیار ملکہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ معلوم ہوا کہ یہ پرانی بیماری ہے کہ اخیر میں جا کر عورتوں ہی کے ہاتھ میں اختیار دے دیتے ہیں!!!

بڑوں کے سامنے ہمت والا جواب دینا چاہیے

اِس آیت سے ہمیں مشورے کے ایک اہم ادب کی تعلیم ملی، اور یہ سیکھنے کو ملا کہ جب کسی مشورے میں بیٹھیں تو ماتحتوں کی طرف سے بڑوں کو کیا جواب ملنا چاہیے، بلقیس کے کمانڈوز نے کیسا ہمت والا جواب دیا!

چھوٹوں کو بڑوں کے سامنے ایسا ہی جواب دینا چاہیے، اخلاص اور امانت داری کے ساتھ اپنی ہمت و شجاعت والی رائے دے دیں، پھر بڑوں کے فیصلے پر راضی رہیں۔

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی غزوۂ بدر کے موقع پر کچھ اسی طرح کا حوصلے والا مشورہ دیا تھا۔

جوان لڑکیوں کو ایک اہم نصیحت

میں اپنی جوان بیٹیوں کو کہوں گا کہ: جب شادی کا مرحلہ آوے تو اخلاص کے ساتھ- کسی دین دار رشتے پر آپ کی نظر ہو- ماں باپ کے سامنے اپنی رائے رکھ دیں؛

لیکن پھر ماں باپ جو فیصلہ کریں اس پر راضی ہوجاویں، اس میں اللہ تعالیٰ تمھیں دنیا و آخرت میں عزت عطا کریں گے۔

امیر کسی کی رائے کا پابند نہیں ہے

ایک بات یہ بھی ہے کہ مشورے میں ہر ساتھی کو صحیح صحیح رائے دینی چاہیے؛ لیکن امیر رائے کا پابند نہیں ہے، وہ جو چاہے فیصلہ کرے اور جب کسی کے پاس منصب، عہدہ اور ذمے داری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے دل میں صحیح بات ڈال دیتے ہیں اور عین موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آجاتی ہے۔

بلقیس کا عقل مندی والا فیصلہ

اب بلقیس کیا کہتی ہے وہ بھی سنو! اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: وہ (ملکہ) بولی: جب بادشاہ (فاتح بن کر) کسی بستی میں داخل ہوا کرتے ہیں تو اس کو برباد کر ڈالتے ہیں اور وہاں کے عزت والے لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔

بڑی ہوشیار عورت ثابت ہوئی، بلقیس کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ: لڑنے جھگڑنے کی بات مت کرو۔ حدیث میں بھی ہے حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ. (البخاری، کتاب البیوع، باب هل يبيع حاضر لباد بغير اجر و هل يعينه او ينصحه، حديث: ۲۰۴۹)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنے کسی بھائی سے خیر خواہی طلب کرے تو اس سے خیر خواہی کا معاملہ کرنا چاہیے۔

لڑائی جھگڑے کا نتیجہ ہمیشہ خراب ہوتا ہے، صلح سے کام چلانا چاہیے، اس میں بڑی خیر اور بڑی بھلائی ہوا کرتی ہے۔

بلقیس اس وقت اگر چہ کافرہ تھی؛ لیکن بڑی سمجھ دار نکلی اور بعد میں ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کی عقل اور فراست میں مزید برکت عطا فرمائی۔

بادشاہوں کی عادت

بلقیس کو صرف اتنا اندازہ تھا کہ سلیمان کوئی بڑے بادشاہ ہیں؛ اس لیے اس نے کہا کہ: یہ بادشاہ لوگ جب کبھی دوسرے ملک حملہ کرتے ہیں تو وہاں جا کر فساد کرتے ہیں، توڑ پھوڑ کرتے ہیں، جلاتے ہیں، انسانوں کو قتل کر دیتے ہیں، مال داروں اور عزت والوں کو ذلیل کرتے ہیں، لوگوں کو پکڑ کر لے جاتے ہیں، ان کو غلام اور باندی بنا دیتے ہیں، اسی طرح یہ بھی کوئی بادشاہ ہیں، یہ بھی ایسا کر سکتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتحان کا ارادہ

بلقیس کو پتا ہی نہیں تھا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں، پیغمبر ہیں اور بادشاہ بھی ہیں؛ اس لیے اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان لینا چاہا کہ سلیمان کون ہے؟ اس نے کہا:

﴿وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ﴾

ترجمہ: اور میں ان کے پاس ہدیہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ (میرے) بھیجے ہوئے (قاصد) کیا جواب لے کر واپس آتے ہیں۔

دراصل بلقیس یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اگر یہ سلیمان کوئی دنیوی بادشاہ ہیں تو میرا ہدیہ دیکھ کر خوش ہوجائیں گے اور میرے ہدیے کے چکر میں آجائیں گے اور اگر واقعی اللہ کے نبی ہیں تو میرے ہدیے کے چکر میں نہیں پھنسیں گے۔

اس کی قوم میں ''منذر ابن عمرو'' نامی ایک سردار تھا، یہ بڑا ہوشیار اور چالاک تھا، اس سے کہا کہ: چند ہوشیار اور چالاک لوگوں کی ایک خاص جماعت بناؤ اور سب لوگ یہ ہدیے اور تحفے لے کر جاؤ اور سلیمان بادشاہ کو پیش کرو۔

بلقیس کی عقل مندی

بلقیس نے چالاکی سے ایک کام یہ کیا کہ جو تحفے بھیجے ان کی فہرست بھی بنائی اور پھر ان کو بند کر کے بھیجا؛ تاکہ راستے میں کوئی ادھر اُدھر نہ کردیوے۔

دیکھو! کتنی ہوشیار عورت تھی! اس نے عجیب بات کہی: جب تم ان کو تحفہ دے دو اور وہ غصّہ ہوجائے تو سمجھنا کہ وہ بادشاہ ہے، تم ان سے گبھرانا نہیں، ہم ان سے زیادہ طاقت والے ہیں، ان کے ساتھ لڑ لیں گے اور اگر وہ خوشی، نرمی اور مہربانی سے بات کرے تو سمجھنا کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، تم ان سے ادب کے ساتھ باتیں کرنا، سبحان اللہ!

بلقیس کے تحفوں کی تفصیل

بلقیس نے جو تحفے بھیجے تھے وہ بھی سننے اور پڑھنے کے لائق ہیں، اس کی تفصیلات بھی روایتوں میں موجود ہیں:

① دوسو (۲۰۰) گھوڑے۔ ② سونے اور چاندی کی اینٹیں۔

③ ہیرے، موتی اور قیمتی سامان۔

④اسی طرح سو(۱۰۰) غلام اور سو(۱۰۰) باندیاں بھیجیں، بعض روایات کے مطابق دوسو(۲۰۰) غلام اور دوسو(۲۰۰) باندیاں بھیجیں۔

پھر اس نے عجیب چالاکی کی کہ: لڑکوں کو لڑکیوں والے کپڑے پہنائے اور لڑکیوں کو لڑکوں والے کپڑے پہنائے اور لڑکیوں سے کہا کہ: تم لڑکوں کی طرح بات کرنا اور لڑکوں سے کہا کہ: تم لڑکیوں کی طرح بات کرنا، ہم دیکھتے ہیں کہ سلیمان تمھیں پہچان لیتے ہیں یا نہیں؟ (قرطبی: ۱۳/ ۱۳۰-۱۳۱، طبری: ۹/ ۵۱۶)

عورتوں کا مردوں کے کپڑے پہننا پرانی فیشن

یہ جو آج کل کے زمانے کا فیشن ہے کہ لڑکیاں لڑکوں جیسے کپڑے پہنتی ہیں اور لڑکے لڑکیوں جیسے کپڑے پہنتے ہیں، لگتا ایسا ہے کہ پرانے زمانے سے یہ فیشن چلا آرہا ہے، حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ. (البخاری، حدیث: ۵۸۸۵)

ترجمہ: حضرت نبیٔ کریم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ایسے مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔

نبوی فراست سے جان لیا کہ لڑکے کون ہیں اور لڑکیاں کون؟

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے، اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو جو سمجھ اور نبوت کا نور عطا فرماتے ہیں اس کی روشنی میں چند نشانیوں کے ذریعے حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہچان لیا کہ اس میں کون لڑکے ہیں اور کون لڑکیاں ہیں۔

پہلی نشانی

ایک نشانی یہ پہچانی کہ لڑکیاں- جو لڑکوں کے کپڑے پہنی ہوئی تھیں وہ- برتن میں سے پانی ایک ہاتھ میں لیتی تھیں، پھر ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں ڈالتی تھیں، پھر منہ پر پانی مارتی تھیں؛ جب کہ لڑکے- جو لڑکیوں کے کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ- پانی لے کر سیدھا منہ پر مارتے تھے۔

دوسری نشانی

دوسری نشانی یہ دیکھی کہ: لڑکیاں جتنی تھیں وہ ہتھیلی کے اندر والے حصے (باطن) کی طرف پانی ڈالتی تھیں اور لڑکے کلائی والے ہاتھ پیچھے کے حصے کی طرف پانی بہاتے تھے۔ (قرطبی: ۱۳/ ۱۳۲)

ہدیے دینے سے آپس میں محبت بڑھتی ہے

دینی بہنو! ہدیہ دینا بہت اچھی چیز ہے، ہدیے سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے، آپس میں تعلقات بڑھتے ہیں، خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

تَهَادُوْا تَحَابُّوْا. (الادب المفرد للبخاری، باب قبول الهدية، حديث : ٥٩٤)

ترجمہ: ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، محبت بڑھے گی۔

بہن بہن کو ہدیہ دے۔

بھائی بہن کو اور بہن بھائی کو ہدیہ دے۔

ماں بیٹی کو اور بیٹی ماں کو ہدیہ دے۔

باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو ہدیہ دیوے۔

شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو ہدیہ دے۔

غلط مقصد کے لیے ہدیہ

ہاں! اگر پتا چل جائے کہ ہدیہ بھیجنے کا مقصد غلط ہے تو پھر اسے واپس کر دینا چاہیے، جیسے ویلن ٹائن ڈے (Valentines day) پر اس طرح کی غلط رسم مناتے ہیں، اس میں تحفہ دیتے ہیں، اس کا مقصد دوسرا ہی ہوتا ہے۔

اسی طرح بعض مرتبہ لوگ رشوت کے طور پر ہدیہ دیتے ہیں، یہ حرام ہے، اس طرح کے ہدیے سے عزت اور وقار کا سودا ہوتا ہے، اس سے انسان کے اخلاق اور دین داری کا امتحان ہوتا ہے؛ اس لیے جو ہدیے ایسے ہوں اس کو قبول نہیں کرنا چاہیے۔

کافر کا ہدیہ قبول کرنا کیسا ہے؟

اسی طریقے سے ایک اہم مسئلہ یہ بھی سمجھ لو! حضرت سلیمان علیہ السلام تو اللہ کے نبی ہیں اور بلقیس اس وقت کافرہ تھی تو کیا کافر کا ہدیہ قبول کرنا چاہیے یا نہیں؟

اِس سلسلے میں ایک بات یاد رکھو! حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کافروں کے ہدیے قبول کیے اور بعض کافروں کے ہدیے قبول نہیں کیے، دونوں طرح کا عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (البخاری، کتاب الهبة، حديث: ۲۶۱۵، ۲۶۱۸، ترمذی، کتاب السير، حديث: ۱۵۷۷)

اِس سے علما نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر کافروں کا ہدیہ قبول کرنے میں اپنی یا مسلمانوں کی یا دینِ اسلام کی کوئی بھلائی ہو تو کافروں کا ہدیہ قبول کر لینا چاہیے؛ اس لیے کہ اس سے وہ اسلام کے قریب آئیں گے، مسلمانوں کے بارے میں ان کا دماغ

صاف ہوگا، مسلمان ان کے فتنے سے بچیں گے۔

لیکن اگر اس میں مسلمانوں یا دین کے نقصان کا خطرہ ہوتو کافروں کا ہدیہ قبول نہیں کرنا چاہیے۔

چوں کہ بلقیس نے وہ ہدیہ آپ کا امتحان لینے کے لیے اور رشوت کے انداز میں بھیجا تھا؛ اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا ہدیہ قبول نہیں فرمایا تھا۔

سونے چاندی کا راستہ اور دوسری عجیب تیاریاں

حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں یہ تمام ہدیے پہنچے! اس سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کو پتا چل گیا تھا؛ چوں کہ ہدہد نے آکر آپ کو خبر دے دی تھی کہ بلقیس کے آدمی یہاں کچھ ہدیے لے کر آرہے ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے عجیب تیاری کی: تقریباً تیس میل تک سونے اور چاندی کا ایک لمبا راستہ بنوایا اور راستے کے دونوں طرف عجیب عجیب قسم کے جانور اِس طرح کھڑے کر دیے کہ ان جانوروں کا پیشاب، پاخانہ سونے چاندی پر ہو۔

آپ نے ایسا انتظام اس لیے کیا؛ تاکہ بلقیس کے آدمی متأثر (impress) ہوجائے کہ ہم جو ہدیہ لے کر آئے ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں ہے، یہاں تو جانور بھی سونے اور چاندی پر پیشاب، پاخانہ کرتے ہیں۔

اسی طرح آپ نے اپنا دربار سجایا، چار چار ہزار سونے کی کرسیاں لگوائیں، ایک طرف علما کو اور دوسری طرف حکومت کے ذمے داروں کو بٹھایا، پورا ہال آپ نے جواہرات سے سجایا اور صفوں میں جنات اور عجیب عجیب جانوروں کو کھڑا کر دیا۔ (قرطبی: ۱۳/۱۳۱)

بلقیس کے قاصدوں کی مرعوبیت

جب بلقیس کے لوگ سفر کر کے یمن سے بیت المقدس پہنچے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا اتنا عالی شان دربار دیکھ کر اتنے مرعوب ہو گئے کہ بعض مفسرین تو یہ لکھتے ہیں کہ: سونے چاندی کی جو اینٹیں وہ ہدیے کے طور پر لے کر آئے تھے وہ راستے میں ڈال دی؛ اس لیے کہ یہاں تو راستے سونے چاندی کے ہیں، اگر راستے کی چیز ہم ہدیے میں دیں گے تو یہ تو ایک قسم کی بے عزتی کہی جائے گی، جیسا کہ ہمارے یہاں پتھر کے راستے بنتے ہیں، اب اگر کوئی آدمی دوسری جگہ سے آئے اور ہمیں پتھر ہدیے میں دیوے تو کتنا غصہ آئے گا؟

تحفے دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کا جواب

بعض روایتوں میں ہے کہ قاصد حضرات غلام، باندی، لڑکے، لڑکیاں، ہیرے موتی سب حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے، آپ نے وہ تمام ہدیے واپس کر دیے اور کہا کہ: مجھے تمھارے ہدیے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (قرطبی: ۱۳/۱۳۲)

قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَآ اٰتٰىنَِۧ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ۝۳۶ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝۳۷

ترجمہ: پھر وہ (قاصد) جب سلیمان (علیہ السلام) کے پاس پہنچا تو سلیمان (علیہ السلام) نے کہا کہ: کیا مال کے ذریعے تم میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ سو اللہ تعالیٰ نے مجھے جو کچھ

دے رکھا ہے وہ اس سے زیادہ اچھا ہے جو تم کو دے رکھا ہے؛ بلکہ تم ہی لوگ تمھارے ہدیے پر خوش ہوتے رہو۔

پھر کہا: جاؤ اور جا کر تمھاری ملکہ بلقیس کو بتلا دو کہ ہم بہت بڑا لشکر لے کر تم پر حملہ کریں گے اور تمھارے پورے ملک پر قبضہ کر لیں گے اور تمھاری رانی کو اور تمھارے بڑے بڑے عزت والے لوگوں کو ذلیل کر کے وہاں سے نکالیں گے۔

بلقیس کا فیصلہ

یہ پوری جماعت واپس یمن آئی اور بلقیس کو پوری بات بتلائی۔ (قرطبی: ۱۳/ ۱۳۴)

بلقیس یہ بات سن کر سمجھ گئی کہ سلیمان کوئی دنیوی بادشاہ نہیں ہے؛ بلکہ اللہ کے نبی ہیں؛ اسی لیے بلقیس نے لڑنے کی بات پہلے بھی چھوڑ دی تھی، اس نے فوراً فیصلہ لیا کہ سلیمان کو خبر کر دو کہ آپ ہمارے ملک پر حملہ نہ کریں، ہم فرماں بردار بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں؛ چوں کہ اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملنے یمن سے فلسطین جانا تھا؛ اس لیے اس نے ملک کی حکومت چلانے کے لیے ایک آدمی کو اپنا نائب بنایا اور پورے لشکر کے ساتھ بیت المقدس حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں جانے کی تیاری کی۔

بلقیس کی حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آنے کی تیاریاں

اس نے اپنا شان دار تخت ایسی جگہ بند کروا دیا جہاں ایک کے بعد ایک سات دروازے تھے، تمام دروازوں کو تالے لگا دیے اور حفاظتی فوج (security) کے لیے آدمی کھڑے کر دیے؛ تاکہ اس کے تخت کو کوئی ہاتھ نہ لگا سکے۔

نیز حکومت چلانے کے لیے اپنی جگہ ایک نائب مقرر کر دیا اور کہا کہ: میرے اِس تخت اور محل کی حفاظت کرنا۔

پھر ملکِ یمن میں اعلان کرایا کہ: ہم فلسطین جا رہے ہیں، الگ الگ شہروں میں تقریباً بارہ ہزار حاکم اور نواب تھے، ہر ایک کے ماتحت ہزاروں سپاہی تھے، اتنے بڑے قافلے کو لے کر بلقیس روانہ ہوئی۔ (قرطبی: ۱۳/ ۱۳۴)

آج بھی فلسطین میں مسجدِ اقصیٰ کے پاس ایک جگہ ہے جس کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی جگہ فیصلے کیا کرتے تھے اور اس کے قریب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر بھی موجود ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بہت بڑی شان والے آدمی تھے، نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے، کوئی آدمی سامنے سے کوئی بات پوچھنے کی ہمت نہیں کرتا تھا؛ بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام خود کوئی بات پوچھتے تو جواب دیا کرتے تھے۔

ہوا میں دھول اڑتی ہوئی نظر آئی

بلقیس یمن سے روانہ ہوگئی اور بالکل قریب پہنچ گئی، تقریباً تین میل باقی رہ گیا، حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت کو لے کر باہر بیٹھے ہوئے تھے، گرد و غبار اڑتا ہوا نظر آیا، جیسے کوئی بڑا مجمع آرہا ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا: ہوا میں دھول اڑتی ہوئی کیوں نظر آرہی ہے؟

لوگوں نے کہا: بلقیس بڑی فوج کے ساتھ آرہی ہے، اس کے ہزاروں آدمیوں کی وجہ سے مٹی ہوا میں اڑتی نظر آرہی ہے۔ (قرطبی: ۱۳/ ۱۳۴)

سامنے والے پر شروع ہی میں اچھا اثر ڈالنا چاہیے

حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوچا کہ ابھی تھوڑی دیر میں بلقیس میرے پاس آئے گی تو اس کو کوئی معجزہ، کوئی عجیب بات دکھانی چاہیے؛ جیسا کہ انگریزی زبان میں بولتے ہیں: First impression is the last impression

مطلب یہ کہ بلقیس پر پہلی ہی مرتبہ میں ایسا رعب یا اثر پڑ جائے کہ پھر آگے کی تمام چیزیں آسان ہو جائے۔

سسرال میں جانے والی بہنوں کو ایک قیمتی نصیحت

ہماری جو بہنیں شادی کر کے سسرال جاتی ہیں میں ان کو نصیحت کیا کرتا ہوں کہ: جاتے ہی شروع میں جیسا اپنا اثر دکھاؤ گی ویسا وہاں تمھارا مقام بنے گا، اگر تم نے وہاں جا کر نماز، دین، پردہ، خدمت اور ادب کا ماحول بنایا تو تمھارے لیے لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ کے لیے ایک اچھا مقام اور ایک اچھی چھاپ جم جائے گی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس پر پہلی ہی مرتبہ میں اچھا اثر ڈالنا چاہتے تھے؛ اس کے لیے آپ نے اس کا خاص تخت لانے کا ارادہ فرمایا، حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سمجھانا چاہتے تھے، نبی کا معجزہ سمجھانا چاہتے تھے اور اس کی عقل کا بھی امتحان لینا چاہتے تھے۔

سوچو! بیت المقدس سے یمن کا سفر اُس زمانے میں ایک مہینے میں ہوتا تھا اور ادھر بلقیس بالکل قریب آ چکی تھی، صرف تین میل دور تھی؛ جبکہ اس کا تخت ایک مہینے کی دوری پر تھا اور اس پر بھی تالا لگا ہوا تھا۔

کون تخت لائے گا؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں اعلان کیا کہ:

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾

اے میرے دربار کے لوگو! بلقیس میرے پاس فرماں بردار ہو کر آ رہی ہے، اس کے آنے سے پہلے کون اس کا تخت مجھے لا کر دکھلائے گا؟

ایک دیو ہیکل جِنّ کا جواب

ایک بہت طاقت والا پہاڑ جیسا اونچا جن۔ اس کے چلنے کی طاقت یہ تھی کہ ایک قدم اگر یہاں رکھے تو لمبے میدان میں ہماری نظر جتنی دور جاوے اتنا دور اس کا دوسرا قدم پڑتا تھا، وہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: جنوں میں سے ایک بڑے بھاری جسم والا بولا: آپ اپنی جگہ سے (یا مجلس سے) اٹھو اس سے پہلے ہی میں اس (تخت) کو آپ کے پاس لے آؤں گا، اور (آپ میرے بارے میں) یقین رکھیے کہ میں اس (تخت کو لانے) کی پوری طاقت بھی رکھتا ہوں۔

اس جِن کا نام

اس جن کا نام روایتوں میں ''لوذی'' آیا ہے۔

بعض روایات میں اس کا نام ''ذکوان'' آیا ہے۔

بعض روایات میں ''صخر'' آیا ہے۔(قرطبی:۱۳/ ۱۳۵-۱۳۶، (طبری:۹/ ۵۲۲)

کتنی دیر میں لاؤ گے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ: کتنی دیر میں لاؤ گے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام کی روزانہ صبح فجر سے لے کر ظہر تک مجلس ہوتی تھی، عدالت لگتی تھی، جو مقدّمات آتے تھے اس کے فیصلے کرتے تھے۔

اس جنات نے کہا کہ: حضرت! آپ کی عدالت کا وقت پورا ہو اس سے پہلے میں بلقیس کا تخت آپ کے سامنے لاکر رکھ دوں گا۔

کام کرنے والے کی دو اہم صفات

پھر وہ جنات کہتا ہے:

﴿وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ﴾

یہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں ہے؛ بلکہ میرے اندر طاقت ہے، میں لاکر دکھا دوں گا اور میں امانت دار بھی ہوں، اتنا قیمتی تخت لاؤں گا؛ مگر اس میں سے ہیرے، موتی کسی چیز کی چوری نہیں کروں گا۔

معلوم ہوا کہ کام کرنے والے میں یہ دو خوبیاں ہونی چاہیے:

① طاقت والا ہو۔ ② امانت دار ہو۔

ان دو خوبیوں کو اپنے اندر پیدا کرلو، یہ بہت بڑی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں؛ یہ دونوں خوبیاں ہر خادم میں ہونی چاہیے۔

ایک عالم کی طرف سے پیش کش

مگر حضرت سلیمان علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ اس سے بھی جلدی کوئی لے آئے، اب سنیے ایک دوسری پیش کش (Offer) آئی:

قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ.

ایک علم والا- جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب کا علم تھا- اس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا کہ: حضرت! آپ کی پلک جھپکے اس سے پہلے وہ تخت میں آپ کے سامنے لا کر رکھ سکتا ہوں۔

آسمانی کتاب کی برکت

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو آسمانی کتاب کی برکت سے وہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ بڑے بڑے جنات جو کام نہیں کر سکتے یہ کمزور انسان اللہ تعالیٰ کے علم کی برکت سے وہ کام کر سکتا ہے۔

یہ کون عالم تھے؟

① بعض کہتے ہیں: حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

② بعض کہتے ہیں کہ: وہ حضرت جبریلِ امین علیہ السلام تھے، جو انسان کی شکل میں اس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔

③ بعض کہتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کے کوئی اور فرشتے تھے۔

④ بعض کہتے ہیں کہ: خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی ذات مراد ہے۔

کسی نبی کا کوئی امتی اگر کرامت دکھلاتا ہے تو حقیقت میں وہ اس نبی کا ہی معجزہ شمار ہوتا ہے، جیسے قیامت تک اِس امت میں اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی اگر کرامت دکھائے گا تو وہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا ہی معجزہ ہے، آپ کی برکت سے آپ کی امت میں ایسے ایسے آدمی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے جن سے ایسی عجیب عجیب کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

⑤ زیادہ تر مفسرین یہ لکھتے ہیں کہ: وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دوست اور خالہ کے لڑکے تھے، جن کا نام ''آصف ابنِ برخیا'' تھا، جو اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے ولی تھے اور صدیقیت کے مقام پر فائز تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمانی کتابوں کا بہت بڑا علم دیا تھا۔ (قرطبی: ۱۳/ ۱۳۶)

ان کے پاس کیا علم تھا؟

کہتے ہیں کہ: وہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم جانتے تھے۔

''اسمِ اعظم'' ایک بہت بڑی قیمتی نعمت ہے:

اِسْمُ اللّٰهِ الْأَعْظَمُ الَّذِيْ إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ وَإِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطٰى.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم (یعنی بڑے نام) کی برکت یہ ہے کہ وہ نام لے کر دعا کرو تو اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول کرتے ہیں اور جب سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سوال پورا کر دیتے ہیں۔

اسمِ اعظم کیا ہے؟

وہ اسمِ اعظم کیا ہے؟ آپ بھی سیکھ لو!

بعض حضرات کہتے ہیں کہ: وہ اسمِ اعظم یہ ہے: يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ.

بعض کہتے ہیں کہ: وہ اسمِ اعظم یہ ہے: يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ.

بعض کہتے ہیں کہ: اسمِ اعظم یہ ہے:

يَا اِلٰهَنَا وَاِلٰهَ كُلِّ شَيْءٍ وَاحِدٍ، لَا اِلٰهَ إِلَّا اَنْتَ.

ترجمہ: اے ہمارے معبود! اے ہر چیز کے معبود! اے ایک معبود! آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

بعض روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ: اسمِ اعظم یہ ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَّا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ. (طبری:۹/ ۵۲۳)

لہٰذا یہ جتنے بھی کلمات میں نے آپ کو بتائے یہ سب پڑھ پڑھ کر دعا کرو، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے دعا قبول کرلیں گے؛ اس لیے دعا کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ: شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جاوے، پھر درود شریف پڑھے، پھر یہ جو اسمِ اعظم کہلاتے ہیں وہ پڑھے، پھر دعا کرے اور آخر میں بھی درود شریف پڑھے۔

ہر موقع پر نماز پڑھ کر اللہ سے مدد مانگنی چاہیے

بہر حال! ان عالم نے کہا کہ: میں اسمِ اعظم جانتا ہوں، میں اسے پڑھوں گا تو اللہ تعالیٰ اس تخت کو حاضر کردیں گے۔ اس کے بعد انھوں نے نماز پڑھی۔

دیکھو! ہر موقع پر نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہیے۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ: جہاں تک آپ کی نظر پہنچے آپ نظر اٹھا کر دیکھیے۔

پلک جھپکنے سے پہلے تخت حاضر

حضرت سلیمان علیہ السلام نے نظر اٹھا کر یمن کی طرف دیکھا، حضرت آصف برخیا نے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا، فرشتوں نے بلقیس کا وہ تخت- جو سات دروازوں میں بند تھا- اٹھایا اور زمین کے نیچے سے زمین کو چیرتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ (قرطبی: ۱۳/ ۲۰۷)

قرآن کی طاقت کا کیا حال ہوگا!!!

دیکھیے! اس آیت میں عجیب بات بیان کی ہے: ﴿عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ﴾

دینی بہنو! حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کا ایک انسان آسمانی کتاب کے علم کی مدد سے اتنا بڑا کام کر سکے جو بڑے سے بڑا جنات نہیں کر سکتا؛ جب کہ مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا ہے جو تمام آسمانی کتابوں سے افضل ہے، تو قرآنِ کریم کے علم میں اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت رکھی ہوگی!!!

اس لیے قرآن پڑھو! قرآن سمجھو! قرآن پر عمل کرو!

اللہ تعالیٰ نے اس میں جو طاقت رکھی ہے وہ طاقت کہیں بھی نہیں ہو سکتی۔

ایسے موقع پر کیا بولنا چاہیے؟

اگر ہمارے تمھارے ہاتھ سے ایسی کوئی کرامت ظاہر ہو جائے تو ہم پھولے نہ سمائیں، لوگوں کو کہتے پھریں کہ: یہ ہو گیا، وہ ہو گیا، اللہ کے نبی سے سیکھو! ایسے موقع پر کیا بولنا چاہیے؟ قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ﴾

ترجمہ: سو جب انھوں نے (یعنی سلیمان علیہ السلام نے) اس تخت کو اپنے سامنے رکھا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ: یہ تو میرے رب کا فضل ہے۔

یعنی پلک جھپکنے میں اتنا بڑا تخت اتنی دور سے آ گیا، یہ میرے اللہ کا فضل وکرم ہے، میرے رب کا میرے اوپر انعام ہے، اس میں میری کوئی طاقت نہیں ہے۔

نعمت کا شکر ادا کرنے والے بنیں

پھر آگے کیا کہتے ہیں:

﴿لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ﴾

اللہ تعالیٰ اتنی قیمتی نعمت دے کر میرا امتحان لے رہے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں یا اللہ کی ناشکری کرتا ہوں۔

اللہ جب کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم شکر کرنے والے بنیں۔

شکر سے نعمت بڑھتی ہے

آگے کہتے ہیں: ﴿وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ﴾

جو بھی شکر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو شکر کا فائدہ عطا کریں گے۔

کیا فائدہ ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نعمت کو ہمیشہ باقی رکھیں گے اور اس نعمت کو بڑھائیں گے۔

آگے فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ﴾

اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرے گا تو میرے رب تو بے نیاز ہیں، ان کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل، شکر کرنے والے اعمال اور شکر کرنے والی زندگی عطا فرمائے، اور ہر طرح کی ناشکری سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

امتحان کی غرض سے تخت میں تبدیلی

الغرض! بلقیس کے پہنچنے سے پہلے تخت آگیا، حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ ہوشیار ہے کہ نہیں؟

امتحان لینے کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: اس (بلقیس) کے لیے اس کے تخت میں کچھ تبدیلی کردو؛ تاکہ ہم دیکھ لیویں کہ وہ اس کو پہچان لیتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہوتی ہے جن کو پہچان نہیں ہے۔

یعنی اس میں تھوڑی سی تبدیلی کردو، ہم بلقیس کی عقل کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔

چناں چہ تخت پر جو لال چیزیں تھیں ان کو سبز کر دیا اور جو سبز تھیں ان کو لال کر دیا۔ (مظہری: ۷/ ۱۲۴)

جنوں کا ڈر اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس کے ساتھ نکاح سے روکنے کی چال

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسا کیوں کیا؟ اس کی عقل کا امتحان کیوں لیا؟

اِس سلسلے میں عجیب باتیں تفسیر کی روایتوں میں آتی ہیں: جنوں کو ایسا پتا چلا تھا کہ

حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اب ان کو یہ ڈر ہوا کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے شادی کر لی تو بلقیس جنوں کی خفیہ (Secret) باتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو بتادے گی۔

کیوں کہ بلقیس کی ماں جنات میں سے تھی، اس کی وجہ سے وہ جنوں کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتی تھی۔

نیز شادی کے نتیجے میں اگر کوئی بچہ ہو گیا تو مستقبل (Future) میں وہ بھی بادشاہ بنے گا اور ہم کو آئندہ چل کر اس کی بھی غلامی میں رہنا پڑے گا۔

پاگل اور پیر گدھے جیسے

اس لیے جنوں نے نفرت دلانے کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ایک بات کہی؛ تا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے ساتھ شادی نہ کرے۔

جنوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کہا کہ: یہ بلقیس جو آرہی ہے وہ تو پاگل جیسی ہے اور اس کے دونوں پیر گدھے جیسے ہیں اور اس کی پنڈلی پر بہت بال ہیں۔ (روح المعانی: ۱۰/۲۰۱، قرطبی: ۱۳/۷/۱۳-۱۳۸)

تحقیق کے بغیر کسی کی بات نہیں مان لینی چاہیے

حضرت سلیمان علیہ السلام تو اللہ کے نبی تھے، آپ نے جنوں کی بات نہیں مانی؛ بلکہ خود اس کا امتحان لیا۔

اس سے ہمیں یہ نصیحت ملتی ہے کہ کبھی ایسا ہو کہ شادی کے لیے کوئی پیغام آوے تو بعض لوگ- جو اس رشتے کو چاہتے نہیں ہیں وہ- ان کے بارے میں غلط سلط باتیں

ہمارے سامنے بیان کردیتے ہیں، ایسے موقع پر ہمیں کسی کی بات میں نہیں آنا چاہیے، یہ دھوکے کی دنیا ہے، کوئی کس مقصد سے کونسی بات کہے ہم نہیں کہہ سکتے؛ اس لیے پہلے اس کی تحقیق کرنی چاہیے۔

اور بعض لوگ ایسی باتیں اس لیے کرتے ہیں کہ اس طرح کی بات کرکے آپ کو رشتے سے روک دیوے پھر خود رشتہ کرلیوے۔

کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟

بہر حال! تھوڑی دیر میں بلقیس پہنچ گئی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے سوال کیا: ﴿قِيلَ أَهَٰكَذَا عَرْشُكِ﴾

ترجمہ: اس کو پوچھا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟

بلقیس کی الجھن اور عاقلانہ جواب

بلقیس الجھن میں پڑ گئی کہ کیا جواب دے، وہ سوچ رہی تھی کہ میں تو تالے لگا کر آئی تھی، وہاں میری حفاظتی فوج (security) موجود ہیں اور یمن تو بیت المقدس سے ایک مہینہ دور ہے، کیسے آ گیا؟

لیکن بلقیس نے بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا سوال کیا گیا تھا، اس نے بھی بڑی عقل مندی سے گول گول جواب دیا: ﴿قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ﴾

ترجمہ: وہ کہنے لگی: ایسا لگتا ہے کہ ہو بہو وہی ہے۔

بالکل صاف ''ہاں'' بھی نہیں کہا اور صاف ''نا'' بھی نہیں کہا۔

اندازہ ایسا ہے کہ اس نے پہچانا نہیں تھا؛ اس لیے اس نے اقرار بھی نہیں کیا اور

انکار بھی نہیں کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ بڑی ہوشیار ہے، اس سے جنوں کی بات غلط ثابت ہوگئی کہ بلقیس پاگل جیسی ہے۔

''وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ'' کی دوسری توجیہ

پھر بلقیس بولی: ﴿وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِیْنَ﴾

ترجمہ: اور ہم کو تو اس (واقعے) سے پہلے ہی (آپ کی نبوت کی سچائی کا) علم ہو چکا تھا اور ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔

بعض حضرات نے ''وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ'' کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول مانا ہے، مطلب یہ ہوگا کہ ہم کو پہلے سے وحی کے ذریعہ بتا دیا گیا تھا کہ تو فرماں بردار بن کر حاضر ہوگی۔ (از تیسیر القرآن: ۲/۱۹۱، روح المعانی: ۱۰/۲۰۲)

''وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ'' کے دو مطلب

آگے ارشاد فرمایا: ﴿وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: اور (آج تک) اس کو (ایمان لانے سے) اس بات نے روک رکھا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا (دوسروں) کی عبادت کیا کرتی تھی۔

اِس آیت کا ایک مطلب یہ ہے کہ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو سمجھایا: اے بلقیس! جن بتوں کی اور سورج کی تو عبادت کرتی ہے ان کو چھوڑ دے؛ گویا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو ان بتوں کی عبادت کرنے سے روک دیا۔

دوسرا مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے سوا جن معبودوں کو وہ پوجتی تھی

آج تک ان بتوں کی اور سورج کی عبادت نے بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک لیا تھا، جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے سمجھایا تب اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع کر دی۔ (قرطبی: ۱۳/ ۱۳۸)

گندے ماحول کا اثر

اور بڑی بات کیا تھی: ﴿اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴾

ترجمہ: کیوں کہ وہ ایک کافر قوم میں سے تھی۔

پورا ماحول گندا تھا؛ اس لیے اس کو یہی گندی چیز سیکھنے کو ملی، اچھی کوئی چیز اسے سیکھنے کو ملی ہی نہیں تھی؛ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت کی برکت سے بلقیس ایک اللہ کی عبادت کرنے والی بن گئی۔

دوسری بات کا امتحان

ایک چیز کا تو امتحان ہو گیا کہ یہ پاگل نہیں ہے؛ بلکہ عقل منداور ہوشیار عورت ہے، اب دوسری بات کا امتحان باقی تھا کہ اس کے پیر گدھے جیسے ہیں اور اس کی پنڈلی پر بال بہت ہیں۔

شیشے کا محل

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے لیے ایک شان دار، عجیب وغریب، شیشے کا اور ایک دم سفید رنگ کا محل بنوایا، اس کے آگے بڑا صحن اور باغ، باغ میں پانی کا حوض، حوض میں قسم قسم کی رنگ بہ رنگی مچھلیاں، اس حوض پر آپ نے ایک شیشہ بچھوایا، اتنا

شان دار شیشہ کہ پہلی نظر میں معلوم ہی نہ ہو سکے کہ پانی کے اوپر کانچ لگا ہوا ہے، نیز محل میں داخل ہونے کا راستہ تھوڑا سا اونچا بنوایا۔ (روح المعانی: ۱۰/ ۲۰۳)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے فرمایا:

﴿قِيۡلَ لَهَا ادۡخُلِى الصَّرۡحَ﴾

ترجمہ: اس (بلقیس) کو کہا گیا: تو (اس) محل میں داخل ہو جا۔ (مظہری: ۷/ ۱۲۵)

دونوں پنڈلیاں کھول دیں

بلقیس وہاں پہنچی، اس نے دیکھا یہاں تو پانی ہی پانی ہے، وہ تھوڑی دیر تو یہی سمجھتی رہی کہ پانی ہے، پانی میں جاؤں گی تو میرے کپڑے بھیگ جائیں گے؛ اس لیے اس نے اپنے کپڑے اٹھائے؛ تاکہ پانی میں بھیگ نہ جائیں، آگے اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَلَمَّا رَاَتۡهُ حَسِبَتۡهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتۡ عَنۡ سَاقَيۡهَا﴾

ترجمہ: پھر جب اس نے اس (کے صحن) کو دیکھا تو یہ سمجھی کہ یہ تو گہرا پانی ہے اور اس نے اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں۔

کپڑے اٹھانے کی وجہ سے اس کی پنڈلی کھل گئی، اس کی ایڑی پر نظر پڑ گئی اور دیکھ لیا کہ اس کے پیر گدھے جیسے نہیں ہیں، عام انسانوں جیسے اس کے پیر ہیں، جنوں نے غلط بات بتلائی تھی، ہاں! اتنی بات درست تھی کہ اس کی پنڈلی پر بال بہت تھے۔

مخطوبہ کو دیکھنا جائز ہے

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے ساتھ شادی

کرنے کا ارادہ کر چکے تھے؛ اس لیے اس کو دیکھنا جائز تھا، حدیث میں بھی ہے کہ جس کے ساتھ شادی کرنا ہو اس کو ایک نظر دیکھنا جائز ہے، اس سے محبت بڑھے گی۔

اِس سلسلے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو شادی کا پیغام بھیجے تو اگر اس سے نکاح میں رغبت دلانے والی چیز دیکھ سکے تو اسے ایسا کرنا چاہیے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیغام بھیجا، میں اس کو دیکھنے کے واسطے چھپ جایا کرتا تھا، حتی کہ میں نے ایک مرتبہ اسے کچھ دیکھ لیا، جس کی وجہ سے مجھے نکاح کی رغبت ہوئی؛ چناں چہ میں نے اس سے شادی کر لی۔ (ابوداؤد: ۲۰۸۲)

مسئلہ: واضح رہے کہ مخطوبہ کو تین باتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے ایک نظر دیکھنا جائز ہے:

① لڑکی کو دیکھتے وقت صرف خواہش پوری کرنا مقصود نہ ہو، بلکہ نکاح کی سنّت کی تکمیل مقصود ہو۔

② ایک ہی مرتبہ دیکھ لیا جاوے، بار بار دیکھنا، تنہائی میں ملاقات اور نکاح سے قبل تعلّقات رکھنے کی شریعت میں اجازت نہیں ہے۔

③ لڑکی کو اس کے کسی محرم کی موجودگی میں دیکھا جائے۔

اور اگر اپنی کسی محرم خاتون کے ذریعے مخطوبہ (جس لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہو) کے اوصاف معلوم ہو جائیں یا اس کے دیکھنے پر اکتفا کر لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

لیکن اس کے لیے لڑکی کا بناؤ سنگھار کر کے اہتمام کے ساتھ اپنی اصل شکل کو

چھپا کر دکھانا دھوکا ہے جو کہ شرعاً جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ حدیث شریف میں رویت (دیکھنے) کا ذکر ہے، نہ کہ اِراءۃ (دکھانے) کا، اور رؤیت کا مطلب ہے کہ اگر لڑکا اسے چھپ چھپا کر دیکھ سکتا ہو تو یہ طریقہ زیادہ بہتر ہے! تاکہ کسی کو بدنظری کا گمان نہ ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام چوں کہ شادی کا ارادہ فرما چکے تھے؛ اس لیے آپ کے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں تھا، انبیا کا معصوم ہونا ہمارا ایمان اور ہمارا عقیدہ ہے۔ (مظہری: ۷/۱۲۵)

نظر کی غلطی

جب اس نے دونوں پنڈلیاں کھول دیں تو اس کو کہا گیا:

﴿قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ﴾

ترجمہ: سلیمان علیہ السلام نے کہا: یہ تو ایک محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں (یعنی شیشوں سے بنا ہوا ہے)۔

اس کو کہا گیا کہ: یہ تو محل ہے، اس کے صحن میں پورا کانچ بچھا ہوا ہے، یہ تیری غلطی ہے، تجھے یہ کانچ نظر نہیں آرہا ہے۔

شروع میں بلقیس کی بدگمانی

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ شروع میں بلقیس کو تھوڑی سی بدگمانی ہوگئی تھی کہ -نعوذ باللہ- حضرت سلیمان علیہ السلام اس کو پانی میں ڈبو کر مار ڈالنا چاہتے ہیں؛ اس لیے وہ کہنے لگی: اللہ کی قسم! میں اس میں ضرور کود جاؤں گی۔

لیکن جب اس کو پتا چلا کہ پانی کے حوض پر شیشہ اور کانچ لگا ہوا ہے تو اس کا دماغ

صاف ہو گیا اور وہ سمجھ گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کوئی غلط ارادہ نہیں کیا ہے۔ (روح المعانی: ۱۰/ ۲۰۳)

ایمان کا اعلان

بلقیس سمجھ گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، ہر چیز پر آپ کی حکومت ہے، میرا تخت یمن سے یہاں تک آ گیا، یہ آپ کے نبی ہونے کی ایک بہت بڑی نشانی ہے، یہ سب ایمان کے اسباب تھے، یہ سب چیزیں دیکھ کر بلقیس کو حقیقت سمجھ میں آ گئی، اس نے فوراً ایمان قبول کر کے اس کا اعلان کر دیا:

﴿رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

ترجمہ: اے میرے رب! یقیناً میں (اب تک) اپنی جان پر (کفر کر کے) ظلم کرتی رہی اور میں سلیمان (علیہ السلام) کے ساتھ ہو کر اللہ رب العالمین کے لیے مسلمان بنتی ہوں۔

گویا بلقیس نے ایمان کا اعلان کر دیا۔

صحیح بات سامنے آوے تو قبول کر لینی چاہیے

ہمارا مزاج بھی ایسا ہونا چاہیے کہ جب کسی چیز کی حقیقت سامنے آ جائے تو فوراً قبول کر لینا چاہیے، بات صحیح ہو تو مان لینا چاہیے، ضد نہیں کرنا چاہیے۔

ایمان لانا بہت بڑی عقل مندی کی علامت ہے

دینی بہنو! ایمان لانا بہت بڑی عقل اور ہوشیاری کی نشانی ہے، قرآن میں اللہ

تعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ

ترجمہ: اور کون ہے جو ابراہیم (علیہ السلام) کے طریقے سے اِعراض کرے (یعنی نہ مانے)؟ مگر وہی شخص (منہ پھرائے گا) جس نے خود بےوقوفی اپنالی ہو۔

یعنی جو بےوقوف ہو وہ ایمان نہ لاوے، جس میں عقل ہو وہ ایمان قبول کرے۔

’’مَعَ سُلَيْمٰنَ‘‘ کا دل نشین نکتہ

دوسری عجیب بات بلقیس کہہ رہی ہے:

﴿وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

یعنی اللہ کے نبی، اللہ کے دین کے داعی سلیمان کے ساتھ ان کے جیسا ایمان لاتی ہوں، وہ سمجھ رہی ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی معیت اور اللہ کے نیک بندوں جیسا راستہ اپنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کامیاب کردیتے ہیں۔

میری دینی بہنو! اللہ کے نیک بندے، انبیا، اولیاء اللہ جیسا اپنے آپ کو بنانا چاہیے، اسی میں ہماری بہت بڑی کامیابی ہے۔

بال صاف کرنے کے لیے پاوڈر کا سب سے پہلا استعمال

بلقیس نے ایمان کا اعلان کردیا، ایمان لانے کے بعد کیا ہوا، آگے کا واقعہ قرآنِ مجید میں موجود نہیں ہے، تفسیر کی کتابوں میں موجود ہے۔

جب وہ ایمان لے آئی تو بعض روایتوں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا اور اس کی پنڈلی کے بال صاف کرنے کے لیے

لوہے کا استرا استعمال کرنے کا حکم دیا۔

بلقیس نے کہا کہ: میری چمڑی ایسی نازک ہے کہ اس پر لوہا لگنے سے مجھے تکلیف ہوگی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا کہ بال صاف کرنے والا پاوڈر تیار کرو۔

اس تفصیلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے لیے بال کی صفائی کا پاوڈر جنات کے پاس بنوایا تھا، پھر ممکن ہے کہ وہاں سے پوری دنیا میں عام ہوا ہو، یہ تمام تفصیلات ''تفسیرِ مظہری'' میں موجود ہے۔ (روح المعانی: ۱۰/ ۲۰۴، مظہری: ۷/ ۱۲۶)

بلقیس کی یمن واپسی اور اس کے لیے قلعے کی تعمیر

بہر حال! حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا اور کہا کہ: تو واپس یمن چلی جا اور یمن کی حکومت سنبھال، یمن میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے لیے تین بڑے بڑے قلعے بنائے جن کے نام یہ ہیں:

① سلحون۔ ② سنون۔ ③ عمدان۔ (قرطبی: ۱۳/ ۱۳۹، مظہری: ۷/ ۱۲۶)

بلقیس اس میں رہ کر پورے یمن کی حکومت سنبھالتی تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کے تخت پر اڑ کر ہر مہینے یمن تشریف لے جاتے اور تین دن وہاں رہ کر واپس تشریف لے آتے، اللہ تعالیٰ نے اس شادی کی برکت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک بیٹا بھی عطا فرمایا۔

بعض روایتوں سے ایسا پتا چلتا ہے کہ: یمن کے ''حمدان'' کے تُبَّع بادشاہ کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی شادی کروادی تھی۔ (قرطبی: ۱۴۰/۱۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانوروں سے بات کرنا

حضرت سلیمان علیہ السلام جناتوں سے بات کرتے ہیں، ہدہد سے بات کرتے ہیں، پرندوں سے بات کرتے ہیں تو میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی جانوروں کی بات سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک اونٹ اپنے مالک کی فریاد کرنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک کو بلا کر کہا: جانور پر رحم کرو۔ (ابوداؤد، کتاب الجهاد، حديث: ۲۵۴۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ معجزہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت: يَا سَارِيَةَ! الْجَبَلَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت اونچی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک کرامت عطا فرمائی تھی کہ: ایک مرتبہ مدینۂ پاک میں منبر پر بیان کرتے کرتے آواز لگائی: یاساریة! الجبل۔ (البداية والنهاية: ۱۳۵/۷)

ہوا نے آپ کی بات مدینہ سے ملکِ شام پہنچادی، اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بھی ایسی ایسی کرامتیں عطا فرمائی ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کے بعد حکومت ختم

حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہوگیا؛ مگر جناتوں کو ایک سال کے بعد پتا چلا کہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا ہے، ایک بڑا جن یمن گیا، وہاں جا کر اس نے اعلان کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا؛ لہٰذا تم سب اپنا کام چھوڑ دو، حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد آپ کی حکومت بھی ختم ہو گئی اور بلقیس کی حکومت بھی ختم ہو گئی، اس کے بعد بلقیس کا بھی انتقال ہو گیا۔ (مظہری: ۷/۱۲۶-۱۲۷)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ باقی ہے، اللہ تعالیٰ کا ملک باقی ہے، اللہ تعالیٰ کی حکومت باقی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس واقعے میں آئی ہوئی باتوں اور نصیحتوں کو سمجھ کر عمل کی توفیق عطا فرماوے اور منکرات سے بچنے کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کی قربانی اور وفاداری کا عجیب واقعہ

مختصر تعارف

ان کا نام نہ تو قرآن میں ہے اور نہ تو صحیح حدیث میں ہے، البتہ مؤرخین نے ان کا نام: ”لِیا بنتِ یعقوب“ بتایا ہے۔

بعض مفسرین کے نزدیک نام ”رحمت بنتِ افرائیم بن یوسف بن یعقوب“ ہے۔

بعض کے نزدیک ”ماخر بنت فیشا بن یوسف بن یعقوب“ ہے۔ (جلالین سورۂ ص)

مختلف تفسیری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری کے زمانے میں جب سارے رشتے دار دور ہو گئے تب حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی آپ کی بہت خدمت کرتی تھیں، ہر وقت اس فکر میں رہتی تھیں کہ کس طرح آپ کو جلد از جلد شفا ہو۔

ایک معزز، مال دار، شاہی گھرانے کی بیٹی ہونے کے باوجود شوہر کی بیماری کے زمانے میں مزدوری کر کے گھر کے گزر بسر کا نظام، اور خدمت کرتی تھیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی سخت بیماری کی حالت میں ان کے ساتھ شفقت و مہربانی، احسان کرنے والی اور نہایت صبر و شکر کے ساتھ زندگی گزارنے والی تھیں۔

ان کا مزار موجودہ ترکی کے ”سانلی عرفہ“ میں بتلایا جاتا ہے۔ (روح المعانی: ۷٦/۹)

مزید تفصیل کے لیے ”دیکھی ہوئی دنیا“ جلد: دوم دیکھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِىَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ وَاَهْلِ بَيْتِهِ وَاَهْلِ طَاعَتِهِ، وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾ (الانبیاء)

ترجمہ: اور ایوب (علیہ السلام کا واقعہ بھی تو سنو) جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ "بے شک مجھ کو بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں" ﴿۸۳﴾ سو ہم نے ان (ایوب علیہ السلام) کی دعا قبول کر لی اور ان کو جو تکلیف تھی ہم نے دور کر دی اور ہم نے ان (ایوب علیہ السلام) کو ان کے گھر والے بھی دیے اور ان کے ساتھ اتنے ہی (بال بچے) اور بھی دیے، یہ سب ہماری طرف سے رحمت (سے عطا کیا) ہے اور عبادت کرنے والوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى: وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ (ص)

ترجمہ: اورتم ہمارے بندے ایوب کو (بھی تو) یاد کرو، جب انھوں نے اپنے رب کو آواز دی کہ: (اے اللہ!) شیطان نے مجھ کو تو دکھ اور تکلیف پہنچا رکھی ہے ﴿۴۱﴾ (ہم نے حکم دیا کہ زمین پر) تم اپنا پیر مارو، یہ ٹھنڈا پانی ہے جو نہانے اور پینے کے کام میں آئے گا۔

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کا حضرت ایوب علیہ السلام سے نکاح

حضرت زلیخا کو-جن کا قصہ پیچھے گزرا- اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی عطا فرمائی تھی، اس بیٹی کے باپ اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، اور ماں زلیخا ہیں، جو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ کر اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے بہت بڑی نیک صالحہ اور اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ بندی بن گئی تھیں؛ لہٰذا ان کے گھر میں پیدا ہونے والی لڑکی بھی بڑی نیک، اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار تھی، اُس کا نام ''لیّا'' رکھا گیا، اس کے بعد زلیخا کا انتقال ہو گیا، حضرت یوسف علیہ السلام کا بھی انتقال ہو گیا، اور جب لیّا جوان ہو گئی تو اس کا نکاح اللہ کے ایک اور نبی حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔

بعض مفسرین کے قول کے مطابق لِیّا حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھی۔ (روح المعانی:۹/۷۶)

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا ایک نبی اور بادشاہ کی بیٹی

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی لیا کا قصہ قرآن، حدیث اور معتبر تفسیروں میں آیا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نبی بھی تھے اور مصر کے بادشاہ بھی تھے: اس لیے یہ لڑکی بہت اچھے ماحول میں پلی بڑھی تھی، گھر کا ماحول پورا دینی تھا، اور ساتھ میں بہت مال داری

بھی اللہ تعالیٰ نے عطا کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بڑی نعمتوں سے نوازا تھا، قرآن میں ہے:

رَبِّ قَدۡ اٰتَیۡتَنِیۡ مِنَ الۡمُلۡکِ وَعَلَّمۡتَنِیۡ مِنۡ تَاۡوِیۡلِ الۡاَحَادِیۡثِ.

ترجمہ: اے میرے رب! آپ نے مجھے حکومت کا بڑا حصہ عطا فرمایا اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم بھی عطا فرمایا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کا بادشاہ بنایا، ظاہر بات ہے کہ ایک بادشاہ کی لڑکی کتنے شاندار محل میں بڑی ہوئی ہوگی، اور والد کے نبی ہونے کی وجہ سے ماحول بھی اس کو پورا دینی ملا، دونوں طرح کی نعمتیں ہیں: دنیا بھی ہے، دین بھی ہے۔

دین اور دنیا دونوں ملنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے

یہی دعا ہم سب اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں کہ:

رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

ترجمہ: اے ہمارے رب! آپ ہم کو دنیا میں بھلائی دیجیے اور آخرت میں بھی بھلائی (دیجیے) اور ہم کو (جہنم کی) آگ کے عذاب سے بچا لیجیے۔ (سورۂ بقرہ)

یعنی ہماری دنیا بھی اچھی بنا دیجیے اور ہماری آخرت بھی اچھی بنا دیجیے؛ اللہ کسی کو دونوں نعمتیں عطا فرمائیں تو بہت اچھی بات ہے، دنیا میں رہنے کے لیے اچھا مکان ہو، اچھی کھانے پینے کی نعمتیں ہوں، اچھے کپڑے اللہ تعالیٰ نے دے رکھے ہوں، پھر دین داری کے ساتھ اس کو استعمال کریں، نماز کی پابندی، پردے کی پابندی، حرام اور گناہ سے اپنے آپ کو بچائیں تو یہ میری بہنو! اچھی چیز ہے، کوئی بری چیز نہیں ہے۔

حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ یہ دعا زیادہ مانگتے تھے؛ اس لیے ہمیں بھی ہر موقع پر اس دعا کو مانگنے کی عادت بنا لینی چاہیے۔

بہر حال! حضرت لیا رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بڑی نعمتوں سے نوازا تھا، باپ اللہ کے نبی اور بادشاہ، ماں بڑی نیک اور صالحہ، شوہر بھی اللہ کے نبی جو خود بھی بڑے مال دار تھے، کتنی خوش نصیب لڑکی ہے!

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کی آزمائش

لیکن میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی امتحان ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جو امتحان لیتے ہیں وہ عملی زندگی میں لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں:

الٓمّٓ ۝۱ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝۲ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ۝۳

ترجمہ: الم ﴿۱﴾ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ صرف اتنا کہہ دینے پر کہ: ”ہم ایمان لے آئے ہیں“ چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا؟ ﴿۲﴾ حالاں کہ ان سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں ہم ان (سب) کو آزما چکے ہیں، سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور معلوم کر کے رہیں گے جو (ایمان میں) سچے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) جھوٹوں کو بھی ضرور معلوم کر کے رہیں گے۔ (سورۂ عنکبوت)

واقعہ سنانے کا مقصد

میری دینی بہنو! کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان آجائے تو صبر کے ساتھ رہنا چاہیے، اسی بات کو سمجھانے کے لیے یہ واقعہ آپ کو سنا رہا ہوں۔

آزمائش کی ابتدا

حضرت ایوب علیہ السلام اور اُن کی بیوی لیّا دونوں مزے سے زندگی گزار رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے دنیوی زندگی کی ہر قسم کی راحت کا سامان ان کو عطا فرمایا تھا، پچھلی امتوں کو اللہ تعالیٰ نے لمبی لمبی عمریں عطا فرمائی تھیں، کہتے ہیں کہ: ۷۰ رسال تک ایسی مزے کی زندگی اُن کی گزری، پھر اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان شروع ہوا۔

سب سے زیادہ آزمائش انبیائے کرام کی

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کا امتحان لیتے ہیں، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ. (ابن ماجة، كتاب الفتن، باب الصبر على البلاء، حديث: ٤٠٢٣)

سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کا امتحان لیتے ہیں، پھر ان سے قریب کا درجہ رکھنے والے اپنے نیک بندوں کا، پھر وہ جو زیادہ دین دار ہوتا ہے؛ یعنی جو دین داری میں جتنا زیادہ آگے ہوگا اس کا اتنا ہی امتحان ہوگا۔

اس لیے میری دینی بہنو! ہم کو جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کا قرب ملتا جاوے گا، جوں جوں ہم اللہ تعالیٰ کے نیک، محبوب، پیارے اور چہیتے بنیں گے، کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ ہمارا امتحان لیتے رہیں گے؛ اس لیے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگنی چاہیے۔

عافیت کی ایک دعا

ایک بہت پیاری دعا ہے، اس کو یاد کرو اور صبح وشام تین مرتبہ مانگو: اَللّٰهُمَّ إِنِّي

أَسْأَلُكَ تَمَامَ الْعَافِيَةِ وَأَسْأَلُكَ دَوَامَ الْعَافِيَةِ وَأَسْأَلُكَ الشُّكْرَ عَلَى الْعَافِيَةِ

اے اللہ! میں آپ سے مکمل عافیت کا سوال کرتا ہوں، اور ہمیشہ کی عافیت کا سوال کرتا ہوں اور عافیت پر آپ مجھے شکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

نوٹ: بعض بزرگوں نے الگ الگ حدیثوں سے الفاظ لے کر یہ دعا بنائی ہے، حدیث میں ایک ساتھ اس طرح کے الفاظ نہیں ہیں۔

عافیت کا مطلب

عافیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہماری سب چیز اچھی رہے، سب کام برابر چلتے رہیں، زندگی خیریت، عزت، بھلائی کے ساتھ چلتی رہے، اس کو عافیت کہتے ہیں، ہمیشہ صبح وشام تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگو، منقول دعاؤں میں یہ دعا آتی ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری

بہر حال! اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی کو پلٹا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دعا کرو: اے اللہ! وہ آپ کے نیک بندے تھے جنھوں نے مصیبتوں پر صبر کیا، تکلیف کو برداشت کیا، اور آپ کے امتحان میں صبر کر کے کامیاب ہوئے، ہم تو آپ کے کمزور بندے ہیں، آپ ہمیں دنیا اور آخرت میں عافیت سے رکھیے، ہم امتحان کے قابل نہیں ہیں۔

دینی بہنو! پہلے مال داری تھی، تندرستی تھی، مال داری اور تندرستی کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولاد بھی نصیب ہوئی، حضرت ایوب علیہ السلام اور حضرت لیّا کو اللہ تعالیٰ نے سات بیٹے اور سات بیٹیاں عطا فرمائی تھیں، بیماری شروع ہوئی، عجیب قسم کی

بیماری جو پورے بدن میں پھیل گئی، آپ کی بیماری کے سلسلے میں عجیب عجیب واقعات تفاسیر میں آئے ہیں، ان میں سے بہت سارے اسرائیلیات کے قبیل سے ہیں اور بعض نامناسب بھی ہیں۔ (طبری:۹/۵۷-۵۸)

ایسے واقعات بھی آئے ہیں کہ: حضرت ایوب علیہ السلام کے پورے بدن میں کیڑے پڑ گئے، پورے بدن میں زخم ہو گئے، جزام کی بیماری ہو گئی۔

بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ بدن کے کچھ کیڑے اگر زمین پر گر جاتے تو حضرت ایوب علیہ السلام اس کو اٹھا کر یہ کہتے ہوئے دوبارہ رکھ دیتے کہ: تیری غذا اگر میرا بدن ہے تو تو اس کو کھا، اس طرح کے واقعات کتابوں میں لکھے ہیں؛ مگر ایسے واقعات نبی کے شایانِ شان نہیں ہیں۔ غرض آپ کو عجیب قسم کی بیماری لگ گئی، ایسی بیماری سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلامت رکھے، ہم سب کو عافیت میں رکھے، آمین۔

زبان سے ذکر اور دل سے شکر

کہتے ہیں کہ: صرف زبان باقی تھی اور دل باقی تھا، زبان پر بھی بیماری نہیں اور دل پر بھی بیماری نہیں، باقی پورے بدن پر بیماری لگ گئی اور اللہ کے نبی زبان سے ذکر میں اور دل سے شکر میں مشغول رہتے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے متعلق ایک خاص وضاحت

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی تفصیلات مختلف مفسرین نے نقل کی ہے:

① علامہ ابنِ کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: ابن عساکرؒ نے نقل کیا ہے کہ: ان کے جسم میں مختلف بیماریاں لگ گئی تھیں؛ یہاں تک کہ صرف دل اور زبان بچ گئے تھے۔

② سدیؒ کہتے ہیں کہ: جسم کا گوشت گل کر گر گیا تھا؛ یہاں تک کہ صرف ہڈیاں اور پٹھے رہ گئے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ:۱/۲۲۹)

③ ابن کثیر ''البدایۃ والنہایۃ'' میں لکھتے ہیں کہ: حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم پر جذام کی بیماری لگ گئی تھی جس سے دل اور زبان کے علاوہ سارا جسم متأثر ہوا تھا۔

(البدایۃ والنہایۃ:۱/۲۲۹)

④ حضرت حسن بصریؒ اور قتادہؒ کہتے ہیں کہ: حضرت ایوب علیہ السلام پر سات سال ایسے گزرے کہ ان کے جسم میں کیڑے نظر آنے لگے تھے۔ (درمنثور:۴/۵۹۱)

⑤ علامہ بغویؒ کہتے ہیں کہ: ان کے جسم پر پھوڑے نکلے جس سے ان کا جسم بدبودار ہو گیا اور بستی والوں نے ان کو بستی سے نکال دیا اور کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ پر ڈال دیا۔

(بغوی، عربی، ص:۶۰۶)

حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم پر اس قدر قبیح بیماری لگی تھی اس بارے میں اسرائیلیات سے یہ باتیں چلی ہیں، اصل ہے کہ وہاں اس بیماری کی تفاصیل موجود ہیں جیسا کہ کتاب ''السفر'' جو غالباً انجیل (بائبل) کا ایک حصہ ہے اس کے عربی ترجمہ میں ایسا منقول ہے کہ:

شیطان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملی تو وہ آیا اور حضرت ایوب علیہ السلام کے سر سے پیر تک پھوڑے نکلے اور حضرت ایوب علیہ السلام نے سخت کپڑے سے اس کو کھجانا شروع کیا۔

کیا یہ اسرائیلیات مقبول ہیں

علمائے کرام نے ایسی اسرائیلی روایات کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے جو کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی شان کے منافی ہوں اور حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق یہ تمام روایات شانِ نبوت کے خلاف ہیں؛ لہذا اس بارے میں جس قدر قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں آیا ہے اسی پر اکتفا کیا جائے گا۔

علامہ آلوسیؒ نے روح البیان میں نقل کیا ہے کہ: اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری اور امتحان بڑا تھا، البتہ ان کی بیماری اس قدر بڑی نہیں تھی کہ وہ قابلِ نفرت ہو جائیں۔ (روح المعانی: ۹/ ۷۷)

خلاصۂ کلام

حضرت ایوب علیہ السلام ایک بڑے امتحان میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق تقریباً سترہ (۱۷) سال مبتلا رہے اور یہ امتحان جان، مال، اولاد سب پر آیا تھا؛ لیکن اس دوران ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے یا کچھ ایسا ہوا کہ لوگ حضرت ایوب علیہ السلام سے نفرت کرنے لگے یہ بات سند کے لحاظ سے بھی درست نہیں اور نہ ہی شانِ نبوت کی وجہ سے عقلاً درست ہے؛ لہذا اس طرح کے واقعات بیان کرنے سے احتیاط کرنا چاہیے۔

بیماری میں عام طور پر کوئی کام نہیں آتا

میری دینی بہنو! اللہ بُرے دن سے حفاظت میں رکھے، جب خراب دن آتے

ہیں تو دوست بھی دور ہو جاتے ہیں، ملنے جلنے والے بھی دور ہو جاتے ہیں، اور قریبی لوگ بھی دور بھاگ جاتے ہیں، حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔

مصیبت کے وقت لوگ پہچانے جاتے ہیں

جب حالات اور تکلیفیں آتی ہیں تب ہی صحیح رشتے دار کون ہے اس کا پتا چلتا ہے؛ اس لیے کہ تکلیف کے دنوں میں جو رشتے دار، جو دوست اور جو سہیلی تمھارا خیال رکھے وہ رشتے دار صحیح اور سچے رشتے دار ہیں، باقی آدمی کے پاس مال و دولت، تندرستی ہو تو اس وقت محبت کرنے والے، تعلق رکھنے والے، اور آنے جانے والے تو بہت ہوتے ہیں۔

محتاجوں کی مدد کرنا بڑا ثواب کا کام ہے

ہمیں بھی یہ عادت بنانی چاہیے کہ اپنے رشتے دار میں جو غریب ہوں، جو بیمار ہوں، جو مصیبت میں ہوں، ہم ان کی زیادہ خبر لینے والے بنیں، مال دار رشتے دار کو ہر کوئی پوچھتا ہے، ہر ایک ان سے ملتا ہے، سب ان کو سلام کرتے ہیں؛ لیکن جو غریب رشتے دار ہیں، بیمار ہیں، مصیبت میں ہیں، اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے ہم ان کی خبر لیویں، ہم سے جو بن سکے ان کی مدد کریں، اور جتنی ہو سکے اتنی ان کی خدمت کریں، اللہ تعالیٰ اس پر بڑا اجر اور بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

عجیب آزمائش

بہر حال! جب بیماری آئی تو آہستہ آہستہ مال بھی ختم ہو گیا، بالکل غریبی کے دن آ گئے، ایسے برے دن آئے کہ دوا اور علاج کے بھی پیسے باقی نہ رہے۔ اسی طرح ان

کے سات لڑکے اور لڑکیوں کا بھی ایک کے بعد ایک باری باری انتقال ہو گیا۔ پورے بدن میں سوئی رکھنے کے برابر بھی ایک جگہ ایسی نہیں تھی جو سلامت اور تندرست ہو؛ یعنی بیماری کے اثرات پورے بدن میں پھیل گئے۔ (روح المعانی:۹/۷۶-۷۷)

قرآن میں حضرت ایوب علیہ السلام کی تعریف

حضرت ایوب علیہ السلام زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے، اتنی بیماری میں بھی وہ کسی سے کوئی فریاد نہیں کرتے، خود اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فرمایا:

إِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ إِنَّهٗٓ أَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ (ص)

ترجمہ: یقیناً ہم نے ان (ایوب) کو صبر کرنے والا پایا، (حقیقت میں) وہ بہت ہی اچھے بندے تھے، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف) بہت زیادہ لَو لگانے والے تھے۔

میری دینی بہنو! اللہ جن کو صبر کرنے والا فرما دیوے ان کے بارے میں کیا کہنا!

چناں چہ زبان سے تسبیح پڑھتے رہتے: ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کا ذکر کرتے رہتے اور دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے: اے اللہ! آپ نے جس حالت میں رکھا آپ کا شکر ہے، آپ کا احسان ہے۔

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ ہم کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ: ہم زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے والے بنیں، چاہے اللہ جس حال میں بھی رکھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال بیماری میں رہے

میری دینی بہنو! ایک، دو مہینے نہیں، تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ پورے اٹھارہ

سال اس بیماری کے ساتھ حضرت ایوب علیہ السلام نے زندگی بتائی، اندازہ لگاؤ، ایک نبی کے داماد، خود بھی نبی، ایک بادشاہ کے داماد، خود بھی بڑے مال دار، ۷۰ر سال زندگی کے مال داری میں گزرے اور آج تکلیف کے دن آئے، ایسے زمانے میں ساتھ دینے والی، خدمت کرنے والی صرف آپ کی بیوی حضرت لیّا رضی اللہ عنہا تھیں۔ (روح المعانی: ۹/ ۷۶)

حضرت لیّا کی درخواست اور حضرت ایوب علیہ السلام کا عجیب جواب

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا نے ایک دن حضرت ایوب علیہ السلام سے درخواست کی: اے اللہ کے نبی! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ: اللہ تعالیٰ ہماری تکلیف اور تمھاری بیماری کو دور کردے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کہنے لگے: اللہ تعالیٰ جس حالت میں رکھے، میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں، جس اللہ تعالیٰ نے ۷۰ر سال مزے میں رکھا، اب ہم اس سے بیماری میں فریاد کریں یہ مناسب نہیں ہے۔

مجھے تو میرے اللہ کے سامنے دعا کرنے کی بھی ہمت نہیں ہے، کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات نہ آوے کہ ہم نے ۷۰ر سال مزے میں رکھا تھا، اب تھوڑی سی تکلیف آئی ہے، تو اس پر صبر نہیں ہوتا؟ (طبری: ۹/ ۶۸)

کیسے یہ دونوں میاں بیوی ہوں گے؟ کیسی ان کی زندگی ہوگی؟ کیسی یہ وفادار عورت ہوگی؟ جب کوئی ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ایسے زمانے میں یہ بیوی اپنے شوہر کی خدمت کررہی ہے، عجیب عجیب ان کی خدمت کے واقعات ہیں۔

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کی خدمت

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی اکیلی خدمت کرتی تھی؛ یہاں تک کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو استنجا وغیرہ کرانے کے لیے بھی خود ہی لے جاتی تھی، حضرت ایوب علیہ السلام بہت کمزور ہو گئے تھے، جب استنجا کر لیتے تو کھڑے ہونے میں بھی مدد کی ضرورت پڑتی، تو بیوی وفادار بن کر اپنے شوہر کی مدد کرتی، پکڑ کر کھڑا کرتی، اور لا کر بستر پر بٹھا دیتی۔ غرض اس عورت نے تقریباً ۱۸/سال تک اپنے شوہر کی بے مثال خدمت کی۔ (طبری: ۹/۶۷)

عورت کی خوبی

میری دینی بہنو! عورت ذات میں یہی خوبی بڑے کمال کی ہوتی ہے کہ شوہر مال دار ہو یا غریب، بیمار ہو یا تندرست، خوشی وغمی ہر حال میں اپنے شوہر کی وفادار بنے، اپنے شوہر کی خدمت کرنے والی بنے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا گیا کہ بہترین عورت کونسی ہوتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جسے دیکھ کر شوہر کو خوشی ہو، شوہر کے ہر حکم کو پورا کرے، اور اپنی ذات اور شوہر کے مال میں کوئی کام ایسا نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔ (مشکوۃ، کتاب النکاح، حدیث: ۲۳۳)

خدمت کرنے والی عورت سے اللہ تعالیٰ راضی رہتے ہیں

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کی غریبی میں کیسی عجیب وغریب خدمتیں انجام دیں، عورت ذات میں ایسی وفاداری، اور خدمت کا جذبہ جب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس

عورت کو دنیا اور آخرت میں نوازتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا حکم سامنے رکھو، اور اپنے شوہر کی وفادار اور خدمت گزار بن کر رہو، اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا یہ بات سمجھتی تھیں کہ میرے شوہر اللہ کے نبی ہیں، انھوں نے زندگی میں مجھے ۷۰ رسال تک بہت سُکھ دیا، اب جب میرے شوہر پر حالات آئے، مصیبت آئی، بیماریاں آئیں، تو میں اپنے شوہر کو اکیلا چھوڑ کر ایسے دنوں میں کیسے چلی جاؤں؟ کیسے میں ان سے بے وفائی اور غداری کروں؟

اگر ہماری دینی بہنیں یہ بات سامنے رکھیں، یہ نکتہ سامنے رکھیں کہ بے چارا شوہر جب اس سے بن پڑتا ہے تو محنت سے کما کر لا کر دیتا ہے؛ مگر کبھی زندگی میں مصیبت آجاوے، مال میں کمی آجاوے، تو اس زمانے میں بھی عورت صبر کر کے شوہر کے ساتھ رہے، اپنے شوہر کو ہمت دلائے، اور اپنے شوہر کی وفادار بن کر رہے۔

بیوی کی وفاداری کا ایک انوکھا واقعہ

میرے ایک دوست کسی زمانے میں بہت مال دار تھے، تقریباً چالیس سال پہلے جب انڈیا میں لوگوں کے پاس گاڑیاں بھی بہت کم تھیں، اس وقت جاپانی گاڑیوں میں گھومنے والے آدمی، پھر ان پر تنگی کے حالات آئے، اتنی غریبی آئی کہ وہ بے چارے سائیکل پر پھرنے لگے، اور قُلفی، کینڈی وغیرہ بیچ کر وہ اپنی زندگی گزارنے لگے، اس زمانے میں بھی اس کی بیوی نے اس کی عزت کی حفاظت کی اور خوب خدمت کی۔

وہ مجھے کہتے تھے کہ: اللہ میری بیوی کو جزائے خیر دیوے، غربت کی وجہ سے اس

کا سارا سونا بکنے کی نوبت آئی، اس نے خوشی خوشی سارے زیورات بیچ دیے، وہ سونے جیسے دکھنے والے رول گولڈ کے زیورات پہن کر شادی، بیاہ، منگنی میں جاتی تھی؛ تاکہ کسی کو پتا نہ چلے کہ ہمارے گھر میں ایسی غریبی اور پریشانی کے حالات چل رہے ہیں۔

عورت ایسی وفادار ہو کہ دوسروں کے سامنے گھر کے حالات، پریشانی اور تکلیف کی باتیں کہتی نہ پھرے، اپنے شوہر کے لیے عزت کا ذریعہ بنے۔

اللہ تعالیٰ امت کی تمام بہنوں کو ایسی وفاداری کی توفیق عطا فرمائے۔ اور سنو! یہ کام اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت سے کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو جاوے۔

آج الحمد للہ! پھر اللہ تعالیٰ نے اس دوست کے حالات بدلے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مال دار بنا دیا، زندگی میں اونچ نیچ آتی رہتی ہے، سُکھ کے دن دُکھ کے دن چلتے رہتے ہیں؛ لیکن ہمیشہ شوہر کی عزت بن کر زندگی گزارو، کبھی ان کے سامنے ایسے دُکھ کے دنوں میں اپنی زبان سے سوالات اور مطالبات کر کے ان کو پریشان مت کرو، اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی نوازیں گے اور آخرت میں بھی بہت نوازیں گے۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی بیوی کا واقعہ

اِس موقع پر ایک بات یاد آ گئی، دار العلوم دیوبند جو پوری دنیا کے مسلمانوں کا ایک روحانی مرکز ہے، اور پوری دنیا میں اس کی شاخیں ہیں، اس کے بانیوں میں سے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بہت اونچے درجے کے عالم اور اللہ کے ولی تھے۔

دیوبند میں ایک بڑے مال دار آدمی شیخ کرامت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، جن

کی بیٹی سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح ہوا، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ خود بیان کرچکی ہیں کہ: نکاح کے بعد جب مجھے میرے والد نے رخصت کیا تو بہت بڑا عظیم الشان جہیز مجھے دیا، جس میں قیمتی زیورات تھے، کپڑے تھے اور تانبے کے برتنوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ رخصتی کی رات جب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اہلیہ کی ملاقات ہوئی تو سب سے پہلے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ رخصتی والے کمرے میں آکر نفل نمازیں پڑھنے میں مشغول ہوگئے، نفل نماز سے فارغ ہوکر اپنی اہلیہ محترمہ کے پاس تشریف لائے، بہت سکون اور اطمینان کے ساتھ اپنی اہلیہ سے بات چیت شروع کی۔

سب سے پہلے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب تم کو اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وابستہ کردیا ہے تو نبھاؤ کی ضرورت ہے۔

پھر دوسری بات ارشاد فرمائی: مگر ابھی جو صورت ہے اس میں نبھاؤ مشکل ہے کہ تم امیر و مال دار ہو اور میں غریب آدمی ہوں۔

پھر تیسری بات ارشاد فرمائی کہ: اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو میں بھی مال دار بن جاؤں یا تم میری طرح نادار اور غریب بن جاؤ۔

پھر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے آہستہ سے فرمایا کہ: میرا امیر اور مال دار بننا تو مشکل ہے، آسان بات یہی ہے کہ تم میری طرح غریب اور نادار بن جاؤ۔

پھر آگے یہ بات ارشاد فرمائی کہ: اللہ تعالیٰ نے تمھارے ساتھ میرا جو تعلق قائم فرمایا ہے، اس میں مجھے تربیت کا مقام دیا ہے اور تم کو اطاعت کا مقام دیا ہے۔

اِس کے بعد حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اہم بات ارشاد فرمائی کہ: اگر تم کو میں کسی بات کا حکم دوں، جس میں تمھارا ہی فائدہ ہو تو کیا تم مجھ پر بھروسہ اور اعتماد کروگی؟

جب حضرت نانوتویؒ کی طرف سے یہ پہلا سوال ہوا تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ نئی نویلی، دلہن تھی، خاموش رہی، کوئی جواب نہیں دیا، جب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب کے لیے بار بار اصرار کیا تو اس پر دلہن نے جواب میں کہا: مجھے آپ پر پورا اعتماد اور بھروسہ ہے، جب یہ جواب مل گیا تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک عجیب بات آئی کہ جس کو سوچتے ہیں تو دل کانپ جاتا ہے؛ اس لیے کہ عورتوں کو زیورات کے ساتھ بہت ہی زیادہ محبت ہوتی ہے،، خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ (زخرف)

ترجمہ: کیا وہ بچی جو پرورش پاتی ہے زیور میں اور آپس کے جھگڑے میں وہ صاف بول نہیں سکتی۔

جب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ نے حضرت پر پورا اعتماد اور بھروسہ کیا تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیوی سے کہا کہ: اچھا! اب زیورات اتار کر مجھے دے دو، اسی طرح جتنے کپڑے اور برتن تمھارے پاس ہیں ان پر بھی مجھے اختیار دے دو۔

اتنے بڑے مطالبے پر نئی نویلی دلہن نے بغیر ہچکچائے ہوئے فوراً عرض کیا: آپ کو پورا اختیار ہے۔

اس وقت خود حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تقریباً ۲۱/۲۲ سال کی تھی، رخصتی کے اگلے دن صبح تمام زیورات اور کپڑوں کے جوڑے اور تمام برتن جو اس زمانے میں ہزاروں روپیے کا سامان تھا، اور آج کے دور میں تو اس کا حساب ہی نہیں لگا سکتے کہ کتنی بڑی دولت ہوگی، وہ سب کا سب سلطانی چندے میں جمع کرا دیا۔

اس زمانے میں تقریباً ۱۸۵۳ء میں روس اور ترکوں کے درمیان میں جو جنگ ہو

رہی تھی اس میں خلافت کو مضبوط کرنے کے لیے اور خلافت کو بچانے کے لیے اتنا بڑا مال چندے میں جمع کرادیا۔

اس کی برکت سے ہوا یہ کہ دیوبند کے بہت بڑے مال دار کی بیٹی نانوتہ کے ایک فقیر کی صحیح معنی میں رفیقۂ حیات بن گئی، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی جوانی اور اس میں بھی ابھی ایک رات ساتھ رہنا نصیب ہوا، اس میں بھی ایک مال دار کی لڑکی کو کتنی بڑی ترقی نصیب ہورہی ہے کہ وہ اِس قیمتی مال سے صرف باہر کی دنیا میں ہی خالی نہیں ہوئی؛ بلکہ ایک اللہ تعالیٰ کے ولی کی صحبت کی برکت سے دل سے بھی ان تمام چیزوں کی محبت نکل گئی۔

کم عمری میں ولایت

یہ واقعہ دراصل حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی، حضرت شاہ فضلِ رحمان صاحب گنج مرادآبادیؒ فرمایا کرتے تھے کہ: مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت کم عمری میں ولایت مل گئی تھی، بہت چھوٹی عمر میں آپ اللہ تعالیٰ کے ولی بن گئے تھے اور یہ واقعہ آپ کے ولی ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے کہ جوانی کی عمر میں جب اس طرح کے قیمتی سامان کی لالچ اور ضرورت ہوتی ہے تب اتنا قیمتی سامان بغیر مانگے ہوئے سسرال سے آیا تو بڑی ہمت کرکے ان سب کو ٹھکرا کر اسلام کی حفاظت کے لیے خیرات کردیا۔

میری دینی بہنو! قصہ ابھی یہاں پورا نہیں ہوا، جب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی اپنے سسرال نانوتہ سے دیوبند اپنے والد کے گھر رخصتی کے بعد پہلی مرتبہ آئی تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ خود فرماتی ہیں کہ: ابا جان نے میرے ہاتھ، پاؤں، کان، ناک خالی دیکھے اور بدن پر قیمتی کپڑے بھی نہیں تھے، تو پوچھا کہ: بیٹی! زیورات کا کیا ہوا؟

بیٹی نے پورا واقعہ صحیح صحیح سنا دیا، تو اس پر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خسر زبان سے کچھ نہیں بولے، دل میں خیال آیا ہوگا کہ میری بیٹی رشتے داروں کے سامنے زیورات کے بغیر ننگی بنی ہوئی کب تک رہے گی، اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑکی کے والد کے پاس کسی قسم کی تنگی بھی نہیں تھی، لڑکی کے والد شیخ کرامت علی صاحب نے پھر سے زیورات، برتن، کپڑے تیار کروائے اور جب دوسری مرتبہ والد صاحب کے مکان سے دلہن سسرال جانے کے لیے روانہ ہوئی تو اس موقع پر خود حضرت نانوتویؒ کی اہلیہ کے الفاظ ہیں کہ: میں بن سنور کر دوبارہ سسرال پہنچی، دن تو کسی طرح گزر گیا، جب رات ہوئی اور حضرت نانوتویؒ اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لائے تو آخرت کی ترغیب دینا شروع کر دی اور کل کی تیاری کے لیے آج کا اختیار اپنے ہاتھ میں لینے کی چاہت ظاہر کی، اہلیہ محترمہ پہلے ہی حضرت کو اختیار دے چکی تھی، اس کو واپس لینے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہوتا تھا، پھر سے اہلیہ نے کہا: آپ پورے پورے مختار ہیں۔

جب صبح ہوئی تو زیورات، برتن، کپڑے، پورا سامان پھر سے دوسری مرتبہ، اسلامی خلافت کے لیے ترکوں کے چندے میں جمع کروا دیا۔

خود حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ فرماتی ہیں کہ: اِس دوسری مرتبہ جو آپ نے سارا سامان چندے میں دلوا دیا، تو اس کی برکت سے روپیہ، پیسہ، زیورات کی محبت میرے دل سے قطعاً نکل گئی؛ بلکہ ان چیزوں کی نفرت میرے دل میں پیدا ہوگئی، پھر زندگی بھر کبھی میں نے زیور نہیں بنوایا، اور کبھی بھی قیمتی لباس پہننے کی دل میں خواہش اور آرزو پیدا نہیں ہوئی۔

اِس واقعے میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کی کتنی عجیب قربانی ہمارے سامنے

ہے کہ کہ عورت کو زیورات اور عمدہ کپڑوں سے کتنی محبت ہوتی ہے؛ لیکن اسلامی خلافت اور دین کی حفاظت کے خاطر آپ نے ان تمام چیزوں کی قربانی دے دی، اور اپنے شوہر کے سامنے زندگی بھر کبھی بھی ایک لفظ نہیں بولی، اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی حالت دیکھیے کہ اپنی اہلیہ کو سمجھا کر سادگی والی زندگی کے لیے کیسے تیار کرلیا!

زیورات سے ساس خسر کی خدمت

اِس دو مرتبہ کے واقعات کے بعد بھی جب بھی آپ کی اہلیہ دیو بند جاتی تو ابا شیخ کرامت علی صاحب وقتاً فوقتاً اپنی بیٹی کو کچھ نہ کچھ زیور ضرور دیا کرتے تھے؛ لیکن حالت یہ ہوتی کہ جب نانوتہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گھر مہمان آجاتے اور حضرت نانوتویؒ کے والدین غریبی کی وجہ سے مہمانوں کی مہمان نوازی کے لیے خرچ میں مشکلی ہوتی تو حضرت نانوتویؒ اپنی بیوی سے اجازت لیتے اور زیورات بیچ کر والدین کی مشکلی دور کرتے ہوئے اس رقم کو پیش کر دیتے۔

اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دے دو

ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت نانوتویؒ کے ایک چاہنے والے نے ایک قیمتی چادر اور ایک زیور حضرت نانوتویؒ کی خدمت میں پیش کیا کہ یہ آپ کی اہلیہ کے واسطے ہے، آپ میرا ہدیہ اہلیہ محترمہ کو پہنچا دیں، حضرت نانوتویؒ گھر تشریف لائے اور اپنی بیوی کے سامنے دونوں چیز پیش کرنے لگے، اور فرمایا: حقیقت تو ایسی ہے کہ چادر اور زیور سے دل ضرور خوش ہوتا ہے؛ لیکن چند دن کے استعمال سے یہ دونوں چیزیں خراب ہوجائیں گی، پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: اس طرح کی ریشمی چادر سے جو کام ہوگا،

وہ لڑھے کی سفید چادر سے بھی ہو جائے گا، لڑھا اس زمانے میں بہت سستے قسم کا کپڑا تھا جو بہت معمولی اور ہلکا سمجھا جاتا تھا۔

پھر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: تم اپنی یہ قیمتی چادر اور قیمتی زیور اگر خراب ہونے سے بچانا چاہتی ہو، تو یہ دونوں چیزیں اس اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دے دو، جس کی حفاظت میں پہنچنے والی چیزیں کبھی خراب نہیں ہوتیں؛ یعنی کسی غریب، مسکین کو یہ دونوں چیزیں دے دو، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں تم کو ہمیشہ باقی رہنے والا لباس اور زیور عطا فرمائیں گے؛ یعنی جنت میں یہ سب چیزیں ملیں گی؛ چناں چہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ نے فوراً دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے دی اور دل میں ذرا برابر میل تک نہیں آیا۔

بعض مرتبہ تو ایسا ہوتا کہ بعض محبت رکھنے والے آپ کی بیوی کے واسطے قیمتی کپڑے اور زیور بنا کر بھیجتے اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ مسکینوں کو دے دیا کرتے تھے، اور بیوی صاحبہ کو خبر بھی نہیں کیا کرتے تھے، اس میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کا عجیب و غریب جذبہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ بغیر کسی جھجھک کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لیے سب کچھ اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کر دیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کی آپ سے محبت

کیسی محبت بھری یہ میاں بیوی کی زندگی تھی، جس میں ایسا لگتا تھا کہ اسی دنیا کی زندگی میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر تھوڑی دیر کے لیے آسمان کی جنّت اتر آئی تھی، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی اہلیہ ایک مال دار گھرانے کی بیٹی تھی، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی خدمت کے

ساتھ ساتھ حضرتؒ کے ماں باپ کی خدمت میں بھی بہت تکلیف اٹھاتی تھی، اس میں بعض مرتبہ ساس اور بہو میں کچھ ہلکی سی بات پیش آتی تو حضرت نانوتویؒ ایک عجیب انداز میں اپنی بیوی کو تنبیہ فرماتے۔

حضرت نانوتویؒ کی عادت تھی کہ رات کو سوتے وقت گائے کا دودھ استعمال کرتے تھے، جب حضرت نانوتویؒ عشا کی نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لاتے اور مکان کے اوپر والے حصے میں تشریف لے جاتے تو اہلیہ محترمہ دودھ کا پیالہ لے کر پہنچ جاتی اور حضرت نانوتویؒ کا معاملہ ایسا تھا کہ اگر دودھ کے لیے اہلیہ کا انتظار کرتے تو اہلیہ سمجھ جاتی کہ حضرتؒ مجھ سے خوش ہیں اور اگر انتظار کیے بغیر نفل نماز شروع کر دیتے تو یہ نشانی تھی کہ اہلیہ سے ناراض ہیں، کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ حضرتؒ پوری رات نفل نماز میں گزار دیتے اور اہلیہ فرماتی ہیں کہ: میں پوری رات دودھ کا پیالہ لے کر گزار دیتی، جاگتی رہتی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی برکت

بس! حضرت نانوتویؒ کی صحبت کی برکت ہوئی کہ آپ کی زندگی بالکل اونچے درجے کی تقویٰ والی بن گئی، گھریلو کام کاج میں مشغول ہوتی اور کسی بھی نماز کی جب اذان ہوتی اور مؤذن صاحب ''حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ'' پر پہنچتے، تو آپ کی اہلیہ تمام کاموں کو چھوڑ کر اِس طرح اٹھ جاتی تھی جیسے اس کام سے کوئی واسطہ ہی نہ ہو، ہر چیز سے بالکل بے گانہ ہو جاتی تھی، فرض کے علاوہ سنت و نوافل کی بھی بڑی پابندی تھی، فجر کی نماز کے بعد سر اور منہ پر اپنا دوپٹہ ڈال کر ہلکی ہلکی ضرب سے ذکر کیا کرتی تھی، ٹھنڈی ہو کہ گرمی، آندھی ہو کہ بارش، اس میں بال برابر بھی فرق نہیں آنے پاتا۔

جب عورتوں میں ایسے قربانی کے پاکیزہ جذبات ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گھرانے سے ایسی اولاد پیدا فرماتے ہیں جو اپنے دور کے مجدد ہوا کرتے ہیں۔

حضرت نانوتویؒ کے پوتے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: جب میں نے مشکوۃ شریف اور اس کے بعد دوسرے سال مسلم شریف پڑھنا شروع کیا تو سبق پڑھ کر میں واپس گھر آتا اور سبق کی پوری تقریر اپنی دادی صاحبہ کو سنایا کرتا تھا، حضرت قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں کہ: جتنی دیر میں حضرت نبی کریم ﷺ کی حدیثوں کا ترجمہ اور مطلب بیان کرتا رہتا دادی صاحبہ کی آنکھوں سے آنسو مسلسل جاری رہتے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کا مقام

اللہ تعالیٰ نے اس نیک خاتون کو عزت کا بڑا مقام دنیا میں بھی عطا کیا کہ کسی بھی دلہن کی شادی ہوتی تو حضرت نانوتویؒ کی اہلیہ کے پاس اس دلہن کے سر پر ہاتھ رکھوایا جاتا اور جب کبھی کوئی کھانا تقسیم کرنا ہوتا تو حضرتؒ کی اہلیہ سے ہی شروع کرواتے تھے، پھر آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے عزت کا وہ مقام عطا فرمایا کہ حضرت نانوتویؒ کی اہلیہ بہت سی مرتبہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مرتضی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے بڑے بڑے حضرات کو دروازے پر بلا کر ڈانٹ دیتی تھی، اور یہ سب بڑے حضرات ان کے سامنے چوں بھی نہ کرتے تھے؛ بلکہ خوشی خوشی ان کی ناراضگی سننے کو اپنی ترقی سمجھتے تھے۔

اِس واقعے میں ہماری دینی بہنوں کے لیے بہت بڑی نصیحت ہے کہ دارالعلوم

دیو بند جس کا فیض آج پوری دنیا میں ہے، اس کے بانیوں میں سے ایک حضرت نانوتویؒ اوران کے گھر کا کیسا نورانی اور پاکیزہ ماحول تھا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے پاکیزہ جذبات عطا فرمائے، آمین۔

میری دینی بہنو! جب عورتوں میں ایسے جذبات ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے پیٹ سے ایسی اولاد پیدا فرماتے ہیں، جن کا علم ساری دنیا میں پہنچتا ہے، مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ اوران کی اولاد سے اللہ تعالیٰ نے دار العلوم دیو بند کی خدمت لی، اور پوری دنیا میں یہ مدرسہ چمکا، اور ساری دنیا میں اس کا علمی اور روحانی فیض پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ہماری دینی بہنوں کو ایسے پاکیزہ اور مبارک جذبات عطا فرمائے، آمین۔

حضرت لیاّ رضی اللہ عنہا کی خوب صورتی

میری دینی بہنو! حضرت یوسف علیہ السلام تو بہت خوب صورت تھے، معراج کی حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو جو حسن عطا فرمایا اس کا آدھا حسن حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا، اور حضرت زلیخا بھی بہت خوب صورت تھی، تو ان کی بیٹی حضرت لیا رضی اللہ عنہا کتنی خوب صورت ہوگی؟ (المسلم، کتاب الایمان، حدیث: ۱۶۲)

غریبی میں بال بھی بیچنے پڑے

حضرت لیا رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے خوب صورت لمبے لمبے بال دیے گئے تھے، اس زمانے کے کسی بادشاہ کی بیٹی نے حضرت لِیّا رضی اللہ عنہا کے بال دیکھے، تو وہ حضرت لیا رضی اللہ عنہا سے کہنے لگی کہ: تیرے یہ لمبے لمبے خوب صورت بال بہت پیارے اور بہت اچھے لگتے ہیں، یہ بال کاٹ کر مجھے بیچ دے، میں تجھے اتنے پیسے دوں گی۔

حضرت لیا رضی اللہ عنہا اس کے لیے تیار نہیں ہوئی۔

مفسرین نے ایک عجیب بات نقل کی ہے کہ ایک دن بہت سخت حالات آئے، کہ اس دن ایک روٹی بھی کھانے کے لیے نہیں تھی، اب بے چاری کیا کرتی؟

حضرت لیا رضی اللہ عنہا اس بادشاہ کی شہزادی کے پاس گئی اور اپنے لمبے خوب صورت بال کاٹ کر اس کو بیچ دیے، اس سے روٹی خرید کر شوہر کو کھلائی۔ (طبری:۹/ ۶۴)

بدن کا کوئی حصہ بیچنا جائز نہیں

میری دینی بہنو! اندازہ لگاؤ کہ حضرت لیّا رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی کیسی وفادار عورت ہوگی؟ یہ تو میں اُس دور کی شریعت کی بات کر رہا ہوں، اِس امت میں اِس طرح جائز نہیں ہے کہ اپنے بدن میں سے کوئی چیز بیچ کر پیسے کمائے، مثلاً اپنا خون بیچنا یا اپنے بدن میں سے کڈنی بیچنا، اس طرح کی کوئی چیز بیچنا شریعت میں جائز نہیں ہے، ہاں! کوئی بے چارا آدمی مجبور ہو، پریشان ہو، کوئی راستہ نہ ہو تو اس کو ہدیے میں خون دے سکتے ہیں، بیچنا ہماری شریعت میں جائز نہیں ہے۔

یہاں رُک کر ایک مسئلہ بھی سمجھ لینا چاہیے، اور فطرت کی بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ عورتوں کے بالوں کی خوب صورتی چوٹیوں میں ہے کہ بال لمبے ہوں اور چوٹیاں ہوں، اس میں عورتوں کے بال کی خوب صورتی ہے۔

بال کٹوانا درست نہیں ہے

میری دینی بہنو! بالوں کو کٹوانا، اس کو چھوٹے کروا دینا یہ عورتوں کی خوب صورتی نہیں ہے، یہ تو مغربی تہذیب ہے، یہ اسلامی اور دینی تہذیب نہیں ہے، جو اسلامک کلچر

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم کو ملا وہ یہی ہے کہ عورتوں کے بال لمبے ہوں اور اس میں چوٹیاں بندھی ہوئی ہوں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے مبارک زمانے میں بھی عورتوں میں چوٹیاں بنانے کا رواج تھا۔

میری دینی بہنو! یہی چیز تمھاری زندگی میں ہونی چاہیے، بال کو کٹوانا، بال کو چھوٹے کروا دینا یہ ہماری شریعت کی تعلیم نہیں ہے، اور میں پہلے بھی بتلا چکا ہوں کہ ہماری بعض بہنیں فیشن کے طور پر اپنی بچیوں کے بھی بال کٹواتی ہیں، ہماری شریعت میں اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔

شیطان کا حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کو بہکانا

بہر حال! اٹھارہ سال مصیبت اور پریشانی میں گزرے، یہ عورت محنت کر کے اپنے شوہر کو کھلاتی ہے، اپنا گزران چلاتی ہے، ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کہیں کام کرنے کے لیے گئی ہوئی تھی کہ شیطان ایک ڈاکٹر کی شکل میں آ کر حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا نے پہچانا نہیں کہ یہ شیطان ہے، وہ اپنے شوہر کی بیماری سے بہت پریشان تھیں، انھوں نے اس ڈاکٹر سے کہا کہ: میرے شوہر بہت سالوں سے بیمار ہیں، بہت پریشان ہیں، آپ ان کے لیے کوئی دوا کر دیجیے۔

شیطان نے سوچا کہ عورت مجبوری میں ہے؛ اس لیے اس نے غلط فائدہ اٹھا کر کہا کہ: میں تمھارے شوہر کی دوا کروں گا؛ لیکن میری ایک شرط رہے گی، وہ شرط یہ ہے کہ تمھارے شوہر اچھے ہو جاوے تو تم زبان سے اتنی بات کہہ دینا کہ اس ڈاکٹر کی وجہ

سے میرے شوہر کو شفا ہوگئی، بس! اتنی بات تم اپنی زبان سے کہہ دینا، باقی مجھے کوئی فیس نہیں چاہیے، مجھے کوئی پیسے نہیں چاہیے۔ (قرطبی: ۱۵/ ۱۳۶)

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا بہت پریشان تھی، انھوں نے اپنے شوہر کی محبت میں فوراً اس کی بات قبول کرلی۔ پھر جب گھر آئی تو حضرت ایوب علیہ السلام کو بتلایا کہ آج ایک ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی، اور شرط والا پورا واقعہ سنایا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا کہ: کیا تم نے شرط منظور کرلی؟

بیوی نے کہا: ہاں! میں نے شرط منظور کرلی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی ایمانی غیرت اور قسم

جب یہ بات سنی تو حضرت ایوب علیہ السلام سخت بیماری کے باوجود جلال اور غصّے میں آگئے، اور انھوں نے قسم کھالی کہ: جب میں تندرست ہوجاؤں گا تو میں تجھے ۱۰۰/ کوڑے ماروں گا۔ (روح المعانی: ۱۲/ ۱۹۹)

حضرت ایوب علیہ السلام سمجھ گئے تھے کہ وہ شیطان تھا جو ڈاکٹر کی شکل میں آیا تھا، آپ کو غصہ اس بات پر آیا کہ تو نے شیطان کے سامنے کیسی بات کہہ دی، یہ تیری بات ظاہراً شرک ہے؛ اگرچہ حقیقت میں شرک نہ ہو؛ کیوں کہ شفا دینے والے تو اللہ ہیں، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یہ عقیدہ سکھلایا: ﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ﴾

ترجمہ: جب میں بیمار ہوتا ہوں تو میرے اللہ مجھے شفا دیتے ہیں۔

حقیقت میں شفا دینے والے اللہ ہیں، ڈاکٹر کی دوا تو ایک ذریعہ بنتی ہے؛ لیکن شیطان حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی سے ظاہر میں ایک شرک کی بات بلوانا چاہتا تھا۔

نبیوں کو شرک سے بے انتہا نفرت ہوتی ہے

میری دینی بہنو! جس بیوی نے ۱۸/ برس خدمت کی، جس بیوی نے محنت اور مزدوری کر کے روٹی کھلائی، سارے رشتے دار بھاگ گئے، اولاد مر گئی، صرف بیوی وفادار نکلی؛ لیکن جب بیوی کی زبان سے ظاہراً شرک جیسی بات نکلی تو اللہ کے نبی کو اللہ کے واسطے اتنا غصّہ آیا کہ اس وفادار بیوی کو ۱۰۰/ کوڑے مارنے کی قسم کھالی، اس سے اندازہ لگاؤ! کہ نبیوں کو اپنے گھر والوں کے ایمان کی کتنی بڑی فکر ہوتی ہے؟

نبی کی بیوی کیسی وفادار ہوتی ہے

بیوی بھی کیسی وفادار کہ ۱۸/ برس سے خدمت کر رہی ہے؛ لیکن سامنے ایک لفظ نہیں بولی کہ: میں آپ کی خدمت کرتی ہوں اور آپ مجھے مارنے کی قسم کھاتے ہو۔

بیوی جیسے پہلے خدمت کرتی تھی صبر کے ساتھ اسی طریقے سے برابر خدمت کرتی رہی، کیسی وفادار عورت ہوگی؟ کیسی جذبات کو قابو کرنے والی عورت ہوگی؟

جب بیوی ایسی خدمت گزار، صبر کرنے والی ہوتی ہے تب ہی تو اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو قرآن میں بیان فرماتے ہیں، اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ ان کو نمونہ بناتے ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا

جب ان حالات اور بیماری کو بہت سال ہوگئے تو ایک دن آپ کی بیوی نے پھر درخواست کی کہ: اے اللہ کے نبی! اب تو آپ دعا کرو کہ: اللہ تعالیٰ ہماری مصیبت کو

دور کردیوے، بہت تکلیف اٹھالی، کئی سال ہو گئے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے دیکھا کہ بہت سال گزر گئے، اور میری بیوی اتنی محنت ومزدوری کرتی ہے، اتنی خدمت کرتی ہے تو اب ان کے دل میں ارادہ ہوا کہ میں اپنے اللہ کے سامنے دعا کروں، اور دعا کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ شیطان ان کی بیوی کو ایسی بات بلوا رہا تھا جو ظاہر میں شرک تھی؛ گویا شیطان میری تکلیف کا غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے؛ اس لیے اب حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی نیت کر لی، آپ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ (قرطبی: ۱۵/۷/۱۳)

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قرآن میں نقل فرمایا:

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ (الانبیاء)

ترجمہ: اور ایوب (علیہ السلام کا واقعہ بھی تو سنو) جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ ”بے شک مجھ کو بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

اے میرے اللہ! اب تو آپ میری تکلیف کو دور فرما دیجیے۔

تکلیف دور کرنے کی دعا

میری دینی بہنو! اِس چھوٹی سی دعا کو یاد کر لو، بہت پیاری اور طاقتور دعا ہے، جب بھی کوئی تکلیف پہنچے، بیماری آوے، شوہر ناراض ہو جائے، اولاد نافرمان بن جاوے، کوئی بھی تکلیف آوے تو اِس دعا کو اپنی تکلیف کی نیت کر کے ہر نماز کے بعد سات مرتبہ، گیارہ مرتبہ، اکیس مرتبہ، اکتالیس مرتبہ جتنا ہو سکے اللہ تعالیٰ کے سامنے مانگو، اللہ

تعالیٰ بڑی سے بڑی تکلیف کو اپنے فضل وکرم سے دور فرمادیں گے۔

اس لیے کہ یہ وہ دعا ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام اوران کی بیوی کی تکلیف کو دور کیا ہے۔

آج بھی کوئی ایمان والا اخلاص کے ساتھ اِس دعا کو مانگے گا، اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو ان شاء اللہ! دور فرمادیں گے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا

چناں چہ دعا قبول ہوگئی اور عجیب طریقے سے اللہ نے دعا قبول فرمائی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل علیہ السلام آئے، اور فرمایا:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ (ص)

ترجمہ: تم اپنا پیر مارو، یہ ٹھنڈا پانی ہے جو نہانے اور پینے کے کام میں آئے گا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ: اے ایوب! اپنے پیر کو زمین پر مارو۔

حضرت ایوب علیہ السلام تو بہت زیادہ کمزور تھے؛ لیکن جب اللہ تعالیٰ کا حکم آیا تو انھوں نے بہت ہمت کر کے آہستہ آہستہ اپنے پیر کو زمین پر رگڑنا شروع کیا، جیسے ہی انھوں نے اپنے پیر کو زمین پر رگڑا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وہاں پر پانی کا ایک چشمہ جاری کردیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ: اٹھو! اور اس پانی سے غسل کرلو۔

حضرت ایوب علیہ السلام ہمت کر کے اٹھے اور اس پانی سے غسل کیا، جیسے ہی اس پانی سے غسل کیا پورے بدن میں سے پھوڑے پھنسیاں جو کچھ تھا سب کا سب ختم ہوگیا، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت! بدن پہلے سے بھی زیادہ تندرست اور اچھا ہوگیا، سبحان اللہ!

جو اللہ بیماری دیتے ہیں، وہ اللہ اپنے فضل وکرم سے شفا بھی عطا فرماتے ہیں، بڑی سے بڑی بیماری میں بھی انسان ہمت نہ ہارے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، اللہ تعالیٰ بڑے شفا دینے والے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ: دوسری مرتبہ اپنے پیر کو زمین پر مارو۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے دوسری جگہ پر اپنے پیر کو مارا، تو وہاں سے پانی کا ایک دوسرا چشمہ نکل آیا، اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ: اس پانی میں سے پینا شروع کرو، جب حضرت ایوب علیہ السلام نے اس دوسرے چشمے میں سے پانی پیا تو اس پانی پینے کی برکت سے بدن میں جتنی بھی تکلیف تھی، وہ تمام تکالیف دور ہوگئیں، اور اچانک جوان، تندرست، پوری طاقت والے ہوگئے اور پہلے سے بھی زیادہ بھلے چنگے ہوگئے۔

حضرت جبریل علیہ السلام واپس گئے اور جنت سے ایک لباس لائے، اور حضرت ایوب علیہ السلام کو پہنا دیا۔ (طبری:۹/۶۸)

سونے کی ٹڈیاں

اب رہا یہ سوال کہ کیا کھائیں گے، مال تو سب چلا گیا تھا، بخاری شریف کی حدیث میں عجیب مضمون آیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام غسل کرنے کے لیے بیٹھے، آپ کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں تھا، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جہاں آپ غسل کر رہے تھے وہاں سونے کی چھوٹی چھوٹی ٹڈیاں بھیجی، وہاں آکر وہ سونے کی چھوٹی چھوٹی ٹڈیاں گرنے لگیں، اللہ کی قدرت! اللہ کیسے غیب سے روزی عطا فرماتے ہیں!

حضرت ایوب علیہ السلام غسل پورا کر کے جلدی جلدی وہ سونے کی ٹڈیاں جمع کرنے اور اس کو اپنے پاس تھیلی میں بھرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی:

اے ایوب! کیا میں نے تم کو اس چیز سے بے نیاز نہیں کر رکھا؟

حضرت ایوب علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: اے اللہ! آپ کی بزرگی اور بڑائی کی قسم! لیکن آپ نے جو مجھے برکت دی ہے، اس برکت سے کون بے نیاز ہو سکتا ہے؟

اللہ کی برکت تو جو ملے وہ لے لینی چاہیے، اے اللہ! یہ سونے کی ٹڈیاں آپ میرے لیے بھیج رہے ہیں، میں اس کو جمع کر رہا ہوں، یہ آپ کی نعمت ہے، یہ تو مجھے ضرور چاہیے؛ چناں چہ انھوں نے ٹڈیوں کو جمع کرلیا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نوازش ہوئی:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ: بَيْنَمَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا، خَرَّ عَلَيْهِ رِجْلُ جَرَادٍ مِن ذَهَبٍ، فَجَعَلَ يَحْثِيْ فِي ثَوْبِهِ، فَنَادَاهُ رَبُّهُ: يَا أَيُّوبُ! أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرىٰ؟ قَالَ: بَلٰى يَارَبِّ! وَلَكِنْ لَاغِنَى لِيْ عَنْ بَرَكَتِكَ. (البخاری، کتاب الانبیاء، حدیث: ۳۳۹۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضرت ایوب علیہ السلام ایک مرتبہ غسل فرما رہے تھے، سو ان پر سونے کی ٹڈیوں کی بارش ہونے لگیں، وہ ان سونے کی ٹڈیوں کو جمع کرنے لگے، تو ان کے رب نے ان کو آواز دی: کیا میں نے تم کو اِس چیز سے بے نیاز نہیں کر رکھا ہے؟ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے رب! کیوں نہیں؟ لیکن آپ کی برکت سے کون بے نیاز ہو سکتا ہے؟

کھیتوں میں برکت

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے دو کھیت تھے، جب

تندرستی آئی تو اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے، ایک بادل ان کے کھیت پر پہنچا، جس میں پہلے گندم؛ یعنی گیہوں کی کھیتی ہوتی تھی اور اس نے سونے کی بارش برسائی، اور دوسرا کھیت جس میں جَو کی کھیتی ہوتی تھی اس پر دوسرا بادل آیا اور اس بادل نے بھی آ کر اس کھیت پر سونا برسایا، دونوں کھیت میں سونے کی بارش ہوئی، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے پھر سے حضرت ایوب علیہ السلام کو دولت اور مال داری سے مالا مال فرما دیا۔ (روح المعانی:۹/۷۷)

اولاد بھی واپس مل گئیں

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ اولاد عطا فرمائیں، پوتے عطا فرمائے۔ بعض روایتوں سے تو عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ جو بیٹے بیٹیوں کا انتقال ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ فرما دیا، اور بعض روایتوں میں ہے کہ تندرستی کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو دوسرے لڑکے لڑکیاں عطا فرمائے۔ پوتے، نواسے اتنے ہو گئے کہ پھر سے اللہ نے ان کے گھر کو آباد کر دیا۔ (طبری:۹/۶۹)

قسم کیسے پوری ہوئی؟

جب سب نعمتیں مل گئیں تو حضرت ایوب علیہ السلام کو بیوی کو سو کوڑے مارنے والی اپنی قسم یاد آئی، میری بیوی نے اتنی خدمت کی ہے کہ اس کو مارنے کی ہمت نہیں ہوتی؛ لیکن قسم کو پورا کرنا بھی ضروری ہے، یہاں بھی اللہ کی مدد آئی اور اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ. (ص)

ترجمہ: اور (اے ایوب!) تم تنکوں کا ایک مٹھا اپنے ہاتھ میں لے لو، سو اس سے (اپنی بیوی کو) مار دو اور (اپنی) قسم کو مت توڑو۔

اللہ تعالیٰ نے کتنی اچھی بات قرآن میں ارشاد فرمائی: اے ایوب! قسم بھی پوری کرو، قسم بھی نہ ٹوٹے اور تمھاری بیوی کو کوئی زیادہ تکلیف بھی نہ ہو؛ اس لیے ایک جھاڑو لے لو، اس کے پتلے پتلے سو تنکے ہاتھ میں پکڑو، اور اس کو اپنی بیوی کے بدن پر ایک مرتبہ ماردو، تو اس سے تمھاری قسم اللہ کے یہاں پوری ہوجائے گی۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے سو تنکے لیے اور اللہ کے نام پر اپنی قسم کو پورا کرنے کے واسطے ایک مرتبہ اس سے اپنی بیوی کو ماردیا، جس سے بیوی کو تکلیف بھی نہیں پہنچی اور جو اللہ کے نام سے آپ نے قسم کھائی تھی وہ بھی پوری ہوگئی۔ (روح المعانی: ۱۲/ ۲۰۰)

عورت میں کیسی صفات ہونی چاہییے؟

میری دینی بہنو! حضرت لیا رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ پورا واقعہ میں نے آپ کو اس نیت سے سنایا کہ ایک عورت کی زندگی میں کیسی صفات ہونی چاہیے کہ اپنے شوہر پر حالات آجاویں، شوہر کو دکھ اور پریشانی آجاوے، گھر میں کچھ الجھن آجاوے، تو بیوی ایسی ہو کہ وہ دوسروں کو کہتی نہ پھرے، لوگوں کے سامنے اپنے گھر کے دکھڑے نہ سناوے، اپنے ماں باپ کو بھی جاکر شکایتیں نہ کرے؛ بلکہ اپنے شوہر کی وفادار بن کر رہے، بیماری اور دکھ کے دنوں میں بھی اپنے شوہر کی خدمت کرے، جو عورت ایسی صفات والی ہوگی، اللہ تعالیٰ ان صفات کی برکت سے اس عورت کو بھی نوازیں گے، اور اس کے پورے خاندان اور گھرانے کو بھی ان شاء اللہ! نوازیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہماری تمام دینی بہنوں کو ایسی توفیق اور سعادت عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا عجیب واقعہ

مختصر تعارف

نام: مؤرخین نے ان کا نام ''الیشاع بنتِ عمران'' ذکر کیا ہے۔

اشیاع بنتِ فاقوذ بن قبیل بھی نسب بتلایا جاتا ہے۔

ابنِ جریر کی ایک روایت کے مطابق ان کا نام ''اشیع'' تھا۔

وطن: فلسطینِ قدس میں رہا کرتی تھیں۔

ایک نیک صالح باپ کی نیک صالح بیٹی تھیں۔

پھر ایک نیک صالح مرد کی بیوی اور ایک نیک صالح بیٹے کی ماں بننے کی سعادت ملی۔

آپ حضرت یحیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ (روح المعانی:۱۲۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خالہ تھیں۔

یا ان کی والدہ سیدہ مریم کی خالہ تھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۚ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ (الأنبياء)

ترجمہ: اور زکریا (علیہ السلام کی بات تو دیکھو!) جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا: اے میرے رب! آپ مجھ کو اکیلا مت چھوڑیئے، اور آپ تو سب سے اچھے وارث ہیں (حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا یہ تھی کہ ایک بیٹا مل جائے جو وارث بنے؛ لیکن بیٹا ملے کہ نہ ملے، بیٹا بھی فنا ہونے والی چیز ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ بہتر وارث ہیں، ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف ایسا دھیان یہ نبوی ادب ہے) سو ہم نے ان (زکریا علیہ السلام) کی دعا قبول کرلی اور ہم نے ان (زکریا علیہ السلام) کو یحییٰ (جیسا بیٹا) دیا اور ہم نے ان (زکریا علیہ السلام) کی خاطر ان کی بیوی کو اچھا (یعنی بچہ دے سکے ویسا) کردیا، یقیناً وہ (سب نبی) بھلے کاموں کے کرنے میں تیزی دکھاتے تھے اور ہم کو شوق

اور ڈر سے پکارتے تھے اور وہ ہمارے آگے عاجزی کرنے والے تھے۔

اللہ تعالیٰ دوسری ایک جگہ فرماتے ہیں:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ
سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ
بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٣٩﴾

ترجمہ: اس موقع پر (اسی جگہ) حضرت زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی (زکریا علیہ السلام نے دعا میں) عرض کیا: اے میرے رب! آپ مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرمایئے، یقینی بات ہے کہ آپ دعا کو بہت سننے ہیں ﴿۳۸﴾ سو (اس دعا کی قبولیت کا پتا اس طرح چلا کہ ایک دن) زکریا (علیہ السلام) کو جب کہ وہ عبادت کی جگہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، فرشتوں نے آواز دے کر کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی (پیدائش کی) خوش خبری دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کو سچا بتاویں گے اور وہ (دینی) سردار ہوں گے اور خود کو نفسانی خواہشات سے پورے طور پر روکنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے (اور) نیک لوگوں میں (ان کا) شمار ہوگا۔

قرآن میں حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا قصہ

قرآن میں اللہ کی نیک بندیوں کے جو واقعات ہیں ان میں حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا قصہ بھی ہے، آج کی اِس مجلس میں اس قصے کو بیان کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے لیے، میرے لیے اور پورے عالم کے لیے خیر کا ذریعہ بنائے۔

اللہ تعالیٰ جو ارادہ بھی فرماتے ہیں وہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کو بڑی

عمر میں اولاد دینے کا ارادہ کریں تو اللہ تعالیٰ کا وہ ارادہ بھی پورا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بڑھاپے میں بھی اولاد دے سکتے ہیں

حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر بڑی ہو چکی تھی، ان کی بیوی کی عمر بھی بڑی ہو چکی تھی، پھر بھی جب اللہ تعالیٰ کا ان کو اولاد دینے کا ارادہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹا عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہ ہو کر رہتا ہے

یہ قصہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ پر یقین سکھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتے ہیں وہ ارادہ پورا ہوتا ہے، اولاد دینے کے لیے جوانی کی عمر کوئی ضروری نہیں ہے، اللہ تعالیٰ بڑھاپے کی عمر میں بھی اولاد کی دولت سے مالا مال کر سکتے ہیں۔

دعا: اللہ تعالیٰ کی رحمت کو بندوں کی طرف کھینچتی ہے

دوسری بات: دعا ایک ایسی طاقت ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو بندوں کی طرف کھینچنے والی ہے، دعا کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہوتی ہے؛ اس لیے دینی بہنو! ہمیشہ دعائیں مانگنے کی عادت ڈالو۔

حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کی بیوی کے اوصاف

حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا نام ''ایشاع'' ہے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میاں بیوی کے لیے قرآن میں ایک لفظ استعمال فرمایا:

﴿وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ﴾

وَاَصْلَحْنَالَهٗ زَوْجَهٗ کا ایک مطلب

اِس کا ایک مطلب یہ ہے کہ ''ہم نے حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کو اچھے اخلاق والی بنایا تھا'' ظاہر ہے کہ ایک نبی کے گھر میں رہے اور نبی پر ایمان لاوے اور اطاعت کرے تو اللہ تعالیٰ نبی کے اخلاق نبی کی بیوی کو بھی عطا فرماتے ہیں۔ (طبری:۹/۷۹)

دنیا کی سب سے بڑی دولت

میری دینی بہنو! یاد رکھنا! عورت ذات میں اچھے اخلاق کا ہونا یہ اس کی زندگی کی بہت بڑی خوبی ہے، آپ نے حدیث شریف میں سنا ہوگا، مشکوۃ شریف میں یہ حدیث ہے، حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اَلدُّنْیَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ. (کتاب النکاح، مشکوۃ:۲۶۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا پوری کی پوری فائدہ اٹھانے کی چیز ہے، اور دنیا کی بہترین فائدہ اٹھانے کی چیز نیک عورت ہے۔

یعنی نیک، اچھے اخلاق والی، دین دار بیوی اِس دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے؛ اس لیے ہماری دینی بہنوں کو اپنے اخلاق اچھے بنانے چاہیے، اپنے آپ کو دین دار بنانا چاہیے، حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زبان سے کیسی خوش خبری دی کہ جو عورت نیک ہوگی وہ اِس دنیا کی بہت بڑی نعمت ہے، بہت بڑی فائدے کی چیز ہے۔

ایک اور حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میں آپ کو سناؤں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دنیا کی محبت سے

پاک تھا، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دل میں دنیا کی گندی محبت نہیں رکھی تھی، پھر بھی حضور ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا أَکْبَرَ ھَمِّنَا. (ترمذي، ابواب الدعوات، حديث : ۳۵۰۲)

اے اللہ! دنیا کو ہماری سب سے بڑی فکر کی چیز نہ بنائیے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دل مبارک کو دنیا کی ناپاک گندی محبت سے پاک رکھا تھا؛ لیکن خود حضرت نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمُ الطِّيْبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوۃ. (بيهقى: ۷۸/۷ عن انس بن مالك)

یعنی اِس دنیا کی چیزوں میں سے مجھے ایک تو خوشبو سے محبت ہے، اور دوسری چیز عورتوں؛ یعنی اپنی بیویوں سے محبت رکھتے تھے اور آگے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بنائی ہے۔

وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ کا دوسرا مطلب

بعض مفسرین نے ''وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی کو خوب صورت بنایا تھا۔

خوب صورتی یہ بھی اللہ کی طرف سے ملنے والی ایک نعمت ہے، اس پر کبھی اِترانا نہیں چاہیے اور جن کے پاس خوب صورتی نہ ہو ان کو کبھی حقیر اور نیچا نہیں سمجھنا چاہیے۔

وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ کا تیسرا مطلب

بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ان کی بیوی بانجھ تھی؛ یعنی

اس میں بچہ جننے کی طاقت نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے دعا کی برکت سے ان کی بیوی میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا کردی۔ (طبری: ۹/۷۹، قرطبی: ۱۱/ ۲۲۲)

نیک کام میں جلدی کرنے والے

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ﴾

یعنی وہ لوگ نیک کام میں بہت جلدی کرنے والے تھے۔

دینی بہنو! نیک اعمال جلدی جلدی کیا کرو، وقت نکلتا جاتا ہے، دیکھو! اب رمضان ختم ہونے کے قریب ہے، کتنا جلدی جلدی وقت (time) نکلتا ہے، نیک کام کرنے میں جلدی کرو اور نیک کام پابندی کے ساتھ کیا کرو، یہ نہیں کہ ابھی نیک کام کیا، پھر چھوڑ دیا، رمضان میں بھی کرو، رمضان کے بعد بھی کرو۔

اللہ تعالیٰ کو شوق اور ڈر کے ساتھ پکارنے والے

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا﴾

ترجمہ: اور ہم کو شوق اور ڈر سے پکارتے تھے۔

یعنی دونوں میاں بیوی مل کر اللہ کی بارگاہ میں دعا مانگنے والے تھے اور اللہ کی عبادت کرنے والے تھے، "یدعوننا" میں دعا بھی ہے اور عبادت بھی ہے۔

کیسے عبادت کرتے تھے؟ قرآن میں ہے "رغبا ورھبا" اللہ تعالیٰ سے ڈرتے بھی تھے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید بھی رکھتے تھے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے جب ہم دعا کریں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں تو اللہ تعالیٰ سے ہم جنت کی امید بھی رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے بھی رہیں،

ایمان اسی کا نام ہے، اللہ تعالیٰ سے جنت، مغفرت اور رحمت کی امید رکھیں اور ساتھ میں ڈرتے بھی رہیں کہ کہیں اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہوجائیں۔

خشوع کرنے والے

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾
یعنی وہ دونوں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے، خشوع کرنے والے تھے۔

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، دل میں اللہ تعالیٰ کا خشوع ہونا یہ بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ نعمت عطا فرماوے۔

کامیاب مؤمنین

چناں چہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس خشوع کی وجہ سے ایمان والوں کی تعریف کی، اور ایک جگہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کامیاب ہونے والے مؤمنین کا تذکرہ کیا تو ان کی نشانی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ (المؤمنون)

ترجمہ: پکی بات ہے کہ (وہ) ایمان والے فلاح پا گئے، جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

خشوع کا مطلب

یہ خشوع تکبر کے مقابلے میں آتا ہے، جس انسان کے دل میں تکبر نہیں ہوگا اس کے دل میں اللہ تعالیٰ خشوع پیدا فرماتے ہیں اور جب دل میں خشوع ہوتا ہے تو اللہ کی طرف سے دل میں اطمینان ہوتا ہے، نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوں تو دھیان اللہ کی

طرف، عبادت کریں تو دھیان اللہ کی طرف، ذکر کریں تو دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف اور نماز میں ہمارا بدن بھی پورا پورا سکون کے ساتھ رہے؛ یعنی ظاہری اعضا میں بھی سکون ہو، بے کار حرکت نہ ہو، دل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کا خیال نہ آوے، نظر نیچے، آنکھ کے کنارے سے دائیں بائیں نہ دیکھے، بدن کے کسی حصے سے نہ کھیلے، نظر بھی نیچی ہو، آواز بھی مناسب پست ہو، اسے خشوع وخضوع کہتے ہیں۔

بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود حضرت زکریا علیہ السلام کا صبر

دینی بہنو! حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایسے نیک بندے تھے کہ بیوی بانجھ ہے، دل میں آرزو ہے کہ بچہ ملے؛ لیکن اس کے باوجود بھی انھوں نے پورے صبر کے ساتھ زندگی گزاری، کبھی اپنی بیوی کے ساتھ اولاد کے واسطے جھگڑا نہیں کیا۔

دوسری سب سے بڑی بات یہ کہ انھوں نے لوگوں سے جا کر کہا نہیں کہ: میری بیوی بانجھ ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی دعا سن لی اور اپنے فضل وکرم سے ان کو اولاد عطا فرمائی۔

بہرحال! دونوں میاں بیوی میں یہ سب خوبیاں تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا، اللہ تعالیٰ یہ تمام خوبیاں تمام مسلمان جوڑوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

دعا کی برکت سے نیک بیٹا

تیسری بات: حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ آگے آرہا ہے کہ ان کے کمرے میں جو بغیر موسم کے پھل فروٹ ہوتے تھے، اس کو دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے ان کے گھر میں ایک نیک بیٹا عطا فرمایا۔

بے موسم پھل

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ آگے آرہا ہے کہ ان کے کمرے میں بغیر موسم کے پھل فروٹ ہوتے تھے، حضرت زکریا علیہ السلام کو کہیں جانا ہوتا تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے حجرے پر تالا لگا کر جاتے اور پھر آکر دروازہ کھولتے تو ان کے پاس عجیب عجیب قسم کے پھل ہوتے اور پھل بھی الگ الگ موسم کے۔

اس لیے کہ پھل کا تعلق موسم سے ہوتا ہے، گرمی کا موسم ہوتا ہے تو گرمی کے موسم کے فروٹ ملتے ہیں اور سردی کا موسم ہوتا ہے تو ٹھنڈی کے فروٹ ملتے ہیں؛ لیکن اللہ کی عجیب قدرت یہ تھی کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم پھل ہوتے تھے، گرمی کے موسم میں ٹھنڈی کے پھل ہوتے تھے اور ٹھنڈی کے موسم میں گرمی کے پھل ہوتے تھے، بے موسم انگور ہوتے تھے، یہ عجیب اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی۔ (طبری: ۳/ ۲۴۷)

حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے امید کی نئی کرن

حضرت زکریا علیہ السلام بوڑھے ہو چکے تھے، ان کی بیوی بانجھ تھی؛ یعنی بیوی کو اولاد نہیں ہوتی تھی، اور وہ بھی بوڑھی ہوگئی تھی۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ سردی کے موسم میں گرمی والے پھل ہیں اور گرمی کے موسم میں سردی والے تو ان کے دل میں امید کی ایک نئی کِرن پیدا ہوگئی اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی۔

کیا دعا مانگی؟

عجیب دعا مانگتے ہیں: اے اللہ! میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میری بیوی بھی بوڑھی

ہو چکی ہے، میرے بال سفید ہو چکے ہیں، میرے بدن کی ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے، (اور عام طور پر اس دنیا میں مشاہدہ یہ کہ جب مرد اور عورت بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ان کو اولاد نہیں ہوتی ہے) اے اللہ! میں آپ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ جس طرح آپ مریم کو بے موسم پھل دے سکتے ہیں تو ہمارے گھر میں بے وقت اولاد عطا فرمائیے؛ اگر چہ ابھی عمر اولاد کی نہیں ہے۔ (طبری: ۳/۲۴۷)

عورت کی ایک خدا داد شرافت

میری دینی بہنو! ویسے تو تمام پیغمبر سوائے حضرت آدم علیہ السلام کے کسی نہ کسی عورت کے بیٹے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمھاری گود کو یہ مقام بخشا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سوائے جتنے بھی پیغمبر دنیا میں آئے وہ سب کے سب کسی عورت کی اولاد تھے؛ لیکن آج دیکھیے عجیب بات ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عبادت کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایک نبی کو اولاد کی دولت سے نواز رہے ہیں۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے تمھاری عبادت، تقویٰ، عفت و پاک دامنی میں کیسی تاثیر رکھی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جیسے پیغمبر کو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عبادت کی برکت سے دعا کی توفیق ہوئی اور اس دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد عطا فرمائی۔

دعا کا ایک ادب

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے بڑی پیاری دعا مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی پوری دعا قرآن میں نقل فرمائی ہے، سورۂ مریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿٣﴾

ترجمہ: کٓھٰیٰعٓصٓ، یہ تذکرہ ہے اس رحمت کا جو تمھارے پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی، یہ اس وقت کی بات ہے جب انھوں نے اپنے پروردگار کو آہستہ آہستہ آواز سے پکارا تھا۔

دعا آہستہ آہستہ مانگنی چاہیے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم نے ہمارے بندے زکریا پر جو مہربانی کی تھی، وہ ذرا دھیان سے سنو: ﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا﴾

اللہ اکبر! حضرت زکریا علیہ السلام نے چپکے چپکے، آہستہ آہستہ، دھیمی دھیمی آواز سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا مانگی۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سامنے دعا آہستہ آہستہ، چپکے چپکے، دھیمی دھیمی آواز سے کرنی چاہیے، دعا میں بہت شور نہیں مچانا چاہیے؛ اگرچہ آواز سے بھی دعا کر سکتے ہیں، خاص کر اجتماعی دعا کے موقع پر؛ مگر انفرادی موقع سے آہستہ آواز میں دعا کرنی چاہیے۔

وہ دعا کیا تھی؟ فرمایا:

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾

ترجمہ: زکریا (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب! میری ہڈی تو (بڑھاپے کی وجہ سے) کمزور ہوگئی اور سر بڑھاپے کی سفیدی سے چمک اٹھا اور میرے رب! میں آپ سے مانگ کر کبھی بھی محروم نہ رہا۔

پہلے اپنی عاجزی ظاہر کرتے ہیں: اے اللہ! میں آپ کا عاجز، کمزور اور محتاج بندہ ہوں، میرے بدن کی ہڈیاں کمزور پڑ گئیں، میرے بال سفید ہو گئے۔

دعا کا دوسرا ایک ادب

میری دینی بہنو! جو بندہ یا بندی دعا سے پہلے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز، کمزور اور محتاج بتلائے اللہ تعالیٰ کو ایسی دعا بہت پسند ہے؛ اسی لیے جب اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاؤ تو دل اور زبان میں یہ ہو:

اے اللہ میں بے سہارا ہوں، مجھ میں کچھ طاقت نہیں ہے۔

اپنے آپ کو محتاج ظاہر کرو، اور حقیقت میں بھی ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا: ﴿يَآيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ﴾ (فاطر:۱۵)

ترجمہ: اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو۔

محتاج بن کر اللہ تعالیٰ سے مانگو گے تو اللہ تعالیٰ کو بڑا پیار آئے گا۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں ٹوٹے دل کی قدر

حدیثِ قدسی میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: جہاں دل ٹوٹا ہوا ہوتا ہے، میں وہاں ہوتا ہوں۔ (حلیۃ الاولیا: ۲/ ۳۶۴)

اگر ہمارا دل ٹوٹ جائے، شوہر ناراض ہوجائے، باپ کی طرف سے ہم ناامید ہوجائیں، اولاد نعوذ باللہ! نافرمان ہوں، ہر طرف سے ہم ٹوٹ جائیں، ایسے ٹوٹے ہوئے دلوں میں اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں؛ اس لیے مایوسی اور ٹوٹے دل کی حالت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی سے عرض کرو، اللہ تعالیٰ ہماری دعا کو قبول فرمالیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے ناامید نہیں ہونا چاہیے

پھر حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کیا:

﴿وَلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾

اے اللہ آج تک میں آپ سے دعا مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا ہوں۔

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھو، ہم کبھی یہ نہ سوچیں کہ ہم دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے، یقین یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سے جب بھی ہم نے مانگا ہے، اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور ان شاء اللہ! دیں گے؛ کبھی بھی نا امید نہیں ہونا چاہیے۔

اس کے بعد حضرت زکریا علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ: اللہ! مجھے اولاد چاہیے؛ لیکن اولاد کیوں چاہیے؟

اولاد کی چاہت دین کی اشاعت کے لیے

پیغمبر کی دعا کے مبارک الفاظ سے ہم بھی مانگنا سیکھیں:

وَاِنِّىْ خِفْتُ الْمَوَالِىَ مِنْ وَّرَآءِىْ وَكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا فَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ﴿۵﴾

ترجمہ: اور مجھے اپنے (مرنے) کے بعد رشتے داروں سے ڈر لگا ہوا ہے اور میری بیوی تو بانجھ ہے، سو آپ خاص مجھے اپنے پاس سے (ظاہری اسباب نہ ہونے کے باوجود) وارث (یعنی بیٹا) عطا کیجیے۔

اولاد اس لیے مانگی کہ اللہ تعالیٰ میں تو بوڑھا ہو گیا، پتا نہیں کب موت آجائے اور میں مر کر دنیا سے چلا جاؤں، میرے بعد یہ دین کا کام کون کرے گا؟

اس لیے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نبی ہیں اور نبی کی ذمے داری دین کی دعوت کی ہوتی ہے؛ لہذا اس نیت سے اولاد مانگی کہ وہ دنیا میں آکر دین کا کام کرے۔

اس لیے آپ بھی جب اللہ تعالیٰ سے اولاد مانگو، اس نیت سے مانگو کہ: اے اللہ! مجھے اولاد دیجیے؛ تاکہ میری اولاد دنیا میں آکر دین کا کام کریں۔

ایک دوسرے موقع پر دعا کے الفاظ اس طرح ہیں:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾

اے میرے رب! آپ مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرمایئے، یقینی بات ہے کہ آپ دعا کو بہت سنتے ہیں۔

آگے عرض کرتے ہیں:

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۶﴾

ترجمہ: اے اللہ! جو میرا (بھی نبوت والے کاموں میں) وارث بنے اور یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان کا (علم اور دعوت کے کام میں) وارث بنے، اور میرے رب آپ اس کو اپنا پسندیدہ بنا دیجیے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لیے عجیب دعا مانگی، اس میں حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کے متعلق تین چیزیں مانگیں:

① وہ دین کا کام کرنے والا بنے، خاندان میں جو نبوت کی میراث چلی آرہی ہے، وہ امانتِ نبوت دنیا میں پہنچانے والا بنے۔

② میرا بیٹا ایسا ہو جو آپ کی مرضی پر چلنے والا ہو، آپ اس سے راضی ہوں۔

③ وہ عالم باعمل بنے، خاندان میں علومِ نبوت کا جو سلسلہ چلا آرہا ہے، وہ اس کا صحیح اور کامل وارث بنے۔

اولاد کے لیے دین داری مانگو

اس لیے میری دینی بہنو! دنیا کی ضروریات تو اللہ تعالیٰ پوری کر ہی دیں گے، اللہ کا وعدہ ہے، کسی کو اللہ تعالیٰ بھوکا نہیں رکھیں گے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔

ترجمہ: اور زمین پر چلنے والا کوئی جانور ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے نہ لے رکھا ہو۔ (سورۂ ہود:٦)

روزی کی ذمے داری تو اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے، اپنی اولاد کے لیے دین داری مانگو، اولاد دین دار ہو جائے، اولاد نیک بن جائے، اللہ تعالیٰ اولاد سے دین کا کام لے، اللہ تعالیٰ سے ایسی دعائیں برابر مانگتی رہا کرو۔

ایک واقعہ

ایک واقعہ یاد آگیا، واقعہ بھی ہے، لطیفہ بھی ہے، عبرت کی اور نصیحت کی بات بھی ہے: ایک عالمِ دین، اللہ والے ایک جگہ پر رہتے ہیں تو ان عالم دین کو لوگ ملنے آتے ہیں، گاڑیاں لے کر لینے آتے ہیں، دعا کے لیے لے جاتے ہیں، وعظ و نصیحت کے لیے جاتے ہیں، لوگ ان کی خدمت میں ہدیے لاتے ہیں۔

علما وصلحا سے تعلق کا فائدہ

یہ ہمارے لوگوں میں ایک بہت مناسب اور نہایت اہم اور ضروری جذبہ ہے کہ وہ علما اور نیک لوگوں سے مربوط و متعلّق رہتے ہیں، علما اور صالحین سے مشورہ کر کے،

رہبری حاصل کر کے کام کرتے ہیں، ان سے استفادہ کرتے ہیں اور ان کی صحبت میں رہتے ہیں، ان کے پاس آتے جاتے ہیں۔

آج دنیا کے بہت سے علاقوں میں ہمارے مسلمان بھائی اہلِ علم اور اہلِ صلاح سے دور ہو گئے ہیں، جس کی وجہ سے ان میں دینی لحاظ سے بڑی کمزوری ہے، جہالت اور غلط عقائد و اعمال زندگیوں میں آجاتے ہیں؛ اس لیے علما و صلحا سے تعلق ضرور ہونا چاہیے، اس کی برکت سے صحیح علم اور صحیح عمل بھی زندگی میں آئے گا اور ان شاء اللہ! دنیا اور آخرت میں رضائے الٰہی اور خیر و برکت کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

اللہ کے نیک بندوں کا ارشاد ہے: علما کی خدمت کبھی ضائع اور بے کار نہیں جاتی، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ خاندان میں علما اور حفاظ پیدا فرمائیں گے۔

اللہ کے ایک ولی کا ملفوظ ہے کہ: اللہ والوں سے تعلق کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ! ایمان پر موت عطا فرمائیں گے۔

علم حاصل کرنے میں والدین کی غلط نیت

میں ایک اللہ والے (عالمِ دین) کی بات عرض کر رہا تھا، اس اللہ والے کے سگے بھائی ان کے پڑوس میں رہتے ہیں، اس سگے بھائی کی بیوی ایک دن اپنے بچے کو کہنے لگی: تو کیا یہ سب دنیا کے دھندے اور کاروبار کرتا ہے، جا! مدرسے میں داخل ہو جا، مولوی بن جا، عالم بن جا، لوگ تجھے بھی اس طرح ہدیے دینے آئیں گے، تجھے بھی لوگ گاڑیاں لے لے کر لینے کے لیے آئیں گے۔

مجھے اس واقعے کا پتا چلا تو میں نے کہا: اے اللہ! آج ہماری نیتیں اتنی خراب ہو

گئیں کہ ہم اولاد کو نعوذ باللہ! دنیا کمانے کے واسطے عالم بناویں۔

اولاد کو دین کا علم اس لیے سکھانا ہے؛ تاکہ اللہ راضی ہو جائے، جنّت مل جائے اور ہمارے لیے آخرت میں نجات کا ذریعہ بن جائے۔

دعا کی قبولیت اور اولاد کی خوش خبری

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، ابھی تو حضرت زکریا علیہ السلام عبادت کی جگہ سے باہر بھی نہیں نکلے تھے کہ اللہ کے فرشتے نے آکر خوش خبری سنائی:

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۣ اسْمُهٗ يَحْيٰى.

اے زکریا! ہم تمھیں ایک ایسے لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔

ولادت کے سلسلے کو رُکوانا انبیا علیہم السلام کی متفقہ سنت کے خلاف

میری دینی بہنو! اس جگہ رک کر دین کی ایک اہم بات میں آپ سب کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، بلا وجہ اس کو رکوانے کی کوشش کرنا یہ تمام انبیا علیہم السلام کی مبارک اور متفقہ سنّت کے خلاف ہے۔

حدیث میں میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ، فَإِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (مشکوۃ، الفصل الثانی، کتاب النکاح: ۲/۲۶۸)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَإِنِّيْ أُبَاهِيْ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (ابن حبان: ۱۹۸)

ترجمہ: تم بہت زیادہ محبّت کرنے والی اور زیادہ بچّے جننے والی عورت سے شادی کرو؛ اس لیے کہ کل قیامت کے دن میں اپنی امّت کے زیادہ ہونے پر فخر کروں گا۔

حضور ﷺ نے ترغیب دی، ایسی عورت سے شادی کرو جو بہت محبت کرنے والی ہو، جو بیوی اپنے شوہر سے بہت محبت کرے، وہ بیوی اللہ کے رسول ﷺ کی نظر میں اچھی عورت ہے اور دوسری بات فرمائی: جو بہت زیادہ بچے دینے والی ہو۔

اس کا اندازہ لڑکی کی ماں، نانی، وغیرہ کے احوال سے ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے آگے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن تمام پیغمبروں کے سامنے فخر کروں گا: کہ میری امت کتنی بڑی ہے!

لہذا اولاد کے مبارک سلسلے کو آپریشن کے ذریعے سے یا کسی اور تدبیر کے ذریعے روکنے کی کوشش کرنا، غلط کام ہے۔

ہاں! اگر بیماری وغیرہ کا عذر ہو تو پہلے کسی ماہر عالمِ دین، مفتی صاحب سے مسئلہ معلوم کریں پھر آگے بڑھیں۔

یحییٰ نام

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اشارہ مل گیا کہ لڑکا پیدا ہوگا اور اس کا نام یحییٰ رکھنا، اللہ تعالیٰ نے نام بھی بتلادیا اور ساتھ میں یوں فرمایا: یہ یحییٰ نام ایسا اچھا نام ہے کہ آج تک دنیا میں کسی نے نہیں رکھا، سب سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا نام اللہ کے حکم سے یحییٰ رکھا۔ یحییٰ کا معنی ہوتا ہے وہ زندہ رہے گا؛ یعنی ایمان کے ساتھ اس کی زندگی رہے گی۔

دو مبارک نام ''احمد'' اور ''محمد''

دینی بہنو! ایک بات آپ کو بتلادوں، جیسے حضرت زکریا علیہ السلام کے یہاں لڑکا ہوا

تو سب سے پہلے اس کا نام یحییٰ رکھا گیا، اس سے پہلے کسی کا نام یحییٰ نہیں تھا، قربان جاؤں میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر کہ ''محمد'' اور ''احمد'' نام اتنے مبارک نام تھے کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کے یہ نام نہیں رکھے گئے، یہ مبارک نام محمد اور احمد ہمارے حضور ﷺ سے ہی دنیا میں مشہور ہوئے؛ گویا اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ کے واسطے یہ نام محفوظ رکھا تھا؛ اس لیے اپنی اولاد کے یہ مبارک نام رکھو، ان شاء اللہ! حضور ﷺ کے ساتھ نام کے اعتبار سے مناسبت بھی حاصل ہوگی اور اس کے اچھے اثرات مرتّب ہوں گے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی ایک درخواست: اللہ تعالیٰ سے علم وفہم کا سوال نبیوں کی سنت

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ سے عرض کرنے لگے:

رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾

اے میرے رب! مجھ کو کس طرح لڑکا ہوگا؟ حالاں کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں ایسے بڑھاپے پر پہنچ گیا ہوں کہ میرا بدن تو سوکھ گیا ہے۔

یعنی میں آپ کی قدرت پر ایمان رکھتا ہوں؛ لیکن مجھے یہ سمجھنا ہے کہ یہ اولاد کیسے ہوگی؟

کیا میں اور میری بیوی دوبارہ جوان ہو جائیں گے؟

یا یہ بڑھاپے والی کیفیت باقی رہے گی؟

اللہ تعالیٰ کے یہاں سے جواب ملا:

﴿قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ﴾

کہا: ہاں! ایسا ہی ہوگا، تمھارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ تو میرے لیے معمولی بات ہے۔ یعنی تم اور تمھاری بیوی بوڑھے ہی رہو گے اور ہم اپنی قدرت سے بڑھاپے میں تم کو اولاد عطا فرمائیں گے۔

آگے فرمایا:

﴿وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا﴾

یعنی اس سے پہلے میں نے تم کو پیدا کیا تھا جب کہ تم کچھ بھی نہیں تھے؛ لہٰذا آج بڑھاپے میں اولاد دینا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے بچّہ پیدا ہونے کی کیفیت کی سمجھ باری تعالیٰ سے طلب کی، اللہ کے کامل بندے علم اور سمجھ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتے ہیں۔

علامت بھی، عبادت بھی

حضرت زکریا علیہ السلام نے مزید ایک درخواست کی کہ: میرے یہاں لڑکا کب پیدا ہوگا؟ ذرا وقت بتلا دیجیے۔

اللہ تعالیٰ نے عجیب وقت بتلایا، وقت کے لیے جو نشانی بتلائی وہ ''نشانی'' بھی ہے، ساتھ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ہے؛ گویا ایک ساتھ تین اچھی چیزیں جمع ہو رہی ہیں:

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝۱۰

حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا: میرے پروردگار! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دیجیے، فرمایا: تمھاری نشانی یہ ہے کہ تم صحت مند ہونے کے باوجود تین رات تک لوگوں سے بات نہیں کرسکو گے۔

یعنی جس دن تمھاری بیوی کو بچہ ہونے والا ہوگا تو ایسا ہوگا کہ تین دن اور تین رات تمھاری زبان بند ہوجائے گی، کوئی بیماری نہیں ہوگی، تمھاری زبان سے دنیا کی کوئی بات نہیں نکل سکے گی، بس! تم صرف اللہ کا ذکر کرسکو گے، تسبیح پڑھ سکو گے۔

نعمت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو

بالآخر جب وہ وقت آیا تو کیا ہوا؟ سنو! قرآنِ پاک کہتا ہے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۱۱﴾

ترجمہ: پھر زکریا (علیہ السلام اپنی) عبادت کی جگہ سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور ان (قوم کے لوگوں) کو اشارے سے سمجھایا کہ (روزانہ کے معمول کے مطابق) صبح وشام تسبیح (یعنی عبادت) کیا کرو۔

حضرت زکریا علیہ السلام امام تھے؛ اس لیے اپنے کمرے سے نکل کر عوام سے کہہ دیا: کہ تم ذکر کرتے رہو، اور تسبیح پڑھتے رہو، ابھی تین دن تک میں تمھارے ساتھ بات نہیں کرسکوں گا۔

وہ مقررہ وقت آ گیا، تین دن ایسے گذرے کہ حضرت زکریا علیہ السلام رات دن اللہ کا ذکر کر رہے ہیں، اللہ کا شکر کر رہے ہیں، کسی کے ساتھ دنیا کی بات نہیں کر رہے ہیں، تب اللہ تعالیٰ نے ان کے گھر میں بیٹا عطا فرمایا۔

میری دینی بہنو! ہمیں سیکھنے کو ملا کہ اللہ تعالیٰ جب اولاد دے یا کوئی اور نعمت دے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

عمر میں حضرت یحییٰ علیہ السلام بڑے، مرتبے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام پہلے پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد میں پیدا ہوئے، اس کے بعد ان شاء اللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا قصہ آرہا ہے، حضرت یحییٰ علیہ السلام عمر میں بڑے تھے، حضرت عیسی علیہ السلام عمر میں چھوٹے تھے؛ لیکن درجے کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام سے بڑے تھے اور دونوں کو حدیث شریف میں خالہ زاد بھائی کہا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ اور یحیٰ علیہما السلام کو خالہ زاد بھائی کہنے کی توجیہ

بنی اسرائیل خاندان میں ''فاقوذا'' نام کے ایک بڑے آدمی تھے، ان کی ایک بیٹی حضرت حنہّ تھی، اِس حنہّ سے حضرت عمران کی شادی ہوئی اور حضرت عمران اور حنہ سے حضرت مریم کی ولادت ہوئی؛ گو یا حضرت عمران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا ہوئے۔

فاقوذا کی دوسری بیٹی ایشاع سے حضرت زکریا علیہ السلام کا نکاح ہوا اور ان سے حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے؛ اس لیے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت مریم دونوں خالہ زاد بھائی بہن ہوئے، یہ حقیقی رشتہ ہوا۔

حدیث شریف میں یہ انوکھی تعبیر ہے کہ حضرت مریم کی خالہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خالہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو خالہ زاد بھائی فرمایا گیا۔ (روح المعانی: ۲/ ۱۲۸)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ایک اہم کارنامہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اعلان حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بھی کیا تھا، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی زندگی کا یہ بڑا کارنامہ تھا کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کی خوش خبری لوگوں کو دی، حضرت یحییٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے تقریباً چھ ماہ پہلے دنیا میں آئے اور انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے رشد و ہدایت اور دین کی محنت و اشاعت کا ماحول تیار کیا۔ (طبری: ۳/ ۲۵۲)

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی (پیدائش کی) خوش خبری دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کو سچا بتاویں گے۔

اللہ تعالیٰ سے بڑی امیدیں قائم کرو

میری دینی بہنو! میں آپ کو ایک عجیب بات بتلاؤں! ہم اللہ تعالیٰ سے جتنا مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی شایانِ شان اس سے زیادہ عطا فرماتے ہیں۔

ہم تو کیا ہیں؟ ہماری زبان بھی چھوٹی، ہمارا دل بھی چھوٹا، ہماری سوچ بھی چھوٹی، ہم اللہ تعالیٰ سے تھوڑا مانگتے ہیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی شایانِ شان اپنی قدرت سے بہت کچھ عطا فرماتے ہیں۔

آپ نے ابھی تھوڑی دیر پہلے سنا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لیے تین دعائیں مانگی تھیں، اللہ تعالیٰ نے وہ تینوں نعمتیں عطا فرمائیں، اور ساتھ میں تین

سے زیادہ دوسری اور خوبیاں بھی عطا فرمائی تھیں۔

اس لیے ہمیشہ اپنی اولاد کے لیے بڑی بڑی امیدیں باندھو، خاص کر دین کے اعتبار سے بڑی بڑی امیدیں باندھو اور اس کی دعا بھی مانگتے رہو۔ ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی امیدوں اور دعاؤں کو پورا فرمائیں گے۔

حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کی عادتِ شریفہ

میرے مرشدِ ثانی حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم جب کبھی کوئی آدمی اپنی اولاد کے لیے دعا کرانے آتا ہے تو حضرت فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ تمھارے بیٹے کو، تمھاری بیٹی کو تمھاری امیدوں سے بھی بڑھ کر بنائے۔

اِس سے یہ سمجھ میں آیا کہ ہم جو امیدیں باندھتے ہیں، وہ ہماری چھوٹی امیدیں ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ ہماری اولاد کو دینی، دنیوی، علمی، عملی، اخلاقی کمالات سے نوازتے ہیں۔

اولاد کے لیے نیک لوگوں سے دعائیں بھی کروانی چاہیے

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب نبیٔ کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ امِّ سلیم رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لے کر آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دعا کی درخواست کی، آپ ﷺ نے ان کے مال اور اولاد میں برکت کی دعا فرمائی، پھر اس دعا کا ثمرہ دنیا نے دیکھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے یہاں اولاد در اولاد ہو کر سو (۱۰۰) سے زائد اولاد ہوئی اور مال میں برکت بھی نصیب ہوئی:

عَنْ أُمِّ سُلَيْمٍ رضی اللہ عنہا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَنَسٌ خَادِمُكَ، اُدْعُ اللهَ لَهُ، قَالَ:

اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ، وَبَارِكْ لَهُ فِيْمَا أَعْطَيْتَهُ. (بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء بكثرة المال مع البركة، حديث: ٦٣٧٨)

ترجمہ: حضرت امِ سلیم رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ: انس آپ کے خادم ہے، آپ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیجیے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں برکت عطا فرمایئے اور آپ نے اسے جو عطا کیا ہے اس میں بھی برکت عطا کیجیے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ والدین خود بھی اولاد کے لیے دعا کی پابندی کریں اور اللہ کے نیک بندوں سے بھی دعائیں کروائیں۔

اولاد کے لیے فقیہ الامّت کی ایک جامع دعا

میرے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لوگ بچوں کو دعا کروانے لاتے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ پانچ عین سے دعا فرماتے: اللہ تمھارے بچے کو علم، عمل، عمر، عزت، عافیت سے نوازے، پھر فرماتے: ذاکر، شاکر، داعی اور آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔

نرالی خوبیوں والا لڑکا: بچپن میں کتاب وحکمت کا عطا ہونا

غرض! تین چیزیں جو حضرت زکریا علیہ السلام نے مانگی تھیں وہ تو اللہ تعالیٰ نے عطا فرما ہی دیں، چوتھی نعمت اور خوبی اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمائی کہ ابھی تو حضرت یحییٰ علیہ السلام بچے ہیں اور بچپن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دین کی سمجھ عطا فرما دی:

﴿يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ﴾

اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے تھام لو۔

یعنی تورات کے قانون پر پورا عمل کرو اور اسی کے مطابق لوگوں کی رہبری کرو۔

﴿وَاٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا﴾

اور ہم نے ان کو بچپن ہی میں دانائی بھی عطا کردی تھی۔

بچپن میں دین سمجھنے لگے، بچپن ہی سے سمجھ داری، عقل مندی، علم وحکمت، سچی فراست، اللہ تعالیٰ کی کتاب کے احکام کا علم، اللہ تعالیٰ کی بندگی کے آداب یہ سب ان کو عطا کیا گیا۔

بعض بچے ایسے ہوتے ہیں جو چار برس کی عمر میں قرآن پڑھنے لگتے ہیں، چھ سات سال کی عمر میں حافظِ قرآن بن جاتے ہیں، یہ بھی بچپن میں دین کی سمجھ ہے۔

فقہ کے بڑے امام حضرت امام محمدؒ نے سات سال کی عمر میں حفظِ قرآن مکمل کر لیا تھا۔

نرم دلی

پانچویں نعمت اور خوبی: ﴿وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً﴾

خاص اپنے پاس سے نرم دلی بھی عطا کی تھی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت نرم دل بنایا تھا، حضرت یحییٰ علیہ السلام اللہ کے ڈر سے بہت روتے تھے، اتنا روتے تھے کہ رخسار پر آنسوؤں کی نالی جیسے نشان بن گئے تھے، بہت ہی اچھے عبادت واطاعت کے ذوق وشوق والے تھے، رحمت وشفقت والے اور نرم دل تھے۔

پاکیزہ اخلاق

چھٹی نعمت اور خوبی: صاف ستھرے، پاکیزہ چہرہ اور پاکیزہ اخلاق والے تھے، تقویٰ والے اور پرہیزگار تھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے نہ کبھی گناہ کیا، نہ کبھی گناہ کا ارادہ کیا۔ (طبری:۸/۳۱۷)

اللہ تعالیٰ اور والدین کے خدمت گزار

ساتویں نعمت اور خوبی اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمائی: ﴿وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ﴾

اپنے ماں باپ کی خدمت کرنے والے، ماں باپ کے خدمت گزار، ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے۔

آٹھویں نعمت اور خوبی:

﴿وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا﴾

اللہ تعالیٰ کی بھی نافرمانی نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کی بھی حق تلفی نہیں کی، اللہ کے حقوق کو بھی ادا کر رہے ہیں، اللہ کے بندوں کے حقوق کو بھی ادا کر رہے ہیں۔

نویں خوبی: حضرت یحییٰ علیہ السلام میں تکبر نہیں ہوگا، شرارت نہیں کریں گے۔

بعض بچے ماں باپ کے لیے سر کا درد ہوتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: عام طور سے بڑی آرزو کے بعد جو اولاد ملتی ہیں ان میں شرارت، نافرمانی وغیرہ زیادہ ہی ہوتی ہیں، حضرت یحییٰ علیہ السلام میں اس قسم کی کوئی بات نہیں تھی۔ (تفسیر عثمانی:۲/۵۲)

بچپن کی عمر میں بھی کھیل سے نفرت

حضرت علّامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ: بچپن میں ایک مرتبہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ہم عمر لڑکوں نے کھیل کے لیے بلایا تو اس پر آپ نے جواب عنایت فرمایا: ہم کھیل کود کے واسطے نہیں بنائے گئے۔ (تفسیر عثمانی: ۲/ ۵۲)

دسویں خوبی: ﴿وَكَانَ تَقِيًّا﴾

متقی پرہیزگار، اللہ تعالیٰ نے ان کو کامل تقوے والا بنایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی

گیارھویں زبردست خوبی اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمائی:

﴿وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہے ان پر اس دن بھی جس روز وہ پیدا ہوئے، اس دن بھی جس روز انہیں موت آئے گی اور اس دن بھی جس روز انہیں زندہ کر کے دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام جس دن پیدا ہوئے اس دن بھی ان کے لیے سلامتی ہے۔

جس دن حضرت یحییٰ علیہ السلام کی موت ہوگی اس دن بھی سلامتی ہے۔

اور قیامت میں جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنی قبر سے نکل کر آئیں گے، تب بھی ان کے لیے سلامتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی کا پیغام مل جائے، اس سے بڑی کوئی نعمت کیا ہو سکتی ہے؟

خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی وقت، کسی بھی حالت میں ان پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ نہیں، ولادت سے موت اور موت سے قیامت تک اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ہمیشہ حفاظت میں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا سلام

آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کا ذکر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس بندے پر بھی سلام بھیجیں وہ اس بندے کے لیے بڑی عزت اور بڑی شرافت کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل سے یہ نعمت عطا فرمائے، آمین۔

حیرت انگیز کارناموں والے ہمارے دو بزرگ

ہمارے ایک بزرگ گزرے ہیں: مجاہدِ قوم وملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی خوبیوں کا مالک بنایا تھا۔

حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں کی زندگی کے متعلق ہم کو بڑی حیرت ہے، دونوں کی زندگی میں اسفار کی کثرت، عملی، دینی محنت ہورہی ہے، ایک دعوت وتبلیغ کے میدان میں، دوسرے جنگِ آزادی اور آزادی کے بعد کے مسلمانوں پر آئے ہوئے حالات میں بے مثال خدمت انجام دے رہے ہیں، رات دن عوام سے واسطہ پڑ رہا ہے، پھر بھی ان دونوں حضرات کی علمی تصانیف دیکھو تو لگتا ہے کہ سالہا سال کی یکسوئی اور محنت کے بعد یہ کام ہوئے ہیں، ایسے تحقیقی اور مثالی تصنیفی کارنامے ان دونوں حضرات کے ہوئے، ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کے واقعات پر "قصص القرآن" نامی کتاب میں بڑا علمی، تحقیقی، تدقیقی کام کیا ہے۔

انسانی زندگی کے تین نازک اوقات

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: انسان کے لیے سب سے زیادہ تین اوقات نازک اور اہم ہیں:

① ولادت کا وقت: یعنی پیدائش کا وقت جب انسان ماں کے پیٹ سے جدا ہو کر دنیا میں آتا ہے۔

② موت کا وقت: جب دنیا سے نکل کر ''برزخ'' قبر کی دنیا میں پہنچتا ہے۔

③ حساب کا دن: جب قبر سے نکل کر آخرت کی دنیا میں اعمال کے حساب کے لیے حاضری دیتا ہے۔

اگر ان تین اوقات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو سلامتی کی خوش خبری مل جائے تو سمجھو اس کو دنیا و آخرت کی سعادت مندی کا پورا پورا ذخیرہ مل گیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل سے یہ نعمت عطا فرمائے، آمین۔

لوگوں کی نظر میں پسندیدہ

قرآن میں ایک جگہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ''سیّد'' بھی فرمایا گیا ہے؛ یعنی اللہ کی نظر میں اور لوگوں کی نظر میں پسندیدہ و برگزیدہ تھے؛ گویا سیادت و سرداری بھی ملی۔

اور ''حَصُوْر'' یعنی جن برے کاموں سے بچنا اور جن گناہوں سے دور رہنا ضروری ہے ان تمام برے کاموں اور گناہوں سے دور رہنے والے اور بچنے والے انسان تھے اور نیکی اور بھلائی کے کاموں کو جلدی جلدی کرتے تھے۔ (طبری: ۳/ ۲۵۳-۲۵۶، قرطبی: ۴/ ۵۰-۵۱)

میری دینی بہنو! حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے تین دعائیں مانگیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو کتنی ساری خوبیوں سے مالا مال کر دیا، ایسے کمالات اور خوبیوں والی اولاد حضرت زکریا علیہ السلام کو اللہ نے عطا فرمائی، یہ سب نعمتیں کیسے ملیں؟

دعا کی برکت سے باکمال اولاد

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے موسم پھلوں کی نوازش ہوئی، اس کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو ایک جذبہ عطا فرمایا، دعا کی توفیق ہوئی اور جہاں حضرت مریم رضی اللہ عنہا عبادت کرتی تھیں، اسی برکت والی جگہ پر حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی نعمت سے ان کو نواز دیا کہ ان کے یہاں اللہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا خوبیوں والا بیٹا عطا فرما دیا۔ (طبری: ۳/ ۲۴۷)

عبادت کی طاقت

میری دینی بہنو! اللہ نے تمھاری عبادت، تمھاری بندگی کو اتنا طاقت والا بنایا ہے، اس میں ایسی تاثیر رکھی ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایک نبی کو باکمال اولاد جیسی نعمت سے نوازتے ہیں۔

میاں بیوی کو ضروری ہدایات

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کے لیے ایک خاص بات بیان فرمائی ہے، وہ بھی میں آپ کے سامنے ذکر کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ج

فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتۡ حَمۡلًا خَفِيۡفًا فَمَرَّتۡ بِهٖ‌ ۚ فَلَمَّاۤ اَثۡقَلَتۡ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنۡ اٰتَيۡتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيۡنَ ۝۱۸۹ فَلَمَّاۤ اٰتٰٮهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيۡمَاۤ اٰتٰٮهُمَا‌ ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ۝۱۹۰ (الأعراف)

ترجمہ: اسی (اللہ تعالیٰ) نے تم کو ایک جان (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اس میں سے ان کی بیوی (حوّا) کو پیدا کیا؛ تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے، پھر جب اس (مرد) نے اس (عورت) کو ڈھانپ لیا تو (شروع میں) عورت کو بالکل ہلکا سا حمل رہ گیا تو وہ اس (حمل) کو لے کر (بے تکلف) چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ (حمل والی) عورت (حمل کے بڑا ہونے سے) بھاری ہوگئی تو وہ دونوں (میاں بیوی) اللہ تعالیٰ - جو ان دونوں کے رب ہیں - سے دعا کرتے ہیں کہ: اگر ہم کو صالح (یعنی مکمل، تندرست، نیک) اولاد دیں گے تو ہم شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے ﴿۱۸۹﴾ سو جب اس (اللہ تعالیٰ) نے ان کو صحیح سلامت (تندرست، نیک) بچہ دیا تو وہ دونوں اس (اللہ تعالیٰ) کی دی ہوئی نعمت میں شریک بنانے لگے، سو جو شریک وہ لوگ بناتے ہیں اللہ تعالیٰ تو اس سے بہت دور ہیں۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے لیے بہت ہی اہم اور ضروری ہدایت ارشاد فرمائی۔

میاں بیوی کا ایک جنس سے ہونا اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وہ اللہ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا؛ یعنی حضرت آدم علیہ السلام میں سے تمام

مرد وعورت کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام میں سے اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی حوا کو پیدا فرمایا۔

یہ انسان کے لیے جوڑا (coupel): مرد کے لیے عورت، عورت کے لیے مرد دونوں ایک جنس اور ایک ذات میں سے ہیں، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

اللہ تعالیٰ امت کو صحیح سمجھ عطا فرمائے، آمین!

میاں بیوی میں سکون ہو تو دنیا ان کے لیے جنت کا نمونہ ہے

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اللہ نے مرد کے لیے عورت کو بنایا؛ تا کہ سکون حاصل کریں۔

اس لیے دینی بہنو! میاں بیوی کے درمیاں سکون اور چین ہو تو دنیا ان کے لیے جنت کا نمونہ بن جاتی ہے اور اگر سکون و چین زندگی میں نہ ہو تو دنیا جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو خاص طور پر بیان کیا۔

آج دنیا کی نئی ترتیب جس نے سکون چھین لیا ہے

آج کل اس دنیا کی جو نئی ترتیب ہے اس ترتیب میں سکون ختم ہوتا جا رہا ہے، نئی ترتیب کون سی؟

عورتوں میں بے پردگی کا آنا، اس سے سکون ختم ہوتا ہے۔

عورت کا گھر سے باہر نکل کر کاروبار میں جانا، دکان پر جانا، یہ سکون کو ختم کرنے کا ذریعہ بننے والی چیز ہے۔

دینی بہنو! شریعت پر عمل کرنے کی برکت سے ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ میاں بیوی

دونوں کو سکون اور چین عطا کریں گے، اللہ تعالیٰ کی تقسیم کے مطابق کام کرو، مرد حضرات گھر کے باہر کے کام کریں اور عورتیں گھر کے اندر کے کام کریں۔

حمل کی حالت میں میاں بیوی کی فکر

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ ان دونوں میاں بیوی کو ان کی شادی والی زندگی میں بچہ عطا کرتے ہیں اور جب عورت حاملہ (pregnent) ہوتی ہے تو شروع میں بالکل اس کا پیٹ ہلکا پھلکا ہوتا ہے، آسانی سے وہ چلتی پھرتی ہے، پھر جب پیٹ میں وزن زیادہ ہو جاتا ہے اور تکلیف بڑھنا شروع ہو جاتی ہے اور میاں بیوی کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ ان کے گھر میں اولاد دیں گے تو دونوں کی فکر بڑھ جاتی ہے۔

اور فکر کرنے کی ضرورت بھی ہے دینی بہنو! اس لیے کہ بہت سی مرتبہ آپ نے بھی نیوز (news) میں اور اخبار میں سنا ہو گا کہ حمل وقت سے پہلے گر گیا یا عورت کے پیٹ سے جانور کی شکل کا بچہ نکلا یا عیب والا بچہ پیدا ہوا؛ اس لیے حمل کے زمانے میں خوب دعا بھی کریں اور دعا کروائیں بھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے گھر میں انسان جیسا بچہ عطا کرے، کوئی دوسرا جانور جیسا بچہ نہ آوے، ایک دعا اس کی بھی کرنی چاہیے۔

بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بچہ ہوتا ہے؛ لیکن اس کے اندر عیب ہوتا ہے، اندھا بچہ ہوا، کان کے بغیر کا ہوا، کان والا ہے؛ لیکن بہرا ہے، بولتا نہیں، لولا لنگڑا ہوا تو اس طرح کا عیب والا بچہ والدین کے لیے بڑی آزمائش بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے گھر میں کامل تندرست بچے عطا فرمائے، آمین۔

اور ایک تیسرا عیب یہ کہ بچہ بڑا ہو کر نافرمان بن جائے؛ اس لیے دعا کرنی

چاہیے کہ اللہ بچے کو نیک اور صالح بناوے، بڑا ہونے کے بعد وہ اخلاقی اعتبار سے بھی عیب والا نہ ہو، اس کی بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے۔

سنت پر عمل کرنے کا نقد انعام

میں آپ کو ایک بڑی کام کی بات بتاتا ہوں، ایک سیرت کی کتاب میں میں نے پڑھا، حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الحی عارفیؒ جو حضرت تھانویؒ کے خلیفہ تھے، انھوں نے نقل کیا ہے: دستر خوان پر کھانا کھاتے وقت دانا اور لقمہ نیچے گر جاتا ہے تو اس لقمے کو اٹھا کر کھانا سنت ہے۔ (اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص: ۹۲)

جو لوگ لقمہ اٹھا کر کھالیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے یہاں تندرستی والی اولاد پیدا کریں گے، ان کی اولاد میں عیب نہیں رہے گا، ان میں اندھا پن نہیں آئے گا، اس میں کوئی بیماری، کوئی معذوری بچپن سے نہیں آئے گی اور خوب صورت اولاد پیدا ہوگی، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کرنے کا نقد انعام یہ ملے گا۔

حیض کے زمانے میں ہم بستری سے بچہ عیب والا

جب بات نکلی ہے تو میں عرض کروں: حیض کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میاں بیوی دونوں جماع کرنے سے الگ رہے؛ یعنی ضرورت پوری نہ کرے، حیض کے زمانے میں ضرورت پوری کرنا حرام ہے، یہ بھی بزرگوں سے سنا ہے کہ حیض کے زمانے میں جماع کرنے سے بچے میں عیب آتا ہے، بدن میں کوئی کمزوری رہ جاتی ہے، اس کے ذمے دار ماں باپ بھی بنتے ہیں۔

اولاد اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ جب اولاد عطا فرماوے تو زبان سے کبھی یہ مت کہنا کہ فلاں ڈاکٹر کی وجہ سے بچہ پیدا ہوا؛ بلکہ اس پیدا ہونے والے بچے کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھنا اور ہمیشہ یہ کہنا کہ: یہ بچہ میرے اللہ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے عطا کیا ہے۔

اس بچے کے پاس بھی کوئی غلط کام مت کروانا، بہت سے بچے کو لے جا کر درگاہ پر سر رکھواتے ہیں، بچوں کی بابری بڑھاتے ہیں، عجیب عجیب شرک وکفر والے کام کرتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، ایسا کوئی غلط کام نہیں کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت بچوں سے بھی کروانا چاہیے۔

بچوں کے نام اسلامی رکھنے چاہیے

بچے کے نام اسلامی رکھیں، ایسے نام ہوں جن سے اللہ کا شکر ظاہر ہو، جیسے کہ عبداللہ، عبدالرحمن، ایسے نام رکھیں گے تو ان ناموں سے اللہ تعالیٰ کا شکر ظاہر ہوگا کہ یہ بچہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔

آج کل ہم بہت سارے غیر اسلامی نام رکھتے ہیں، پتا ہی نہیں چلتا کہ یہ کسی مسلمان کا نام ہے کہ غیر مسلم کا نام ہے۔

یہ کچھ ضروری ہدایات جو قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں بیان فرمائی تھی وہ میں نے آپ کے سامنے ذکر کی۔

پاک دامنی کا ایک عجیب قصہ

اب آج کی مجلس کے اختتام پر ایک اہم واقعہ سناتا ہوں، اِس سال ربیع الاول کے مہینے میں میرا مصر کا سفر ہوا تھا، عجیب وغریب وہاں کی باتیں ہیں، مصر کے سفر کی پوری کارگزاری میں نے بیان کی ہے، وہ انٹرنیٹ پر موجود ہے، آپ اس کو سن سکتے ہیں اور کتاب ''دیکھی ہوئی دنیا جلد: تین'' میں بھی چھپ چکی ہے، ایک خاص قصہ جو آپ کے لائق تھا وہ میں آپ کو سنانا مناسب سمجھتا ہوں۔

مصر میں ''قرافہ'' ایک علاقہ ہے، وہاں حضرت امام شافعیؒ کی قبر ہے، دوسرے بڑے بڑے اولیا کی قبریں ہیں، وہیں پر امام ابوالحسن طاہر ابنِ غلبون کی قبر ہے، ان کے بازو میں ان کی بیٹی کی قبر ہے، اس کی قبر کو ''عَرُوْسَةُ الصَّحْرَاء'' یعنی جنگل کی دلہن کہتے ہیں، اس لڑکی کا ایک عجیب وغریب قصہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا، مشہور مؤرخ علامہ سخاوی حنفیؒ کی عربی میں ایک کتاب ''تحفة الأحباب وبغية الطلاب في الخطط والمزارات والتراجم والبقاع'' میرے پاس ہے جس میں مصر کی پوری تاریخ لکھی ہوئی ہے، اس میں میں نے ایک قصہ پڑھا وہ قصہ میں آپ کو سناتا ہوں:

اس لڑکی کے والد بہت بڑے عالم، قاری اور بہت بڑے اللہ والے تھے، انھوں نے اپنی بیٹی کی ایسی تربیت کی تھی کہ وہ بڑی نیک، صالحہ، بہت پارسا تھی، جب بیٹی جوان ہوگئی تو ابا جان نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے سگے بھتیجے سے کرایا، وہ لڑکی اتنی نیک اور صالحہ تھی کہ اس نے پوری زندگی کسی غیر محرم مرد کا چہرہ نہیں دیکھا تھا، صرف اپنے ابا جان کو دیکھا تھا، اپنے ابا کے علاوہ کسی بھی مرد کا چہرہ پوری زندگی میں اس نے نہیں دیکھا تھا،

کیسی عفیفہ اور پاک دامن، نیک، صالحہ وہ لڑکی ہوگی!

جب اس کا نکاح ہوا تو نکاح کے بعد اس کا شوہر اپنی دلہن کے پاس گیا اور دلہن کے چہرے سے اس نے پردہ ہٹایا تو اس لڑکی کو اتنی حیا اور شرم آئی کہ اس کے پورے بدن پر پسینہ پسینہ ہوگیا اور پورے بدن سے پسینہ بہنے لگا اور مارے پسینے کے اس نے دعا کی:

اَللّٰھُمَّ لَا تَھْتِکْنِيْ عَلٰی یَدِ أَحَدٍ.

ترجمہ: اے اللہ! کسی کے ہاتھ پر مجھے رسوا نہ فرمائیے۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی اور اس کا اسی وقت انتقال ہوگیا، پھر لوگوں نے اس کو دفن کیا، اس کے ابا کی قبر بھی اس کے بازو میں بنی۔

آج تک اس لڑکی کی زندہ کرامت یہ ہے کہ اس لڑکی کی قبر کے پاس چھوٹے چھوٹے دو کھمبے بنے ہوئے ہیں، کھمبے پر وہ گول بنا ہوا ہے، کتابوں میں بھی لکھا ہے اور لوگ بھی وہاں جا کر مشاہدہ کرتے ہیں کہ کوئی بھی آدمی اس لڑکی کی قبر پر جائے اور اس کھمبے کے پاس جو گول بنے ہوئے ہیں وہاں ہاتھ رکھے تو سخت ٹھنڈی کے موسم میں بھی جو انسان ہاتھ رکھتا ہے اس کے بدن پر پسینہ نکل آتا ہے۔

اور یہ بھی مشہور ہے کہ اس لڑکی کی قبر کے پاس کھڑے رہ کر جو دعا مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول فرمالیتے ہیں، ایسی وہ نیک اور پارسا اور صالحہ لڑکی تھی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ایسی حیا اور پاک دامنی اور شرم عطا فرمائے، آمین۔

آج کے گندے ماحول سے حفاظت کے لیے حدیث میں آئی ہوئی چند اہم دعائیں:

پہلی دعا

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى۔(المسلم، کتاب الذکر و الدعاء والتوبة والاستغفار، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل،حديث: ٢٧٢١)

اے اللہ! میں آپ سے ہدایت، تقوی، پاک دامنی اور مال داری کا سوال کرتا ہوں۔

یہ چار چیزیں:

(۱) ہدایت۔

(۲) تقویٰ۔

(۳) پاک دامنی۔

(۴) مال داری۔ جن کی ہم سب کو ضرورت ہے۔

دوسری دعا

دوسری ایک دعا جو ترمذی شریف میں آئی ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ مُّنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَهْوَاءِ وَالْأَدْوَاءِ۔(ترمذی، ابواب الدعوات، حدیث: ٣٥٩١)

اے اللہ! ایسے اخلاق جو آپ کو پسند نہ ہوں اور برے اعمال اور بری خواہش اور بری بیماریوں سے آپ کی حفاظت میں آتا ہوں۔

تیسری دعا

ایک تیسری دعا:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ، وَمِنْ شَرِّ بَصَرِيْ، وَمِنْ شَرِّ لِسَانِيْ وَمِنْ شَرِّ قَلْبِيْ، وَمِنْ شَرِّ مَنِيِّ.(ترمذی ،ابواب الدعوات، حدیث: ۳٤۹۲)

اے اللہ! میں اپنے کانوں کی برائی اور اپنی آنکھوں کی برائی اور اپنی زبان کی برائی اور گندی شہوت کی برائی سے آپ کی حفاظت میں آتا ہوں۔

اس لیے کہ گناہ کان سے ہوتے ہیں، آنکھ سے ہوتے ہیں، زبان سے بات کر کے ہوتے ہیں اور گندی خواہش سے ہوتے ہیں، یہ تینوں دعا جو حدیث میں آئی ہیں، بڑی زبردست اور بڑی قیمتی دعائیں ہیں، ان دعاؤں کو اللہ کی بارگاہ میں مانگا کرو، نفل نماز کے آخری قاعدے میں بھی مانگو، نماز کے علاوہ بھی مانگو، ان شاء اللہ! زبان کی برائی سے بھی اللہ حفاظت کریں گے، زبان بھی اچھی اور میٹھی بنا دیں گے، برے اخلاق سے بھی اللہ بچائیں گے اور گندی خواہشات سے بھی اللہ بچائیں گے اور بری عادتوں سے بھی اللہ بچائیں گے، یہ حدیث میں آئی ہوئی دعائیں جو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے سکھلائی، بڑی عجیب وغریب دعائیں ہیں۔

چوتھی دعا

ایک اور دعا جو روایتوں میں آئی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو حضرت آدم علیہ السلام کعبہ کے پاس گئے اور کعبہ کے پاس جا کر دو رکعت نماز پڑھی، اس

وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک دعا سکھلائی اور ارشاد فرمایا کہ: یہ دعا پڑھو، تمھاری توبہ ہم قبول کرلیں گے اور جو بھی اس دعا کو پڑھے گا اللہ اس کے گناہ معاف کردیں گے، اس کی ضرورت کو پورا کریں گے، شیطان سے حفاظت کریں گے اور سب طرف سے اللہ تعالیٰ اس کو روزی عطا کریں گے اور دنیا اس کے پاس مجبور ہو کر آئے گی چاہے وہ اس کو نہ چاہے، یہ دعا حضرت آدم علیہ السلام کو سکھلائی گئی تھی، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سکھلائی، وہ دعا یہ ہے، اس کو یاد کر کے ہمیں مانگنا چاہیے:

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَ عَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ، وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَأَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ، وَتَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ. اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ إِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ، وَيَقِيْناً صَادِقاً حَتّٰى أَعْلَمَ أَنَّهُ لَا يُصِيْبُنِيْ إِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ، وَرِضاً بِمَا قَسَمْتَ لِيْ؛ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (الحزب الأعظم: منزل:٦، طبری: ٦/١١٧)

اے اللہ! آپ میری چھپی ہوئی اور میری ظاہری حالت کو جانتے ہیں، اے اللہ! میرے عذر کو قبول کر لیجیے۔

اے اللہ! آپ میری حاجت کو جانتے ہیں؛ لہذا آپ میرے سوال کو پورا کردیجیے۔

اے اللہ! میرے دل میں جو ہے آپ جانتے ہیں آپ میرے گناہ کو معاف کردیجیے۔

اے اللہ! میں آپ سے ایمان کا سوال کرتا ہوں، ایسا ایمان جو میرے دل میں رچ بس جائے اور سچے یقین کا سوال کرتا ہوں، ایسا یقین کہ مجھے اچھی طرح اعتقاد

حاصل ہو جائے کہ جو مصیبت آپ نے میرے لیے لکھی ہے وہی پہنچے گی، اس کے علاوہ کوئی چیز مجھے نہیں پہنچ سکتی اور آپ نے میرے لیے جو نعمت تقدیر میں لکھ دی، جو تقسیم میرے لیے کی ہے اس پر میں خوش رہوں، اے اللہ! ایسی مجھے توفیق عطا فرمایئے، بے شک آپ ہر کام کر سکتے ہیں۔

اس دعا کو بھی مانگو، اس کی برکت سے گناہ معاف ہوں گے، توبہ قبول ہوگی، روزی میں برکت ہوگی، شیطان سے حفاظت ہوگی، اللہ تعالیٰ ہماری ضرورتیں پوری کریں گے اور خوب نوازیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی نیک اور اچھی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت عمران کی بیوی کا اور ان کی لڑکی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پیدائش کا عجیب واقعہ

مختصر تعارف

نام: حنہ بنتِ فاقاذ بن فتیل۔

شوہر: بنی اسرائیل کا نیک آدمی حضرت عمران۔ (طبری: ۳/ ۲۳۴، روح المعانی: ۲/ ۱۲۸)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس گھرانے کو اپنی بڑی نعمت کے لیے منتخب فرمالیا تھا۔
یہ گھرانہ اپنے زمانے میں تمام لوگوں سے زیادہ بہتر تھا۔
اسی لیے تو اللہ عزوجل نے تمام جہانوں میں سے ان ہی لوگوں کا انتخاب فرمایا۔
یہ گھر والے اس دور میں خیر وبرکت والے لوگوں میں سے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَهْلِ طَاعَتِهٖ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۳۶﴾ (اٰلِ عمران)

ترجمہ: (اللہ کے یہاں دعا قبول ہونے کا واقعہ سنو!) جب کہ عمران کی بیوی (حنہ) نے کہا: اے میرے رب! میں نے آپ کے لیے منّت مانی ہے کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ (سب دنیوی کاموں سے) آزاد (ہوکر آپ کے لیے وقف) ہوگا، سو آپ میری طرف سے (اس منّت کو) قبول فرمالیجیے، یقینی بات ہے کہ آپ ہر ایک بات کو سنتے ہیں، ہر ایک بات کو جانتے ہیں ﴿۳۵﴾ پھر جب اس (عمران کی بیوی) کو لڑکی پیدا ہوئی تو وہ (افسوس سے) کہنے لگی: اے میرے رب! مجھ سے تو لڑکی پیدا ہوئی؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ تو پوری طرح جانتے ہیں اس (لڑکی کی شان) کو جوان کے

یہاں پیدا ہوئی ہے اور لڑکا (جس کی وہ تمنا کرتے تھے) اِس لڑکی جیسا نہیں ہوسکتا اور میں نے اس کا نام ''مریم'' رکھا اور میں اس (لڑکی) کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی حفاظت میں دیتی ہوں۔

قرآنِ مجید کی اِن آیات میں ایک بہت ہی نیک اور صالحہ، اللہ کی عبادت کرنے والی بندی کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، اس واقعے میں بہت ساری نصیحت اور فائدے کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ اِن باتوں کو سن کر ہماری تمام دینی بہنوں اور تمام مردوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، اور خصوصاً ہماری بہنوں کو بھی ایسی نیک اور صالحہ بنادے۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کے شوہر

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا بڑی نیک عورت تھیں، ان کے شوہر کا نام ''عمران'' تھا، حضرت عمران بہت نیک آدمی تھے، بیت المقدس کے امام تھے، جیسے آج حرم شریف سے کوئی امام صاحب آجائے تو ہم ان کو کتنی عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اسی طرح حضرت عمران بیت المقدس کے امام تھے، ان کا بہت بڑا مرتبہ تھا، اللہ تعالیٰ کے چہیتے، لاڈلے اور خاص بندوں میں سے تھے۔

حضرت عمران، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان میں سے تھے، اِس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت حنہ رضی اللہ عنہا کا خاندان پیغمبروں کا خاندان ہے۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی حسرت و دعا

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کے یہاں اولاد نہیں تھیں، حیض بھی نہیں آتا تھا، ایک دن حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر کے برآمدے (Passage) میں باہر بیٹھی ہوئی تھیں،

وہاں ایک درخت تھا، حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی نظر اس درخت پر پڑی، اس پر ایک پرندہ بیٹھا ہوا تھا، اور اس پرندے کے پاس اس کا بچہ تھا اور وہ اپنے اس بچے کو پیار کر رہا تھا۔

آپ نے بھی کبھی یہ منظر دیکھا ہوگا کہ ایک پرندہ اپنے چھوٹے بچے کی چونچ میں چونچ ڈال کر کتنے پیار سے دانہ کھلاتا ہے۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے یہ منظر دیکھا تو ان کا دل بھر آیا، دل میں آرزوئیں پیدا ہونے لگیں کہ یہ کتنا خوش نصیب پرندہ ہے کہ اپنے بچے سے محبت کر رہا ہے، میرے پاس اگر کوئی بچہ ہوتا تو میں بھی اللہ کے لیے اپنے بچہ کو پیار کرتی۔

ہر عورت کا یہ فطری جذبہ ہوتا ہے کہ اس کی گود میں بچہ ہو اور وہ اس بچے سے پیار کرے۔ حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت اللہ کی بارگاہ میں دعا کی:

اے میرے اللہ! آپ جانتے ہیں، میرے پاس اولاد نہیں ہے، اے اللہ! آپ اپنی مہربانی سے مجھے اولاد عطا فرمائیے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پورے اخلاص کے ساتھ اولاد کے لیے دعا کی۔ (روح المعانی: ۲/ ۱۲۸-۱۲۹)

اولاد حاصل کرنے کا نسخہ

میری دینی بہنو! اولاد حاصل کرنے کے لیے سب سے زیادہ مؤثر اگر کوئی چیز ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا ہے، دعا کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ! اولاد کی آرزو پوری فرمائیں گے اور دعا بھی اللہ تعالیٰ سے ایسی مانگنی چاہیے کہ اللہ نیک اور صالح اولاد عطا فرمائے، قرآن میں ایک پیغمبر کی دعا ہے:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ (اٰلِ عمران)

ترجمہ: اے میرے رب! آپ مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرمایئے، یقینی بات ہے کہ آپ دعا کو بہت سننے ہیں۔

اِس دعا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک اولاد کی طلب اللہ کے نبیوں کی سنت ہے۔

اولاد دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے

میری بہنو! اولاد دینا اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ الذُّكُوۡرَ ﴿۴۹﴾ اَوۡ يُزَوِّجُهُمۡ ذُكۡرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجۡعَلُ مَنۡ يَّشَآءُ عَقِيۡمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌ قَدِيۡرٌ ﴿۵۰﴾ (شوریٰ)

ترجمہ: وہ (اللہ تعالیٰ) جس کو چاہتے ہیں (اس کو) بیٹیاں عطا کرتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں بیٹے عطا کرتے ہیں ﴿۴۹﴾ یا ان کو لڑکے اور لڑکیاں (دونوں) جمع کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں (اس کو) بانجھ (یعنی بے اولاد) رکھتے ہیں، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) بڑے جاننے والے، بڑے قدرت والے ہیں۔

اِس لیے اولاد اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنی چاہیے۔

اللہ ہی حفاظت فرمائے! اولاد کی خاطر ہماری بعض بہنیں غیر شرعی طریقے سے علاج، معالجے، تعویذ اور جھاڑ پھونک کرواتی ہیں، یہاں تک کہ غیر مسلم عاملوں کے پاس بھی جاتی ہیں، یہ تو اپنا ایمان خطرے میں ڈالنے والی چیز ہے۔

مبارک عورت: جس کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہو

اِن آیات میں بچوں کے اقسام بیان کرنے میں حق تعالیٰ نے پہلے لڑکیوں کا ذکر فرمایا ہے، اِسی آیت کے اشارے سے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

جس عورت کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہو وہ مبارک ہوتی ہے۔ (قرطبی: ۱۶/ ۳۳)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: وہ عورت مبارک ہوتی ہے جس کے پہلے پیٹ سے لڑکی پیدا ہو۔ (میزان الاعتدال: ۲/ ۱۰۹، قرطبی: ۱۶/ ۳۳)

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ: جس کو ان لڑکیوں میں سے کسی کے ساتھ سابقہ پڑے اور پھر وہ ان کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لیے جہنم کے درمیان پردہ بن کر حائل ہو جائیں گی۔ (بخاری، کتاب الزکوۃ، حدیث: ۱۴۱۸)

خلاصہ یہ ہے کہ لڑکی کے پیدا ہونے کو بُرا سمجھنا جاہلیت کی بُری رسم ہے، مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے اور اس کے بالمقابل لڑکیوں کی پرورش و تربیت پر جو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اس پر مطمئن اور خوش ہونا چاہیے۔

اولاد کو حاصل کرنے کا دوسرا قرآنی نسخہ

قرآن میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ یُّرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَیۡکُمۡ مِّدۡرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّیُمۡدِدۡکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِیۡنَ. (نوح)

ترجمہ: تم اپنے رب سے استغفار کرو، یقین رکھو وہ بہت معاف کرنے والے ہیں ﴿۱۰﴾ وہ تمھارے اوپر آسمان سے خوب بارش برسائیں گے ﴿۱۱﴾ اور تمھارے مال اور اولاد میں مدد کریں گے۔

اگر کسی کے پاس اولاد نہیں ہے تو اولاد حاصل کرنے کا وظیفہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ بھی بتلایا ہے کہ استغفار کرو، خوب استغفار کرو، استغفار کی برکت سے ان شاء اللہ!

اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرمائیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اولاد حاصل کرنے کے لیے یہ دو چیزیں یاد رکھنا:

① اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا ② استغفار کرنا۔

ہماری ایک غلطی

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اخلاص اور دل کی تڑپ کے ساتھ دعا مانگی، یاد رکھو! وہ دعا اللہ تعالیٰ کے یہاں ضرور قبول ہوتی ہے جو دل کی تڑپ، طلب اور رِقّت کے ساتھ مانگی جائے۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ جب ہم دعا کرنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو ہمارا دل باورچی خانہ (kitchen) میں ہوتا ہے، اور زبان سے ہم اللہ تعالیٰ کو فہرست گنواتے ہیں، شاید ایسا لگتا ہے کہ کسی کو چیزوں کی فہرست نوٹ کروا رہے ہوں، یاد رکھو! دل کی تڑپ کے ساتھ، دل کی طلب کے ساتھ جو دعا ہوگی اللہ تعالیٰ اس دعا کو ان شاء اللہ! قبول فرمالیں گے۔

دعا کی قبولیت

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا، اسی وقت ان کو حیض آنا شروع ہوگیا، حیض سے پاک ہونے کے بعد شوہر سے ملاقات ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کو حمل عطا فرمایا، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی۔ اس کے بعد جب حضرت حنّہ کو یقین ہوگیا کہ میرے پیٹ میں بچہ ہے تو انھوں نے ایک بڑا زبردست، عجیب کام کیا، جو میں ہماری دینی بہنوں کو بتلانا چاہتا ہوں، حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ میرے پیٹ

میں جو بچہ ہے وہ لڑکا ہے کہ لڑکی۔ (روح المعانی: ۱۲۹/۲)

اولاد کو دین کے لیے فارغ کرنا

اُس زمانے میں یہ رواج تھا کہ لوگ اپنے چھوٹے بچے کو اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیتے تھے، ایسی مائیں اس زمانے میں ہوتی تھیں کہ لڑکا پیدا ہوا تو نیت کر لیتی تھیں کہ میرا یہ لڑکا اللہ کے دین کی خدمت کے لیے ہے اور اس بچے کے پاس وہ دنیا کا کوئی کام نہیں کرواتی تھیں، اس زمانے میں ان کا مرکز بیت المقدس تھا، جیسے آج کعبہ شریف ہے؛ اس لیے وہ مائیں نیت کرتی تھیں کہ میرے لڑکے کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے دے دوں گی۔

اللہ تعالیٰ ہماری دینی بہنوں کو یہ جذبہ عطا فرمائے کہ اپنی اولاد کو دین کا علم سکھانے کے لیے فارغ کرنے کی نیت کریں کہ: ہمارے بچوں کو ان شاء اللہ! حافظ بنائیں گے، عالم بنائیں گے، دین کا داعی بنائیں گے، مفتی بنائیں گے، کامل مسلمان بنائیں گے، ایسی نیتیں کریں اور ایسی اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کریں۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی منّت

عام طور پر لوگ لڑکوں کو اللہ کے دین کے لیے فارغ کرتے تھے، حضرت حنّہ کو ابھی معلوم نہیں ہے کہ میرے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ مگر یہ اتنی نیک عورت تھیں کہ انھوں نے فوراً نیت کر لی کہ: اے اللہ! آج تک ہمارے گھر میں کوئی اولاد نہیں تھی، اب میرے پیٹ میں جو بچہ ہے جب وہ پیدا ہوگا تو مسجدِ اقصیٰ میں اسے آپ کے دین کی خدمت کے لیے دے دوں گی۔

منت کی نیت بھی پوری تاکید، قوی ارادے اور شدید رغبت کے ساتھ کی، قرآن میں اس کے لیے ''اِنِّی'' کا لفظ ہے وہ تاکید کو بتاتا ہے اور ''سمیع'' اور ''علیم'' اللہ تعالیٰ کی دو صفتوں سے وسیلہ طلب کر کے منت مانی۔ (قرطبی: ۴/ ۴۲، روح المعانی: ۲/ ۱۲۹)

اللہ تعالیٰ کو اس عورت کی منت اتنی پسند آئی کہ ان کی اس منت کو قرآنِ پاک میں بیان فرمایا، کتنے پیارے الفاظ ہیں:

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ.

ترجمہ: اے میرے رب! میں نے آپ کے لیے منت مانی ہے کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ (سب دنیوی کاموں سے) آزاد (ہو کر آپ کے لیے وقف) ہوگا، سو آپ میری طرف سے (اس منّت کو) قبول فرمالیجیے۔

عمل کی قبولیت کے لیے دعا کا اہتمام

میری دینی بہنو! حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا اپنی دعا میں ہم کو یہ سکھا رہی ہے کہ ہمارے اعمال اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوجائیں، اس کے لیے دعا کرتے رہنا چاہیے، ہم نماز پڑھیں تو ہم کو دعا کرنی چاہیے: اے اللہ! ہماری نماز قبول فرمالیجیے، روزے رکھیں تو اللہ سے دعا کریں: اے اللہ! ہمارے روزے قبول فرمالیجیے، ہم صدقہ کریں تو اللہ سے دعا کریں: اے اللہ آپ ہمارے صدقے کو قبول فرمالیجیے۔

بغیر ضرورت سونوگرافی کروانا گناہ ہے

یہاں ایک بات سمجھنے کی ہے، حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کو معلوم نہیں ہے کہ پیٹ میں لڑکا ہے کہ لڑکی ہے؟ بس اتنا معلوم تھا کہ پیٹ میں حمل ہے اور منّت مان لی۔

جب عورت حاملہ (Pragnent) ہو تو اس زمانے میں پیٹ کا حمل لڑکا ہے یا لڑکی اس کو بلاضرورت ''سونوگرافی'' کے ذریعے سے چیک کروانا، ناجائز اور گناہ کا کام ہے۔

لڑکی کی پیدائش اور حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی پریشانی

بہرحال! وقت گذر گیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کو ایک لڑکی عطا فرمائی، جب لڑکی پیدا ہوئی تو حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا بہت پریشان ہوئی کہ اللہ! میں نے تو اسے مسجد کی خدمت کے لیے وقف کردینے کی منت مانی تھی؛ مگر اب لڑکی کو مسجد میں خدمت کے لیے کیسے دیا جائے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ.

پھر جب ان سے لڑکی پیدا ہوئی تو وہ حسرت سے کہنے لگیں: یارب! یہ تو مجھے لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ﴾

اللہ کو معلوم ہی ہے کہ تمھارے گھر لڑکی پیدا ہوئی۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کا اللہ کی بارگاہ میں معذرت پیش کرنا

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے معذرت کے انداز میں اللہ کے سامنے عرض کیا:

﴿وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ﴾

ترجمہ: اور لڑکا (جس کی وہ تمنا کرتے تھے) اِس لڑکی جیسا نہیں ہوسکتا۔

معذرت پیش کرنے کی وجوہات

① اس دور میں ان کی شرعی روایت یہ تھی کہ لڑکوں کو اللہ کی راہ میں دیتے تھے: لڑکیوں کو نہیں۔

۲ عبادت گاہ کی خدمت کی زیادہ صلاحیت مردوں میں ہوتی ہے، عورتوں کو حیض وغیرہ پیش آتا ہے، ان ایام میں مسجد میں آنا منع ہے۔

۳ لڑکوں میں طاقت بھی زیادہ ہوتی ہے، عورت کمزور ہوتی ہے؛ اس لیے خدمت کے لیے لڑکے زیادہ مناسب ہوتے ہیں۔

۴ لوگوں سے ملنا جلنا بھی ہوگا، عبادت گاہوں میں ہر ایک آتا جاتا ہے، اس لیے اس میں لڑکے زیادہ مناسب ہیں، عورت پر اس میل جول میں تہمت بھی لگ سکتی ہے۔ (طبری: ۳/۷ ۲۳-۲۳۸)

اللہ تعالیٰ کی مرضی

اِن سب وجوہات کے باوجود حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا جانتی تھی کہ اللہ کریم اپنے بندوں کے بارے میں جو فیصلہ کرتے ہیں، وہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے، اپنی چاہت کو اللہ کی چاہت پر قربان کرنا یہ بندوں کی شان ہے؛ اسی لیے یہ جملہ بھی قرآن میں آیا ہے:

﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ﴾

کریم اللہ خوب جانتے ہیں جو حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے جنا ہے، اِس جملے کے ذریعے انھوں نے خود کو تسلی دی، حسرت کو دور کرنے کی کوشش کی۔

مرد اور عورت میں امتیاز

اِس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قدرتی طور پر مرد اور عورت میں امتیازات ہیں، خود اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت میں فرق رکھا ہے؛ اس لیے مساوات (Equal rights) کا نعرہ لگانا عقل، سمجھ اور شریعت سے دور کی بات ہے، مرد و عورت دونوں کی جسمانی

بناوٹ، صلاحیتیں اور مزاج بالکل الگ الگ ہیں، پھر مساوات کیسے؟

یہ ان لوگوں کا نعرہ ہے جو عورتوں کے جسم سے ناجائز طریقے سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، وہ مساوات کی آڑ میں عورتوں کا استیصال (શોષણ) کرنا چاہتے ہیں۔

کیا کبھی یہ ہوسکتا ہے کہ مرد بچوں کو جننا شروع کردے، یہ نہیں ہوسکتا اس کے لیے صرف عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، پھر مساوات و برابری کیسے ممکن ہے؟

ایک لطیفہ

ہمارے جامعہ ڈابھیل کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا ایوب صاحب اعظمیؒ فرماتے تھے: پہلے سبزی گھی سے بنتی تھی، اب گھی سبزی سے بنتا ہے (سبزی سے بنا ہوا گھی؛ یعنی Veg ghee کی طرف اشارہ ہے)۔

پہلے عورت جنتی تھی، اب پورا عالم جنتا ہے (عوام کے مجموعے کو گجراتی زبان میں جنتا (જનતા) کہتے ہیں)۔

حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے نام ”مریم“ رکھا

جب لڑکی پیدا ہوئی تو حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے اس کا نام ”مریم“ رکھ دیا، قرآن میں ہے: ﴿وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ﴾ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے۔

اس نام کے ذریعے انھوں نے اچھی فال لی کہ اس بچی کا ہر کام اس کے نام کے مطابق ہوجائے۔

اولاد کے اچھے نام اور اس کے اچھے اثرات

دینی بہنو! اپنی اولاد کے اچھے نام رکھنے ہیں، اچھے نام کے اچھے اثرات اولاد پر

پڑتے ہیں، ''مریم'' عبرانی زبان کا لفظ ہے، اس کا معنی ''عبادت کرنے والی'' ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ: ان کی والدہ نے ان کا نام مریم اِس نیت سے رکھا کہ میری بیٹی عبادت گذار بن جائے، اللہ تعالیٰ کے یہاں والدہ کا یہ جذبہ مقبول ہوا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا واقعی بڑی عبادت گذار بنی۔ (روح المعانی: ۲/۱۳۰)

کون سے اچھے نام ہیں؟

بڑا سوال یہ ہے کہ اچھے نام کا معیار کیا ہے؟

کسی ہیرو، فلمی اداکار یا فلمی اداکارہ یا کھیل کود والے مرد وعورت کے نام کو اچھا کہا جائے گا؟ یہ تو میں نے عرف کے لحاظ سے کہہ دیا؛ دوسری طرف حقیقت یہ ہے کہ جن کو دنیا کے لوگ ہیرو کہتے ہیں وہ زیرو (صفر) ہیں، یہ ہیرے نہیں، کیڑے ہیں، جو انسانیت کے لیے گمراہی کا ذریعہ بنے، وہ کبھی ہیرو نہیں ہوسکتا۔

بہت سے نام جو کبھی لوگوں میں متعارف نہیں تھے، اب کھیل والوں یا فلم والوں کے نام کی وجہ سے مسلمانوں میں عام ہو رہے ہیں۔

ایک صاحب مجھ سے سوال کرنے آئے: ''ثانیہ'' نام رکھنا ہے، کیا معنی ہوتا ہے؟ میں نے کہا: کوئی دوسرا نام رکھ لو؛ اس لیے کہ جس نسبت سے (ایک کھیل میں معروف لڑکی کا نام) آپ بیٹی کا نام ''ثانیہ'' رکھنا چاہتے ہیں، وہ درست نہیں ہے۔

اچھے نام کا معیار یہ ہے کہ قرآن میں نبیوں کے مبارک نام آئے ہیں، احادیث میں صحابہ، صحابیات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کے مبارک نام آئے ہیں، اس کو معیار بنایا جائے۔

گجرات والوں کی ایک خوبی

پہلے ہمارے یہاں مشہور خطیب حضرت مولانا عبد المجید ندیم شاہ صاحبؒ تشریف لاتے تھے، بیرون کے ممالک میں بھی اہلِ گجرات کو مولانا کا میزبان ہونے کا شرف حاصل ہوتا تھا، ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ: نبیوں کے مبارک ناموں پر تو گجراتیوں نے قبضہ کر رکھا ہے، جس کو نام پوچھو: موسیٰ، آدم، یحییٰ، ہارون، صالح وغیرہ۔

الحمدللہ! ہمارے علاقوں میں یہ نام بہ کثرت استعمال ہوتے ہیں۔

ابوداؤد شریف میں ایک روایت ہے، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز تم اپنے اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤگے؛ اس لیے اپنے اچھے نام رکھا کرو۔ (ابوداؤد)

نامناسب نیت سے نام رکھنے کی ایک معروف مثال

آج سے آٹھ دس برس پہلے مسلمانوں میں ایک شہرہ تھا کہ اپنے لڑکوں کے نام عمران رکھتے تھے، میں لوگوں سے کہتا تھا: عمران نام قرآن میں آیا ہے، بہت اچھا نام ہے، اللہ کے ایک نیک بندے کا نام ہے؛ لیکن اب مسلمان اولاد کا نام عمران اس لیے رکھتے ہیں کہ پاکستان کی کرکٹ ٹیم کے کپتان کا نام عمران ہے۔

دیکھو! نیت میں فرق ہو جائے تو بات کیسی بدل جاتی ہے کہ اگر عمران نام تم اس نیت سے رکھو کہ قرآن میں یہ نام آیا ہے، اللہ کے نبی کے خاندان میں سے ایک فرد کا نام ہے تو بہت اچھی بات ہے؛ لیکن لوگ یہ نام رکھتے ہیں اس لیے کہ وہ ایک کھلاڑی کا نام ہے، نیت بدل گئی تو اس کا اثر اور فائدہ بھی بدل جائے گا۔

بچوں کے نام کون رکھے؟

قرآنِ مجید کی اِس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم کی والدہ نے ان کا نام رکھا تھا، ہمارے یہاں بس پھوپھیوں نے نام رکھنا اپنا حق سمجھ رکھا ہے، ان سے رائے مشورہ نہ لوتو وہ ناراض ہو جاتی ہیں، یہ رواج غلط ہے، پتا نہیں کس طرح ہمارے معاشرے میں یہ آ گیا؟ قرآنِ مجید کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ خود بچے کی ماں بھی اولاد کا نام رکھ سکتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام بھی آپ کی والدہ ہی نے رکھا ہے۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی دعا

یہ حنّہ اتنی نیک عورت تھی کہ بیٹی پیدا ہوئی تو فوراً اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور کہا:

وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِكَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾

ترجمہ: اور میں اس (لڑکی) کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی حفاظت میں دیتی ہوں۔

یعنی اے اللہ! آپ میری اس بیٹی مریم کو شیطان سے بچا کر رکھنا اور میری بیٹی مریم کی جو اولاد ہوں، ان کو بھی تو شیطان سے بچا کر رکھنا۔

ولادت کے وقت شیطان کی حاضری

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ يَطْعُنُ الشَّيْطَانُ فِيْ جَنْبَيْهِ بِإِصْبَعِهِ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيْسٰى بْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعُنُ فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ. (بخاری، کتاب بدء الخلق، باب

صفة ابلیس و جنوده، حدیث: ۳۲۸۶)

ترجمہ: حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ہر انسان کے پیدا ہونے کے وقت شیطان اپنی انگلی سے اس کے پہلو میں کچوکے لگاتا ہے (یعنی اس کے پہلو کو دباتا ہے اور بچہ شیطان کے چھونے سے روتا ہے) سوائے مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کے، جب انھیں کچوکے لگانے گیا تو پردے پر لگا آیا تھا (جس کے اندر بچہ رہتا ہے)۔

پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝۳۶

ترجمہ: اور میں اس (لڑکی) کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی حفاظت میں دیتی ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مریم اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ کو شیطان نے ولادت کے وقت نہیں چھویا، اِس سے معلوم ہو کہ اولاد کو شیطان سے اللہ کی پناہ میں دیتے ہوئے ہمیشہ شیطانی کوشش سے بچائے رکھنے کی فکر کرنی چاہیے۔

بچوں کی حفاظت کے لیے بہترین دعا

صحیح بخاری شریف میں بچوں کی حفاظت کے لیے خاص دعا آئی ہے:

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ. (بخاری، کتاب الانبیاء، حدیث: ۳۳۷۱)

ترجمہ: میں اللہ کے پورے پورے کلمات کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں، ہر ایک شیطان اور زہر والے جانور سے اور نقصان پہنچانے والی بری نظر سے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے لیے خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ بھی ان کلمات سے پناہ مانگتے اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے لیے ان کلمات سے پناہ مانگتے تھے۔

ماں کی فکر

میری دینی بہنو! اس زمانے کی عورتیں کیسی تھیں کہ ابھی تو بچہ پیٹ میں تھا، پھر بچہ پیدا ہوا ہے اور اس کے مستقبل (Future) کے لیے کتنی بڑی بڑی نیک امیدیں، نیک آرزوئیں اور نیک دعائیں اللہ سے کر رہی ہیں، کیسی وہ عورتیں تھیں!!!

منت پوری کرنے کا جذبہ

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے اللہ سے دعا کرنے کے بعد ارادہ کیا کہ: مجھے میری منت پوری کرنی ہے، اپنی معصوم لڑکی کو گود میں اٹھایا اور بیت المقدس کی طرف روانہ ہوگئیں۔

اندازہ لگاؤ میری دینی بہنو! ابھی تو بچی پیدا ہوئی اور ماں کو فکر ہے کہ میں نے اللہ کے سامنے نیت کی تھی کہ اس کو اللہ کے دین کے لیے دے دوں گی تو فوراً نام رکھا اور نام رکھ کر دعا کی اور بچی کو ایک کپڑے میں لپیٹا اور اس کو لے کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوگئی، سبحان اللہ! کیسی جذبہ والی ماں ہے!

کہتے ہیں کہ: حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت عمران کا تو انتقال ہو چکا تھا؛ گویا حضرت مریم یتیم ہو کر پیدا ہوئی، ہمارے حضور ﷺ بھی یتیم ہی پیدا ہوئے تھے۔

ماں اور بیٹی بیت المقدس میں

اس یتیم بچی کو لے کر ماں حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا مسجدِ اقصیٰ کے دروازہ پر جاتی ہے، وہاں پر بہت سارے اللہ کے نیک بندے رہتے تھے، ان سے جا کر کہا کہ: میں اپنی چھوٹی سی بچی کو لے کر آئی ہوں، تم میری بچی کو اللہ کے دین کے لیے قبول کرلو۔

سارے کے سارے اللہ کے نیک بندے جو بیت المقدس میں رہتے تھے، سب جمع ہو گئے، حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے صاف صاف بات کی کہ: مجھے معلوم ہے؛ اللہ کے گھر کی خدمت کے لیے لڑکوں کو فارغ کر کے دیتے ہیں اور میں تو لڑکی لے کر آئی ہوں، لڑکی کو حیض وغیرہ بھی پیش آتا ہے، یہ مسئلہ بھی ہے۔ (روح المعانی: ۳/ ۱۳۳)

حیض آنا بعض مرتبہ عجیب رحمت بنتا ہے

جب حضرت نبیٔ کریم ﷺ زندگی کا آخری حج کرنے کے لیے تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمرہ باقی رہ گیا، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حیض سے پاک ہو گئیں تو حضور ﷺ نے ان کے بھائی حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ: تمھاری بہن کو لے کر "تنعیم" جاؤ اور وہاں سے احرام باندھ کر لے آؤ اور عمرے کی قضا کرلو۔ (بخاری، کتاب المناسک، حدیث: ۱۵۵۶)

میری دینی بہنو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آنا اور عمرہ قضا ہو جانا، قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے رحمت بن گیا کہ آج مکہ میں رہتے ہوئے جس کو بھی عمرہ کرنے کا ارادہ ہو، تو وہاں چلے جاؤ جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا احرام باندھنے گئی تھیں اور

وہاں سے احرام باندھ کر آؤ اور عمرہ کرلو۔

تنعیم میں جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے احرام باندھا تھا، آج اس جگہ عالی شان مسجد بنی ہوئی ہے، جس کو "مسجدِ عائشہ" کہا جاتا ہے اور وہیں سے لوگ عمرے کا احرام باندھتے ہیں۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے منت پوری کی

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ بچی ہے، جس کے متعلق طبعی طور پر بہت سارے مسائل ہیں، پردے کا مسئلہ بھی ہے، یہ سب مسائل ہیں؛ لیکن میں اپنی لڑکی واپس گھر نہیں لے جاؤں گی، میں نے اللہ سے منت مانی ہے، منت پوری کر کے رہوں گی۔

بیت المقدس کے عالموں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ جب یہ عورت اتنا مبارک جذبہ رکھتی ہے تو ہم اس لڑکی کو اللہ کے گھر کی خدمت کے لیے رکھ لیتے ہیں۔ (روح المعانی: ۲/ ۱۳۳)

ارشاد فرمایا: ﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا﴾

ترجمہ: پھر اس (لڑکی) کو ان کے رب نے اچھی طرح قبول کرلیا اور بہترین طریقے سے اس کو بڑھایا۔

کیسی جذبے والی عورت ہوگی! اللہ تعالیٰ نے ان کے جذبے کی رعایت کی اور ان کی لڑکی کو قبول فرمالیا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے پاکیزہ جذبات رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ذوقِ عبادت اور ان پر اللہ کی عنایتوں کا عجیب واقعہ

(پہلی قسط)

مختصر تعارف

نام: مریم بنتِ عمران۔

خاندان: آپ حضرت داؤد علیہ السلام کی خاندان اور نسل میں سے تھیں۔

آپ بنی اسرائیل کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔

آپ بیت المقدس کے معزز امام: حضرت عمران کی بیٹی تھیں۔

آپ نے تمام بنی اسرائیل میں نہایت اعلیٰ قسم کی نشو ونما پائی تھی۔

''مریم'' عبرانی زبان کا لفظ ہے،اس کا معنیٰ ہے'عابدہ''؛یعنی عبادت کرنے والی، اللہ کے لیے خدمت کرنے والی۔

آپ کی نشو ونما اللہ کی طرف سے حیرت انگیز طریقے پر ہوئی؛ چناں چہ آپ ایک دن میں عقل و معرفت کے اعتبار سے اتنی بڑھ گئیں جتنا نومولود بچہ ایک سال میں نشو ونما پاتا ہے۔

آپ جنت میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ہوں گی۔

قدس میں مسجدِ اقصیٰ کے قریب آپ کی قبر مبارک ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی،اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

وَ کَفَّلَهَا زَکَرِیَّا ۚ کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ (اٰل عمران)

ترجمہ: اور اس (اللہ تعالیٰ) نے وہ لڑکی زکریا (علیہ السلام) کی نگرانی میں دے دی جب کبھی زکریا (علیہ السلام) اس (مریم) کے پاس مسجد میں (یعنی عبادت اور رہنے کے حجرے میں) آتے تو اس کے پاس کھانے کی کوئی نہ کوئی چیز پاتے، اس (زکریا علیہ السلام) نے پوچھا: اے مریم! یہ چیزیں تیرے پاس کہاں سے آئیں؟ تو اس (مریم) نے جواب دیا کہ: وہ (کھانے کی چیزیں) اللہ تعالیٰ کے یہاں سے (آئی) ہیں، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے حساب رزق دیتے ہیں ﴿۳۷﴾

قرآنِ مجید کی اِن آیات میں اللہ کی بہت زیادہ عبادت کرنے والی ایک نیک بندی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا پورا قصہ قرآن کی دو الگ الگ سورتوں میں آیا ہے، اس میں بہت ساری نصیحت اور فائدے کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ ان باتوں کو سن کر، پڑھ کر ہم سب کو بھی ایسا ذوقِ عبادت عطا فرمائے۔

بنی اسرائیل کا تعارف

بنو اسرائیل ایک خاندان کا نام ہے، یہ کسی زمانے میں بہت نیک خاندان تھا، اللہ کے ہزاروں پیغمبر اِس خاندان میں پیدا ہوئے، حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی پیغمبر آئے تقریباً سب کے سب اِسی خاندان میں سے تھے، سینکڑوں برس تک نبوت و پیغمبری اِس خاندان میں رہی ہے۔

''بنو'' کا معنی: بیٹے، اور ''اسرائیل'' حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بارہ اولاد کو اور ان اولاد کے خاندان کو ''بنواسرائیل'' کہا جاتا ہے۔

اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کا ترجمہ ''اللہ کا بندہ'' ہوتا ہے، یعنی یہ بنواسرائیل: اللہ کے نیک بندے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں، یہ ان کو یاد دہانی کرائی کہ تم اللہ کے نیک بندے کی اولاد سے ہو؛ اس لیے تم کو بھی نیک اور اللہ کا بندہ بن کر رہنا چاہیے۔ (جلالین، ص:۸)

بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ''سَيِّدَةُ نِسَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ''؛ یعنی بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار کہا جاتا ہے۔

عظیم خاتون

حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہیں، یہ وہ عظیم خاتون ہیں جنھیں للہ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے بغیر مرد کے بیٹا عطا فرمایا تھا، یہ وہ مبارک عورت ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ غیب سے کھانے کے لیے پھل اور میوے عطا فرماتے تھے۔

بعض روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ جن پانچ عورتوں کو دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت حاصل ہے، ان میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا بھی ہیں۔ (طبری: ۳/ ۲۶۲)

یہ وہ عظیم عورت ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بہت ساری چھوٹی باتیں

بھی قرآنِ پاک میں بیان فرمائی ہیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت حنہ رضی اللہ عنہا کے واقعے میں ان کی پیدائش کا ذکر گزر چکا، اور یہ بھی آچکا کہ ان کی والدہ نے اپنی منت پوری کرتے ہوئے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بیت المقدس میں علما کے سپرد کر دیا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کفالت کون کرے؟

اب وہاں رہنے والے جتنے بھی بڑے بڑے علما اور اللہ کے نیک بندے تھے وہ سب بحث کرنے لگے، کوئی کہتا کہ: میں بچی کو رکھوں گا، کوئی کہتا کہ: میں بچی کو رکھوں گا، ہر ایک تیار ہے کہ اس لڑکی کی خدمت و پرورش میں کروں گا، اس کو میں بڑا کروں گا۔

مریم کے ابا حضرت عمران رضی اللہ عنہ مسجدِ اقصیٰ کے سابق امام تھے اور تقریباً سب موجودہ اماموں کے استاذ تھے؛ اس لیے انھوں نے چاہا کہ ہمارے بڑے بزرگ، ہمارے استاذ کی بیٹی ہماری خدمت میں رہے، ہم کو خدمت کرنے کا موقع ملے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی پیش کش

اس زمانے میں مسجدِ اقصی میں اللہ کے ایک نبی حضرت زکریا علیہ السلام رہتے تھے، آپ مسجدِ اقصی کے امام بھی تھے، حضرت زکریا علیہ السلام نے تمام عالموں سے فرمایا کہ: یہ بچی مجھے دے دو، اس کی کفالت میں کروں گا۔

اس کی وجہ ظاہر تھی؛ اس لیے کہ حضرت زکریا علیہ السلام اس وقت بیت المقدس کے بڑے امام تھے اور دوسری خاص وجہ بتائی کہ: مریم کی خالہ، حضرت زکریا علیہ السلام کی

بیوی ہیں، اور خالہ کا درجہ ماں کے برابر ہوتا ہے۔

ایک انوکھی تجویز

پھر بھی سب اماموں نے قبول نہیں کیا، پھر یہ طے ہوا کہ قرعہ اندازی کرو، جس کے نام کی چٹھی نکلے اس کو ہم مریم دے دیں گے۔ (طبری: ۳/ ۲۴۲-۲۴۳)

چناں چہ چٹھی ڈالی گئی، کیسی عجیب چٹھی! اللہ نے اس چٹھی ڈالنے کا منظر بھی قرآن میں بیان فرمادیا:

﴿وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾

ترجمہ: تم ان لوگوں کے پاس (اس وقت) موجود نہیں تھے جب وہ (بیت المقدس کے اس دور کے علما) اپنے قلموں کو (دریا میں) ڈال رہے تھے، (اپنی اس بات کو طے کرنے کے لیے) کہ ان سب میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا۔

یہ انتیس (۲۹) علما تانبے کے قلم سے اللہ کی کتاب تورات لکھتے تھے، طے یہ ہوا کہ وہ سب تانبے کے قلم لے کر ''نہرِ اُردُن'' کے کنارے پر جاتے ہیں اور اپنا اپنا قلم ندی کے پانی میں ڈال دیتے ہیں، جس کا قلم پانی میں سلامت رہے گا، وہ مریم کی پرورش کرے گا اور جس کا قلم پانی میں ڈوب جائے گا اس کو مریم کی پرورش کرنے کا موقع نہیں ملے گا، یہ فیصلہ ہوا؛ چناں چہ تمام علما ندی کے کنارے گئے اور سب نے اپنا اپنا قلم ڈالا۔

ایک عجیب بات

جب سب نے اپنے اپنے قلم ڈالے تو حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی اپنا قلم ڈالا،

نتیجہ یہ ہوا کہ تو سب علما کے قلم پانی میں ڈوبنے لگے، اور حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم پانی میں سلامت رہا۔

اِس واقعے میں دو معجزات ظاہر ہوئے:

① تانبے کا وزن دار قلم پانی میں ڈوبا نہیں، تیرنے لگا۔

② پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت میں بہنے لگا۔ (طبری: ۳/ ۲۴۲-۲۴۳)

یہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ تھا، لگتا ایسا ہے کہ خود باری تعالیٰ کو ہی یہ منظور تھا کہ حضرت مریم کی کفالت ان کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کریں، ارشاد فرمایا:

﴿وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾ اور زکریا اس کے سرپرست بنے۔

نیک صالح بندوں کی کفالت، پرورش اور تربیت میں ہونا بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔

ضرورتِ مرشد

ہر انسان کو اپنے اعمال اور احوال کی نگرانی کے لیے کسی نہ کسی مرشد کی ضرورت ہوتی ہے، کوئی دین دار، متقی، کامل علم و عمل والے، صاحبِ نسبت ولی، اللہ کے نیک بندے کو اپنا بڑا مان لیں، اور اپنے احوال و اعمال کا ان کو نگران بنائیں، اصلاحی ضروریات میں ان کے مشورے سے کام کریں، یہ بہت ضروری ہے۔

ایسے نگران آدمی کو ’’مرشد‘‘ کہتے ہیں، اسی کو ہم نے ’’پیر صاحب‘‘ کا لقب بھی دیا ہے، قرآن و حدیث اور سلفِ صالحین کے طرزِ عمل سے اس کی اہمیت اور ضرورت کا ثبوت ہوتا ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پرورش نورانی ماحول میں

فیصلہ ہوگیا کہ مریم کو حضرت زکریا علیہ السلام کے حوالے کردیا جائے، حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو گھر لے گئے، اللہ تعالیٰ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی ایک نبی کے ذریعہ تربیت کرانا چاہتے تھے؛ تاکہ ایک نبی کے گھر کا نورانی ماحول مل جائے اور وہ بھی اللہ کی نیک بندی بن جائے، ایسے تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے والد، ماں، خالہ، خالو، خالو کے بیٹے پورا گھرانہ متقی اور صالح لوگوں کا تھا۔

حیرت انگیز نشوونما

کہتے ہیں کہ: حضرت مریم رضی اللہ عنہا عجیب وغریب عورت تھی، قرآن میں ہے:

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا﴾

ترجمہ: پھر اس (لڑکی) کو ان کے رب نے اچھی طرح قبول کرلیا اور بہترین طریقے سے اس کو بڑھایا۔

ہمارے یہاں مدرسوں میں تفسیر کی ایک کتاب: جلالین شریف پڑھائی جاتی ہے اس میں لکھا ہے کہ ”عام طور پر بچہ ایک سال میں جتنا بڑھتا ہے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا ایک روز میں اتنا بڑھ جاتی تھیں اور بڑی ہوجاتی تھیں۔

صرف جوان ہی نہیں ہوئیں؛ بلکہ نیک ماحول اور عمدہ تربیت کی برکت سے حضرت مریم رضی اللہ عنہا بہت نیک مزاج، ایک بہت نیک زندگی گزارنے والی ہوگئیں؛ گویا حضرت مریم رضی اللہ عنہا میں دو طرح کی خوبیاں ہوئیں:

① بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت کرنے والی۔

②ان کا جسمانی بڑھاؤ بھی عام بچوں سے زیادہ ہی تھا۔(جلالین،ص:۵۰)

پیغمبر کی احتیاطی تدبیر

جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا بڑی ہوگئی تو حضرت زکریا علیہ السلام نے مسجدِ اقصی کے بالکل پڑوس میں ایک کمرہ خاص کروایا اوراس کمرے میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا قیام کروا دیا، حضرت زکریا علیہ السلام کو جب کبھی کہیں جانا ہوتا تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کواس کمرے میں رکھتے ، وہ پورا دن اس کمرے میں رہتیں، اللہ کی عبادت کرتیں، اور جب رات ہوتی تو حضرت زکریا علیہ السلام ان کو گھر لے جاتے اوران کی خالہ کے پاس لے جا کر رکھتے ، پھر صبح ہوتی تو مسجد میں لے آتے ،اور مسجد کے کمرے میں بھیج دیتے ۔(طبری:۳؍۲۴۴)

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم پھل

بعض مرتبہ حضرت زکریا علیہ السلام کو کہیں جانا ہوتا تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو کمرے میں چھوڑتے اور باہر سے تالا لگا دیتے تھے، سبحان اللہ! کیسی فکر رکھنے والے تھے!

اب اللہ کی عجیب قدرت دیکھو! یہ کوئی کہانی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ قرآن میں فرما رہے ہیں:﴿ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ﴾

ترجمہ: جب کبھی زکریا(علیہ السلام)اس(مریم) کے پاس مسجد میں(یعنی عبادت اوررہنے کے حجرے میں) آتے تواس کے پاس کھانے کی کوئی نہ کوئی چیز پاتے۔

حضرت زکریا علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں اور کمرے کا دروازہ کھول رہے ہیں، عجیب چیز دیکھتے ہیں کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس پھل اور فروٹ رکھے ہوئے ہیں!

حضرت زکریا علیہ السلام حیران ہیں کہ میں تو تالا لگا کر گیا تھا، پھر مریم کے پاس یہ

پھل فروٹ کہاں سے آتا ہے؟ یہ کون دے جاتا ہے؟

آج کل کے حالات میں ماں باپ کی ایک خاص ذمے داری

میری دینی بہنو! ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ ہماری اولاد کے پاس کیا کیا ہے؟ اس کی الماری میں، اس کے سونے کا کمرے (Bed room) میں کیا کیا ہے؟ یہ کبھی کبھی چیک کرنا چاہیے، ہم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے لیے الگ روم تو بنا دیتے ہیں، ان کو الگ الماری تو دے دیتے ہیں؛ لیکن کبھی کبھی چیک بھی کیا کریں، کہیں کوئی غلط چیز تو ان کے کمرے میں نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ حفاظت میں رکھے۔

آپ میری اِس جسارت کو معاف کرنا! کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے لڑکے کے کمرے میں کوئی ایسی چیز ہو جو اس کو کسی لڑکی (Girl friend) نے دی ہو، آپ کی جوان لڑکی کے کمرے میں کوئی ایسی چیز ہو جو اس کو کسی اجنبی لڑکے (Boy friend) نے دے رکھی ہو، اور لڑکے اور لڑکی کا ناجائز تعلق چل رہا ہو؛ اس لیے کبھی کبھی چیک کر لینا چاہیے، یہ ماں باپ کی بہت اہم ذمّے داری ہے۔

آج ہماری اولاد بہت ساری ایسی چیزیں استعمال کر رہی ہیں جن کے بارے میں ہمیں معلوم ہی نہیں کہ وہ کہاں سے لا کر وہ چیزیں استعمال کر رہی ہیں!

حضرت مریم رضی اللہ عنہا والا تقوے کا مقام تو ہے نہیں کہ غیب سے رزق آوے، ظاہر ہے کہ کوئی چھپا ہوا ناجائز تعلق ہوگا جس کی نحوست سے یہ سب چیزیں آ رہی ہیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ کرنے والا جواب

حضرت زکریا علیہ السلام نے سوال کیا: ﴿قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا﴾

اے مریم! یہ پھل فروٹ تم کو کون دے جاتا ہے؟ یہ کہاں سے آئے؟

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ﴿هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ﴾

یہ پھل مجھے میرے اللہ نے دیے ہیں، اللہ کے غیبی خزانے سے آئے ہیں۔

آگے کہتی ہیں: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ۳۷﴾

اللہ جس کو چاہتے ہیں بغیر حساب کے روزی دیتے ہیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کتنی نیک ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کے لیے پھل بھیجے!

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا، اللہ کی ولیہ اور پکی مؤمنہ تھیں، قرآن میں ان کے لیے ''صدیقہ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے: ﴿وَاُمُّهٗ صِدِّيۡقَةٌ﴾

ترجمہ: اور اس (عیسیٰ) کی اماں بڑی سچائی پر چلنے والی (یعنی ولیہ) تھی۔

صدیقیت: نبوت کے بعد دوسرے نمبر کا درجہ ہے۔

میری دینی بہنو! اگر تم نیک بن جاؤ گی، اللہ کی عبادت کرنے والی بن جاؤ گی، اپنی عفت کی حفاظت کرو گی تو اللہ تم کو بھی غیب سے روزی دینے کی قدرت رکھتے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ

اِس پر مجھ کو ایک حدیث یاد آ گئی، حدیث میں ایک بڑا عجیب قصہ آیا ہے، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کئی دنوں کے بھوکے تھے، آپ اپنی تمام بیویوں کے گھر گئے؛ تا کہ کسی کے پاس کچھ کھانا مل جائے؛ مگر تمام بیویوں نے جواب دیا: اللہ کے رسول! گھر میں کوئی چیز کھانے کے لیے نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اخیر میں اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے، فرمایا: فاطمہ! تمھارے ابا جان

بھوکے ہیں، کچھ کھانے کے لیے ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرے ابا! میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

اللہ، اللہ! حضور ﷺ کا خاندان کیسا تھا، تمام بیویوں کے پاس کچھ نہیں اور جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی کچھ نہیں!

میری دینی بہنو! اللہ کا شکر ادا کرو، اللہ نے ہم کو کھانے پینے کی کتنی نعمتیں دے رکھی ہیں۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے منع کر دیا تو حضور ﷺ وہاں سے نکل کر روانہ ہو گئے، اتنے میں ایسا ہوا کہ ایک باندی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک برتن میں دو روٹی اور ایک گوشت کا ٹکڑا لے کر آئی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش ہو گئیں اور ایک بڑے برتن میں جس کو ''لگن'' (آٹا گوندھنے کا برتن) کہتے ہیں، اس برتن میں وہ دو روٹی اور گوشت کا ٹکڑا رکھ دیا اور اس کو ڈھانک دیا، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک کو بھیجا کہ: جاؤ! تمھارے نانا حضور ﷺ کو بلا کر لے آؤ۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ دوڑ کر گئے، حضور ﷺ ابھی راستے ہی میں تھے، غرض! آپ ﷺ گھر تشریف لائے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل کا جذبہ کیسا ہے؟ وہ خود بھوکی ہیں، حسن و حسین بھوکے ہیں، شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بھوکے ہیں، پورا گھرانہ بھوکا ہے؛ لیکن جو دو روٹی ملی، وہ اللہ کے نبی ﷺ کو کھلا رہی ہیں، خود بھوکے رہنا پسند ہے، اپنے بچوں کو بھوکا رکھنا پسند ہے، اپنے شوہر کو بھوکا رکھنا پسند ہے؛ لیکن جذبہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کو کھلاؤں گی۔

جب حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: ابا جان! کھانا

قبول فرما لیجیے، میں نے آپ کے لیے رکھا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: بیٹی! وہ کھانا لاؤ! کہاں ہے؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ بڑا برتن لے کر گئی، برتن بہت بڑا تھا؛ مگر اس میں صرف دو روٹی اور ایک گوشت کا ٹکڑا تھا، حضور ﷺ نے وہ برتن طلب فرمایا اور کھولا، اللہ کی عجیب قدرت ظاہر ہوئی، وہ پورا کا پورا برتن روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا تھا، یہ اللہ کی غیبی مدد آئی کہ دو روٹی اور ایک ٹکڑا تھا؛ لیکن اللہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اخلاص اور محبت کی برکت اور آپ ﷺ کے معجزے کی بہ دولت برتن روٹیوں اور گوشت سے بھر دیا۔

آپ ﷺ نے پوچھا: اتنا سارا کھانا تمھارے پاس کہاں سے آیا؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بہت اچھا جواب دیا: یہ کھانا اللہ کے یہاں سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتے ہیں بغیر حساب کے روزی دیتے ہیں۔

یہ نہیں کہا کہ: فلاں دے گیا، شوہر کما کر لایا ہے، بیٹا کما کر لایا ہے۔

اللہ ہمارے لڑکے، لڑکیوں اور ہماری بہنوں کو ایمان ویقین سے بھرا ہوا ایسا جواب دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور ﷺ بہت خوش ہوئے، اور فرمایا: فاطمہ! آج تمھاری زبان سے وہ جواب نکلا ہے جو بنی اسرائیل کی سردار مریم کا جواب تھا۔ (تفسیر ابنِ کثیر: ۱/ ۴۷۰-۴۷۱)

نعمت پر اللہ تعالی کا شکر

امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اِس واقعے کو نقل فرمایا ہے، اس میں ایک اہم بات یہ بھی نقل فرمائی ہے کہ: جب یہ گوشت اور روٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس

آئی، تو فوراً آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا، درود شریف پڑھا اور جب نبیٔ کریم ﷺ نے بھی اس گوشت اور روٹی کو دیکھا تو اس پر اللہ کا شکر کیا۔

معلوم ہوا نعمت کے ملنے پر دل و زبان سے اللہ کا شکر ادا کرو، الحمد للہ پڑھو، کوئی بھی دینی، دنیوی نعمت ملے یا کوئی خوشی کی خبر پائے ہماری عادت اور مزاج ایسا بن جائے کہ فوراً اللہ کی تعریف اور شکر کے مبارک الفاظ زبان سے نکلے۔

بہر حال! حضور ﷺ نے وہ کھانا کھایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، انھوں نے پیٹ بھر کر کھایا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نے پیٹ بھر کر کھایا اور حضور ﷺ نے پھر اپنی تمام بیویوں کو پیٹ بھر کر کھلایا؛ لیکن ایسی برکت ہوئی کہ سب کے پیٹ بھر کھانے کے باجود اس برتن میں سے ذرا برابر کمی نہیں ہوئی، حضور ﷺ نے فرمایا: اڑوس پڑوس کے لوگوں اور محلے والوں میں تقسیم کردو۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۷۰-۴۷۱)

حقیقت ہے کہ اگر اللہ پر یقین ہو جائے، اللہ کی نعمت پر شکر کا جذبہ آجائے تو اللہ تعالیٰ غیب سے ایسی روزی عطا فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی قدرت پر یقین عطا فرمائے اور حضور ﷺ کی کامل محبت عطا فرمائے، آمین۔

عجیب عبادت

حضرت مریم رضی اللہ عنہا اللہ کی عجیب وغریب عبادت کرتی تھیں، اتنی لمبی لمبی نمازیں پڑھتی تھیں اور اتنی دیر تک اللہ کے سامنے کھڑی رہتی تھیں کہ ان کے دونوں ٹخنوں پر ورم آجاتا تھا، دونوں پیر سوجھ جاتے تھے، دونوں پیروں میں سے پیلے پیلے رنگ کا پانی -جس کو ہم اردو میں پیپ اور گجراتی میں (પરુ) کہتے ہیں- نکلنے لگتا تھا، ساتھ ہی جب

بیت المقدس کی خدمت کے لیے ان کی باری آتی تو اس کو بھی برابر انجام دیتیں اور ضروری حاجت کے علاوہ کبھی اس حجرے سے باہر نہ جاتی تھیں۔ (طبری: ۳/ ۲۶۴)

ہمارا حال

میری دینی بہنو! سوچنے کا مقام ہے کہ ایک عورت ذات اللہ کے سامنے اتنی دیر کھڑی رہے کہ دونوں پیر سوجھ جائے اور پیر میں سے پیپ نکلنے لگے، کیسی عبادت کرنے والی اللہ کی بندی ہوں گی۔ آج ہم لوگ فریاد کرتے ہیں کہ بیٹھے بیٹھے پیر درد کرنے لگتے ہیں، بیٹھے بیٹھے ہمارے پیر سوجھنے لگتے ہیں اور وہ اللہ کی نیک بندی تھیں، کہ عبادت کرتے کرتے ان کے پیر سوجھ جاتے تھے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کمرے میں بیٹھ کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے نے آکر ان کو بشارت سنائی۔

میری دینی بہنو! سوچنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیج کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو خوش خبری دے رہے ہیں، سبحان اللہ! وہ کیسی نیک عورت تھیں!

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ: اور (وہ واقعہ یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا کہ: اے مریم! یقینی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو منتخب فرما لیا ہے اور تجھے (ہر قسم کے گندے اخلاق واعمال سے) پاک رکھا ہے اور تمام عالم کی عورتوں پر تجھ کو چن لیا ہے۔

فرشتوں نے آکر کے کہا کہ: ① ﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ﴾

اے مریم! خوش ہوجا، اللہ نے تجھے منتخب کرلیا ہے، تو اللہ کی پسندیدہ ہے، تو اللہ کی پیاری ہے، اللہ کی ان نعمتوں پر جو خاص مجھ پر ہوئیں غور کر کہ: شروع ہی سے اللہ نے تم کو کیسا نوازا؟ عورت ہونے کے باوجود تجھے مسجد کی خدمت کے لیے قبول کرلیا، پھل وغیرہ کی عجیب کرامات عطا فرمائی۔

میری دینی بہنو! کتنی خوش نصیب ہے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کہ دنیا میں فرشتوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کہلوا رہے ہیں کہ تو میری چُنی ہوئی ہے۔

② ﴿وَطَهَّرَكِ﴾ اللہ نے تجھے ستھرا بنایا ہے، صاف ستھرے اخلاق والا بنایا، کیسا قدرتی نظم بنایا کہ کوئی مرد تجھ کو ہاتھ نہ لگائے، ظاہری و باطنی صفائی عطا فرمائی۔

③ ﴿وَاصْطَفٰكِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ دنیا کی تمام عورتوں پر اللہ نے تجھے عزت کا اونچا مقام عطا فرمایا۔

عورتوں کی سردار

اِس موقع پر آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں، اس آیت میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو کہا گیا: ﴿وَاصْطَفٰكِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾

مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ عورتیں اس دنیا میں ایسی گذری ہیں جو تمام عورتوں پر فضیلت رکھتی ہیں، یہ جنّت میں عورتوں کی سردار ہوں گی، یہ پانچ عورتیں جو اللہ کی برگزیدہ اور مقبول بندیاں ہیں، اس دنیا کی تمام عورتوں کی سردار ہیں:

① حضرت مریم رضی اللہ عنہا۔

② فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا۔

③ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا۔

④ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔

⑤ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ (طبری: ۲۶۲/۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ:

فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ، كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ. (بخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل عائشة، حديث: ۳۷۷۰)

ترجمہ: عائشہ کو تمام عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فضلیت ہے۔

''ثرید'' ایک کھانا ہے جو حضور ﷺ کو بھی بہت پسند تھا، آپ بھی سنت کی نیت سے ثرید بناؤ، سالن کے شوربے میں روٹی توڑ کر تیار کرلو، اس کو''ثرید'' کہتے ہیں، حضور ﷺ بہت پسند فرماتے تھے۔ دودھ وغیرہ میں روٹی توڑ کر بھی ''ثرید'' تیار کر سکتے ہیں۔

ثرید میں کفایت شعاری، نعمت کی قدردانی کے ساتھ ساتھ لذت بھی ہے اور جلدی ہضم بھی ہوجاتا ہے۔

نعمت کی قدردانی

حرمین شریفین کی مسعود حاضری کے موقع پر اہلِ حرمین کے یہاں اپنے بزرگوں کے طفیل دعوتِ طعام کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

مدینۂ منورہ میں میرے مرشدِ ثانی: حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی کے ایک عرب شاگرد: شیخ عبدالحلیم ہیں، ان کے یہاں اکثر پُرتکلف دعوت ہوتی ہے۔ایک مرتبہ مسجدِ نبوی (علی صاحبها علیه الصلوۃ والسلام) میں فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد شیخ کی گاڑی میں مختلف متبرک مقامات پر حاضری ہوئی، واپسی میں شیخ کے یہاں ناشتے کی دعوت تھی، ناشتے میں لذیذ ثرید بھی تھا۔

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ: روزانہ جو روٹی پوری یا ایک آدھ ٹکڑا کھانے سے بچ جاتا ہے، اس کو اہتمام سے حفاظت سے رکھا جاتا ہے، پھر جب چند روٹیاں جمع ہوجاتی ہیں، وہ خشک ہوچکی ہوتی ہیں اس کو شوربہ میں بھگو کر اس سے ثرید بناتے ہیں، کبھی دودھ میں بھگو کر شہد ڈال کر میٹھا ثرید بھی تیار کرتے ہیں۔

یہ بات سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ روٹی کے ٹکڑوں کی کیسی قدردانی یہ لوگ کرتے ہیں، اور ہم بے دھڑک اس کو ادھر ادھر پھینک دیتے ہیں۔ اِس طرح روٹی کو جمع کیا جائے تو اس سے نعمت کی قدردانی بھی ہوگی، لذیذ ثرید والی سنت سے بھی آسانی سے محظوظ ہوتے رہیں گے اور حدیث شریف پر عمل بھی ہوجائے گا کہ روٹی کا اکرام کرو۔

جامعہ ڈابھیل میں میرے بعض اساتذہ کے گھروں کے متعلق بھی اس طرح سے ثرید بنانے کا معمول سنا تھا۔

دارالعلوم دیوبند کے طلبہ کا عمل

جب میں جامعہ ڈابھیل میں درجۂ عربی دوم میں متعلم تھا، تو دارالعلوم دیوبند میں پہلی مرتبہ حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، دیکھا کہ طلبہ کے حجروں میں ٹوکرے رکھے

ہوئے ہیں، جن میں خشک روٹی کے ٹکڑے جمع ہیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا یہاں طلبہ کو جو کھانا دیا جاتا ہے، جب اس میں سے روٹی بچ جاتی ہے تو طلبہ اس کو جمع کرتے ہیں، اہلِ دیوبند خود طلبہ کے حجروں سے وزن کر کے وہ خشک روٹی خرید کر لے جاتے ہیں اور اس کو پانی میں بھگو کر جوش دے کر بھینس، گائے، بکریوں کو کھلاتے ہیں، اس سے جانور فربہ اور موٹے ہوتے ہیں، دودھ بڑھ جاتا ہے۔ اِس طرح طلبہ کے لیے اسی خشک نان کی قیمت سے چائے کے خرچ کا نظم ہو جاتا ہے۔

شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ

مدینۂ منورہ میں حضرت مولانا اسماعیل صاحب بداتؒ کے یہاں ایک مرتبہ دعوت میں دیکھا کہ خشک روٹیوں کو شیخ عبدالوحید صاحب دہلوی جیسے آدمی خود اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اپنی گاڑی میں رکھ رہے ہیں، دریافت کرنے پر پتا چلا کہ وہ ان روٹیوں کو لے جا کر اونٹوں کو کھلائیں گے۔ بہت خوشی ہوئی کہ نعمت کی قدردانی ہو رہی ہے، اس کو ضائع ہونے سے بچایا جا رہا ہے، اس طرح کفایت شعاری اور نعمت کی قدردانی کا مزاج بنانا چاہیے، خاص کر جن مقامات پر ضرورت سے فراغت کے بعد کا کھانا لے جانے کے لیے فقرا، مساکین، گھر کے خدام نہ ہوں وہاں اس طرح کی کسی مناسب تدبیر سے نعمت کو ضائع ہونے سے بچانا چاہیے۔

اونچا مقام زیادہ عبادت

میری دینی بہنو! اگر اونچا مقام چاہیے تو اللہ کی ویسی عبادت بھی کرنی پڑتی ہے، جب عورت اخلاص سے زیادہ عبادت کرتی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اونچا مقام عطا فرماتے

ہیں، نیز اونچا مقام ملنے کی شکر گزاری بھی عبادت میں زیادتی ہے۔ ارشاد ہوا:

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ: اے مریم! تو اپنے رب کی بندگی میں لگی رہ اور تو سجدہ کرتی رہ اور تو رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہ۔

روایت میں ہے کہ خود فرشتوں نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے روبرو یہ بات کی تھی۔

(طبری: ۳/ ۲۶۳)

حضرت مریم رضی اللہ عنہا میں خداداد خوبیاں

میری دینی بہنو! حضرت مریم رضی اللہ عنہا میں کتنی خوبیاں تھیں:

① وہ اللہ کی بہت عبادت کرنے والی تھیں۔

② دنیا سے ان کو کوئی رغبت نہیں تھی۔

③ وہ بڑی شریف عورت تھیں، بہت پاک دامن عورت تھیں۔

④ پیدائش کے وقت شیطان کے انگلی لگانے سے اور شیطان کے وسوسہ سے ان کو بچایا گیا تھا۔

⑤ اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع سے رہنے والی عورت تھیں۔

⑥ کثرت سے رکوع وسجدہ؛ یعنی نماز ادا کرنے والی تھیں۔

⑦ آپ کو اللہ کے دین کے کام کے لیے وقف کردیا گیا تھا۔ یہ خوش نصیبی آپ سے پہلے کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی۔

جنت پر کسی کا ٹھیکہ نہیں

میری دینی بہنو! جب ماں اتنے اونچے درجے کی ہوتی ہے تو اللہ اس کی گود میں بیٹا بھی اسی درجے کا عطا فرماتے ہیں، اگر اونچا درجہ چاہیے تو نیک بن جاؤ، پاک دامن بن جاؤ، شریف بن جاؤ، اللہ بہت اونچے مقامات عطا فرمائیں گے۔

جنت پر کسی کا ٹھیکہ نہیں ہے، جنت تو اچھے اعمال پر ملتی ہے، جنت تو نیکیوں کی برکت سے، اللہ کے فضل سے ملتی ہے، اپنے آپ کو اچھا بنانے پر ملتی ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ایک بات پھر میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں، شاید پہلے سنا چکا ہوں، ایک مرتبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی، جنت کی عورتوں کی سردار، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے: بیٹی فاطمہ! یہ بات یاد رکھنا کہ: تو اللہ کے نبیوں کے سردار کی بیٹی ہے، تو یہ چیز تجھے جنت میں نہیں لے جائے گی۔

حدیث میں ہے:

عن ابی هريرة رضي الله عنه: قال قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ. (المسلم: كتاب الذكر والدعاء و التوبة و الاستغفار حديث: ٢٦٩٩)

یعنی جس کے اعمال کمزور ہوں گے، جس کے اعمال ڈھیلے ڈھیلے ہوں گے، اس کی خاندانی نسبت اس کو اڑا کر جنت میں نہیں لے جائے گی۔

اگر جنت میں جانا ہے تو تجھے بھی نیک اعمال کرنے پڑیں گے۔

اللہ کی قدرت کی عجیب نشانی

اللہ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو کتنا بڑا تحفہ عطا فرمایا؟

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾

(وہ وقت بھی یاد کرو) جب کہ فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنے ایک کلمے کی (پیدائش کی) خوش خبری دیتے ہیں، جس کا نام ''مسیح عیسیٰ'' ہوگا جو دنیا اور آخرت میں بڑے مرتبے والا ہوگا اور (اللہ تعالیٰ کے) مقرب بندوں میں سے ہوگا﴿۴۵﴾ اور وہ (عیسیٰ) گہوارے میں اور بڑی عمر (یعنی اڈھیر پن) میں لوگوں سے بات کرے گا اور وہ (اللہ تعالیٰ کے) نیک بندوں میں سے ہوگا﴿۴۶﴾

حضرت مریم رضی اللہ عنہا اللہ کی عبادت میں لگی ہوئی ہیں، مردوں سے اپنے آپ کو بچائے ہوئے ہیں، اللہ کے فرشتے نے آ کر خوش خبری دی:

اے مریم! اللہ تعالیٰ تجھے اپنی قدرت کی نشانی بنانا چاہتے ہیں، اللہ تیری گود میں ایک بیٹا دینا چاہتے ہیں، اور وہ بیٹا کیسا ہوگا؟

اس کو اللہ نے عجیب خوبیوں اور کمالات والا بنایا ہے، اللہ اس کو حیرت انگیز معجزات عطا فرمائیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خوبیاں اور عجیب معجزات

① اس میں ایک خوبی یہ ہوگی: ﴿بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ﴾
یعنی بغیر کسی مرد کے بہ راہِ راست اللہ کے ''کلمۂ کُن'' سے پیدا ہوں گے۔

عام طور پر انسانوں کی پیدائش میں مرد وعورت دونوں کا حصہ ہوتا ہے؛ لیکن تمھارے اس بچے کو بغیر مرد کے اللہ محض اپنے حکم سے کلمۂ کن سے پیدا فرمائیں گے

(۲) اس بیٹے کا نام بھی اللہ نے بتادیا:

﴿اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ﴾

یعنی ان کا نام ''عیسیٰ'' ہوگا اور لقب ''مسیح'' ہوگا۔

بعض لوگ اپنی اولاد کے دودو نام رکھتے ہیں یا نام کچھ اور ہے اور پیار سے ''مُنّا''، ''گورا'' وغیرہ کہہ کر بلاتے ہیں، اس کو ''لقب'' کہتے ہیں۔

مسیح کا معنیٰ ''سفر کرنے والا'' ہوتا ہے؛ یعنی وہ دنیا میں دین کے لیے بہت زیادہ سفر کریں گے۔

دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ: آپ کی ذات سے گندگیاں صاف کردی گئیں، آپ کو گناہوں سے پاک رکھا گیا، آپ کو یہ خوبی بھی عطا کی گئی کہ بیمار کو ہاتھ لگاتے تو وہ آپ کا مبارک ہاتھ لگنے سے ٹھیک ہوجاتا، نیز آپ کا وجود بہت سی برکتوں کا ذریعہ ہے۔

عیسیٰ کا معنیٰ ''سردار'' ہوتا ہے؛ گویا جو نام اور لقب آپ کے لیے تجویز کیا گیا اس میں بھی بڑی برکت اور بھلائی ہے۔

(۳) تیسری خوبی یہ ہوگی کہ: ﴿وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾

یعنی دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کو اونچا مرتبہ عطا فرمائیں گے، طعن اور بدنامی سے اللہ تعالیٰ ان کو بچا کر رکھیں گے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ کے دل میں یہ ڈر تھا کہ لوگ تہمت لگائیں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے اِس لفظ سے تسلی عطا فرمائی کہ: ڈرو نہیں، ہم ان کے نسب کے بارے

میں جو الزام لگے گا، اس کو علی الاعلان دور کر دیں گے، اور آخرت میں سب کے سامنے براءت (پاک دامنی) کا اعلان ہوگا، اِن شاء اللہ!

④ چوتھی خوبی یہ ہوگی کہ:

﴿وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾

یعنی اللہ کے خاص مقرب بندوں میں سے ہوں گے۔

⑤ پانچویں خوبی یہ ہوگی:

﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ﴾

یعنی ماں کی گود میں ہوں گے تب بولیں گے، ابھی تو دودھ پی رہے ہیں، ابھی پیدا ہوئے ہیں یا صرف چالیس دن کی عمر ہوئی ہے اور بولنے لگیں گے۔

اِس میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو تسلی دی گئی کہ: گھبراؤ نہیں! لوگ الزام لگائیں گے تو تمھارا بچہ بول کر تمھارے بری ہونے (بے قصور) کا اعلان کرے گا۔

⑥ چھٹی خوبی:

﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا﴾

پوری عمر میں بھی بولیں گے؛ یعنی جس عمر میں عقل پوری ہوتی ہے اس عمر میں بھی بولیں گے، جیسے چالیس سال کے بعد کی عمر، ایسے تو اس عمر میں سب انسان بولتے ہیں؛ لیکن آپ کا اِس عمر میں بولنا ایک معجزہ ہے؛ چوں کہ آسمان پر اٹھائے جانے تک میں یہ کہول (اڈھیر) عمر نہیں ہوئی تھی، تقریباً! تینتیس (۳۳) سال کی عمر میں آپ اٹھا لیے گئے، اب جب دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو اس وقت بات فرمائیں گے۔

⑦ ساتویں خوبی:

﴿وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

نہایت درجے کے نیک اور صالح ہوں گے،نبیوں میں یہ خوبی خاص ہوتی ہے۔

⑧ آٹھویں خوبی:

﴿وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ﴾

اللہ ان کو آسمان سے انجیل کتاب اور نبوت وحکمت دیں گے۔

⑨ نویں خوبی یہ ہوگی کہ:

﴿اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾

ان کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ ایسا معجزہ دیں گے کہ وہ مٹی سے چڑیا بنائیں گے، پھر اللہ کے مبارک نام سے پھونک مار کر اس چڑیا کو زندہ کر دیں گے۔

⑩ دسویں خوبی یہ ہوگی کہ: قیامت کے دن وہ جس کی شفاعت کریں گے، وہ قبول ہو جائے گی۔

⑪ گیارہویں خوبی یہ ہوگی کہ: ﴿وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ﴾

جو بچے ماں کے پیٹ سے اندھے اور کوڑھ والے ہوں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو اچھا کر دیں گے۔

⑫ بارہویں خوبی یہ ہوگی کہ: ﴿وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾

مُردوں کو زندہ فرما دیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی کی قبر پر جاتے اور اس مردے کو اللہ کے مبارک نام سے آواز دیتے تو وہ مردہ زندہ ہو جاتا، بات چیت کرتا، پھر دوبارہ اس کا انتقال ہو جاتا۔

ایک قابلِ توجہ بات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبیوں کو زمانے کے حالات کے اعتبار سے معجزات عطا فرماتے ہیں، حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانے میں طب، حکمت، دوا، علاج، معالجے کی بڑی ترقی کا زمانہ تھا، Medical Science بہت آگے بڑھ رہا تھا؛ لیکن سارے حکیم، ڈاکٹر لوگوں کے پاس دو بیماریوں کی دوا نہیں تھیں:

① موت؛ یعنی مُردے کو زندہ کرنا۔

② ماں کے پیٹ سے عیب کے ساتھ آنے والے بچے کا علاج۔

اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں معجزے کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی تھیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بقیہ خوبیاں

⑬ تیرھویں خوبی یہ تھی کہ: ﴿وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ﴾

آپ کا اپنی مجلس میں دین سیکھنے کے لیے آنے والوں کو بتلا دیں گے کہ: تم نے کیا کھایا؟ گھر میں کیا کر کے آئے ہو؟ اور گھر میں کیا چیز بھر کر رکھی ہے؟

⑭ چودھویں خوبی یہ تھی کہ: ''تورات'' کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، اس کی بھی آپ نے تصدیق فرمائی، آپ لوگوں کو بتاتے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کتاب نازل ہوئی تھی وہ صحیح اور سچی تھی۔

گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں نبی ہونے کے ساتھ ساتھ ''مجدد'' بن کر تشریف لائے، تورات کے احکام، مسائل اور قانون کی تکمیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے ہوئی۔

نبیوں کی ایک خاص خوبی

اللہ کے نبیوں کی یہ خاص خوبی اور شان رہی ہے کہ وہ اپنے سے پہلے دنیا میں آنے والے ہر نبی کو سچا بتاتے ہیں اور جتنی کتابیں اتر چکیں ان کے بارے میں سچائی کا اعلان فرماتے ہیں؛ خصوصاً حضرت نبیٔ کریم ﷺ آخری نبی تشریف لانے والے ہیں، اس بات کا ہر نبی نے اپنے زمانے میں اعلان فرمایا۔

⑮ پندرھویں خوبی یہ تھی کہ: اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا، پھر دوبارہ دنیا میں زندہ اتارے جائیں گے اور آکر لوگوں کو دین سکھائیں گے اور اسی امتِ محمدیہ کے ایک امتی بن کر رہیں گے۔

غرض یہ ہے کہ ایسی ایسی عجیب خوبیوں اور کمالات والا بچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے جانے کی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بشارت ملی، ساتھ میں ان کو عجیب عجیب معجزات دیے گئے، اس کا بھی قرآن میں بیان آیا۔

جیسی ماں ویسی اولاد

میری دینی بہنو! ایک عورت جب نیک ہوتی ہے، پارسا ہوتی ہے، پاک دامن ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو صلاح وتقویٰ والا بیٹا دیتے ہیں۔

اگر ہماری بہنیں نیک بن جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی گود میں بھی نیک اولاد عطا فرمائیں گے، اگر ہماری بہنیں شکر گذار بن جائیں تو اللہ ان کی گود میں شاکر، ذاکر اولاد عطا فرمائیں گے، جیسی ماں ویسی اولاد۔

اگر ہماری بہنیں نیک بن جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو اپنے زمانے کا ولی،

قطب اور ابدال بنائیں گے، عالم، مفتی، ذاکر، دین کا داعی بنائیں گے، ان کی اولاد اللہ کی فرماں بردار اور کامل مسلمان ہوگی۔

ایسی ہی کامل فرماں برداری والی اولاد کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مانگی تھی: ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ﴾

ترجمہ: اے ہمارے رب! اور آپ ہم کو اپنا پورا فرماں بردار بنا دیجیے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت (یعنی امت) پیدا کر دیجیے جو آپ کی پوری فرماں بردار ہو۔

صحیح بات یہ ہے کہ ''بڑی اولاد عظیم ماؤں کے پیٹ سے دنیا میں آیا کرتی ہیں'' اس لیے تمھاری زندگی اسلامی بنے گی تو ان شاء اللہ! تمھاری اولاد بھی دین دار بنے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے پیدا ہوئے؟ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو کیسے ولادت ہوئی؟ وہ عجیب واقعہ سورۂ مریم میں ہے، ان شاء اللہ! آئندہ مجلس میں پورا واقعہ میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔

اللہ تعالیٰ ہماری ماں بہنوں کو اِن باتوں کو سمجھ کر ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

حضرت مریم رضی اللہ عنہا

(دوسری قسط)

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا عجیب واقعہ)

اِس بیان کے چنندہ جواہر پارے

اگر کوئی شیطان صفت انسان آپ کی طرف گندی نیت رکھتا ہو تو اس کو اللہ کے نام سے ڈراؤ، یہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا دیا ہوا مبارک سبق ہے۔

ایک لفظ ہے ''لڑکا'' دوسرا لفظ ہے ''لڑکی'' دونوں کے آخر سے ''کا'' اور ''کی'' نکال دو، باقی رہے گا ''لڑ، لڑ'' یعنی دونوں جو تنہائی میں ملے، غلط طریقے سے ملے تو لڑائی: یعنی گناہ وجود میں آئے گا۔

''جیسی کرنی ویسی بھرنی'' آج تم نے تمھارے ماں باپ کا دل دکھایا، کل تمھاری اولاد تمھارا دل دکھائے گی، یہ خدا کا نظام ہے۔

حدیث شریف میں یہ مضمون آیا ہے کہ: تم تمھارے والدین سے اچھا برتاؤ کرو، تمھاری اولاد تمھارے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گی۔ (الترغيب والترهيب: ۲۹۴/۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾
فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾
قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ
لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ (مریم)

ترجمہ: اور (اے نبی!) تم اِس کتاب (قرآن کے خاص حصے) میں مریم کا بھی تذکرہ کرو، جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہوکر ایک ایسے مکان (جگہ) میں چلی گئی جو مشرق میں تھا ﴿۱۶﴾ پھر اس (مریم) نے (اپنے اور) ان (لوگوں) کے درمیان میں پردہ ڈال دیا، سو ہم نے ان کے پاس اپنے ایک فرشتے (جبرئیل علیہ السلام) کو بھیجا جو اس (مریم) کے سامنے ایک مکمل انسان کی شکل میں ظاہر ہوا ﴿۱۷﴾ وہ (مریم) بولی: میں تجھ سے (اللہ) رحمٰن کی حفاظت چاہتی ہوں، اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہے (تو یہاں سے چلا جا) ﴿۱۸﴾ وہ (فرشتہ) بولا: میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں (اس لیے بھیجا گیا ہوں) تا کہ تجھ کو پاکیزہ لڑکا دوں ﴿۱۹﴾

بات حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے متعلق ہو رہی تھی، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی بڑی عبادت کی، پاک دامن رہی، تو اللہ نے ان کو نیک اور صالح بیٹے کی خوش خبری سنائی۔

تیرہ یا پندرہ سال کی عمر میں سب سے پہلے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حیض کا خون آیا، جب حیض کا خون شروع ہوا تو ان کو شرم آئی جس کی وجہ سے وہ بیت المقدس کی مشرقی

جانب یعنی (east side) میں چلی گئی۔

عورتوں میں فطری حیا

ایسے بھی جو نیک اور پاک دامن لڑکیاں ہوتی ہیں وہ اِس قسم کی چیزوں کو گھر میں اپنے باپ، بھائی وغیرہ کے سامنے ظاہر کرنے کو نامناسب سمجھتی ہیں، یہ ان کی حیا، شرم اور پاک دامنی کی بات ہوتی ہے۔

حضرت مریم کو حیض آنا

بہر حال! حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حیض کا خون آیا تو حیض کا غسل کرنے بیت المقدس سے تقریباً آٹھ میل کی دوری پر ایک جگہ ہے جس کو ''بیت اللحم'' کہا جاتا ہے اور آج کل اس کو انگریزی میں Bethlhome کہتے ہیں، وہاں پر چلی گئیں، اور پہاڑ کے اس پار کسی دیوار کی آڑ میں پردہ تان لیا۔

ایسے تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا اپنے کمرے میں عبادت میں مشغول رہتی تھیں، ضروری حاجات کے لیے نکلتی تھیں۔

یہ بھی بعض روایات میں ہے کہ اس وقت بھی کسی ضرورت کی وجہ سے مشرق کی طرف گئی ہوئی تھیں اور وہاں کنگھی سے بال ٹھیک کر رہی تھیں۔

تفاسیر میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اس مرتبہ کے حیض سے پہلے دو مرتبہ حیض آچکا تھا اور دونوں مرتبہ اپنی خالہ کے یہاں چلی جاتی تھیں، جب حیض کے غسل سے فارغ ہوتیں تب پھر مسجد میں آجاتیں۔ (طبری:۸/۳۱۹)

حیض کے دنوں میں عورتوں کے لیے ایک مسئلہ

بہت سی عبادتیں وہ ہیں جو حیض کے زمانے میں کرنا جائز نہیں ہیں؛ جیسے قرآن پڑھنا، نماز پڑھنا، روزے رکھنا، طواف کرنا یہ سب کام حیض کے زمانے میں جائز نہیں ہیں؛ لیکن بہت سے کام وہ ہیں جو ہماری بہنیں حیض کے زمانے میں بھی کرسکتی ہیں، جیسے زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، تسبیح پڑھنا، درود شریف پڑھنا، دعائیں پڑھنا یہ سب کام حیض کے زمانے میں بھی ہوسکتے ہیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اللہ کی عبادت کی عادت تھی، وہاں بیت المقدس میں بھی تنہائی میں بیٹھ کر، کمرے میں بند ہوکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی تھی تو یہاں بھی جنگل میں دور جاکر اللہ کی عبادت میں مشغول ہوگئی ہوں گی۔

تنہائی میں خوب صورت نوجوان

وہاں جنگل میں وہ اکیلی ہے، کوئی نہیں ہے اور اچانک حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے ایک عجیب چیز دیکھی: فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾

ترجمہ: سو ہم نے ان کے پاس اپنا ایک فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) کو بھیجا جو اس (مریم) کے سامنے ایک مکمل انسان کی شکل میں ظاہر ہوا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ: ایک خوب صورت نوجوان آرہا ہے، اس کے بال بھی بڑے خوب صورت گھنگھریالو- تھوڑے تھوڑے مڑے ہوئے- تھے اور چہرے پر داڑھی نہیں تھی، بدن کی سائز بھی نہ زیادہ لمبی نہ زیادہ چھوٹی، درمیانی سائز کا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس کو دیکھ کر گھبرا گئیں، ڈر گئیں۔ (روح المعانی: ۸/ ۳۹۵)

اللہ تعالیٰ کا ڈر ہر جگہ ہونا چاہیے

میری دینی بہنو! یہ ایک عجیب سیکھنے کی چیز ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نو جوان تھی، خوب صورت تھی اور جنگل میں جہاں کوئی نہیں تھا ایسی جگہ پر ایک نو جوان آیا اور وہ آنے والا نو جوان بھی خوب صورت تھا؛ لیکن حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس کو دیکھ کر ڈر گئی، گھبرا گئی، کیسی عفیف اور پاک دامن عورت ہوگی؟ دل میں کوئی خوشی نہیں ہوئی کہ چلو! تنہائی میں ہم دونوں نو جوان مل گئے، یہ بھی جوان ہے میں بھی جوان ہوں، یہاں کوئی دیکھنے والا نہیں ہے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے دل میں خوشی کا کوئی جذبہ نہیں آیا، اس نو جوان کو دیکھ کر اپنی طرف سے کوئی مسکراہٹ بھی نہیں دی، اللہ تعالیٰ ہماری دینی بہنوں کو ایسی پاک دامنی عطا فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو تو گناہ سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

دو طرف سے گناہ کی دعوت

آج فتنہ دونوں طرف سے ہے، جہاں نو جوان لڑکے نو جوان لڑکیوں کے چکر میں رہتے ہیں، ہماری جوان بہنیں بھی جوان لڑکوں کے چکر میں رہتی ہیں، جہاں کہیں دیکھا کہ نو جوان لڑکا ہے، خوب صورت ہے تو موقع پا کر ہماری بہنیں ذرا مسکرا کر اس نو جوان لڑکے کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں، یاد رکھو! یہ گناہ کا کام ہے۔

جس طرح کوئی نو جوان لڑکا قصداً کسی لڑکی کو دیکھے وہ بڑا گناہ ہے، اسی طرح اگر ہماری بہنیں کسی نو جوان کو شہوت کی نگاہ سے دیکھے، اپنی طرف للچانے کی نیت سے دیکھے تو یہ دیکھنا بھی بڑا گناہ ہے۔

نظر نیچی رکھنے کا حکم

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

وَقُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ يَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِهِنَّ وَيَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَهُنَّ وَلَا يُبۡدِيۡنَ زِيۡنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ. (النور: ۳۱)

ترجمہ: اور (اے نبی!) تم ایمان والی عورتوں کو (بھی) کہو کہ: وہ اپنی نظروں کو نیچے رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی سجاوٹ (کسی پر بھی) ظاہر نہ کریں؛ مگر جو اس میں سے (مجبوراً) ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں (دوپٹے) اپنے گریبانوں پر ڈال دیا کریں۔

فائدہ: قرآن میں عام طور پر مرد اور عورت دونوں کے لیے ایک ہی ساتھ احکام بیان کیے جاتے ہیں؛ لیکن نظر اور شرمگاہ کی حفاظت کے لیے دونوں کو الگ الگ حکم دیا گیا ہے، یہ اس کی اہمیت کو بتاتا ہے۔

تقوے والا مرد ہو تو بھی اس سے دور رہو

بہر حال! حضرت مریم رضی اللہ عنہا ڈر گئی اور ڈر کے مارے بولنے لگیں:

قَالَتۡ اِنِّىۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡكَ اِنۡ كُنۡتَ تَقِيًّا ۱۸

ترجمہ: وہ (مریم) بولی: میں تجھ سے (اللہ) رحمن کی حفاظت چاہتی ہوں، اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہے (تو یہاں سے چلا جا)۔

دوسرا ترجمہ: اگر تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو تو بھی میں رحمن سے تیرے بارے میں پناہ مانگتی ہوں۔ یعنی متقی ہو تب بھی قریب مت آ، متقی کہے جانے والوں کو

بھی ابلیس کسی وقت گمراہ کرسکتا ہے۔

اللہ کے نام کا واسطہ دے کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اس نوجوان کو ڈرایا۔

نظروں کا ملنا فتنہ کا ذریعہ

آپ غور کرو، ایک لفظ ہے ''لڑکا'' دوسرا لفظ ہے ''لڑکی'' دونوں کے آخر سے ''کا'' اور ''کی'' نکال دو، باقی رہے گا ''لڑ، لڑ'' یعنی دونوں جو تنہائی میں ملے، غلط طریقے سے ملے تو لڑائی یعنی گناہ وجود میں آئے گا۔

جیسے پٹرول کی سلامتی اسی میں ہے کہ آگ قریب نہ جائے، اسی طرح یہاں بھی دونوں غیر شرعی طریقے سے ایک دوسرے کے قریب نہ جائے؛ ورنہ گناہ کی آگ بھڑک اٹھے گی۔

اجنبی مرد حقیقت میں فرشتہ، اللہ کے نام کا ادب

یہ آنے والا نوجوان کوئی اور نہیں تھا؛ بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے ''حضرت جبریل علیہ السلام'' تھے، اللہ نے ان کو ایک خوب صورت نوجوان کی شکل میں بھیجا تھا۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے جب اللہ کا نام سنا کہ: یہ لڑکی یوں کہتی ہے: اللہ سے ڈر اور میرے پاس مت آ، تو اللہ کے نام کے احترام میں وہ پیچھے ہٹ گئے۔ (طبری: ۳۲۱/۸، مظہری: ۱۱/۶)

گناہ سے بچنے کا آسان نسخہ: آخرت کا فکر

میری دینی بہنو! جب کبھی ایسا موقع آئے جس میں شیطان گناہ کا ماحول پیدا کرے تو فوراً اللہ کو یاد کرو کہ: میرے اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں، میرے دل کے ارادوں

کو اللہ دیکھتے ہیں اور قیامت کے دن مجھے اللہ تعالیٰ کو جواب دینا ہے، قبر میں اللہ کے فرشتوں کو جواب دینا ہے۔

میری دینی بہنو! اتفاقاً ایسی کوئی بات ہو جائے، فوراً اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈر کر اپنے آپ کو گناہ سے بچانے کی فکر کرو، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے اور اگر کوئی شیطان صفت انسان آپ کی طرف گندی نیت رکھتا ہو تو اس کو بھی اللہ کے نام سے ڈراؤ، یہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا دیا ہوا مبارک سبق ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا امتحان

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس فرشتے کو آنا ہی تھا، تو بوڑھے کی شکل بھی ہو سکتی تھی، بچے کی شکل بھی ہو سکتی تھی؛ لیکن جوان کی شکل میں اس لیے بھیجا کہ اللہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ: یہ عورت کیسی پاک دامن ہے؟ ان کا اس نوجوان کو دیکھ کر کیا حال ہوتا ہے؟ اور اِس امتحان کے ذریعہ آپ کی عفت کو ظاہر فرمانا چاہتے تھے۔ (طبری: ۸/۳۹۵)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کا امتحان

میری دینی بہنو! اللہ ہم کو عزت اور عافیت سے رکھے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس طرح امتحان ہوتا ہے کہ میرا بندہ اور میری بندی گناہ کے موقع پر مجھ سے ڈرتے ہیں اور بچتے ہیں یا یہ کہ گناہ میں پھنس جاتے ہیں؟

کبھی کبھی اللہ تعالیٰ بندوں کے ایمان کا امتحان لیتے ہیں اور یہ تو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ: ایمان کا امتحان لوں گا اور ایمان کا امتحان عملی زندگی میں ہوتا ہے۔

اس کے لیے کوئی امتحانی پرچہ (Exam paper) نہیں ہوتا، اور نہ کوئی سوال جواب (Quastion,Answer) ہوتے ہیں، وہاں امتحان کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً گناہ کا موقع آئے تو اللہ یہ دیکھتے ہیں کہ میری بندی گناہ سے بچتی ہے یا گناہ میں پھنس جاتی ہے؟

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

الٓمّٓ ۞ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۞
وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ
الْكٰذِبِيْنَ ۞ (عنکبوت)

ترجمہ: الم ﴿۱﴾ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ صرف اتنا کہہ دینے پر کہ ''ہم ایمان لے آئے ہیں'' چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا؟ ﴿۲﴾ حالاں کہ ان سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں ہم ان (سب) کو آزما چکے ہیں، سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور معلوم کر کے رہیں گے جو (ایمان میں) سچے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) جھوٹوں کو بھی ضرور معلوم کر کے رہیں گے ﴿۳﴾

اللہ فرماتے ہیں: تم زبان سے کہتے ہو کہ ہم ایمان لے آئے تو اللہ تم کو ایسے ہی تھوڑے چھوڑ دیں گے، اللہ تمھارے ایمان کا امتحان لیں گے۔

میری دینی بہنو! صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اور صحابیات رضی اللہ عنہن نے جو ایمان کا امتحان دیا ہے، ہم تو صرف ان کے واقعات پڑھتے اور سنتے ہیں، انھوں نے خون بہا کر، مار کھا کر، بھوکے، پیاسے رہ کر، کافروں کے ظلم کو برداشت کر کے ایمان کا امتحان دیا تھا، قرآنِ مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ③

ترجمہ: یقین رکھو جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے، ان کے لیے (بڑی) مغفرت ہے اور بڑا ثواب بھی ﴿۳﴾

اللہ ایسے امتحان سے ہماری حفاظت فرمائے، ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمارے ایمان کو مضبوط فرمائے اور دنیا آخرت میں ہمارے ایمان کو سلامت رکھے۔

پردہ ہر عالم اور عامل سے ضروری

اس آیت کا دوسرا مطلب بھی ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کہنے لگی:

اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا ⑱ (مریم)

اگر تو تقوے والا ہے تو بھی میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔

یعنی اگر تو تقوے والا ہے تو برے کام کی طرف آگے مت بڑھ، پرائی عورت کی طرف مت آ اور اگر تقویٰ نہ ہو تو بدرجۂ اولیٰ میرے قریب مت آ۔

کیسی عجیب بات فرمادی کہ سامنے والا مرد جو غیر محرم ہے وہ کتنا ہی بڑا اللہ کا ولی، متقی، پرہیزگار، عالم، مفتی ہو، کتنا ہی بڑا پیر کیوں نہ ہو؛ لیکن پھر بھی اس سے آمنے سامنے ملنا، آمنے سامنے ہونا، بغیر پردے کے اس کے قریب جانا، یہ ہماری شریعت میں ناجائز اور گناہ کا کام ہے۔

بہت سی مرتبہ ہماری بہنیں جذبات میں بہہ جاتی ہیں اور بہت سے عاملوں اور

عالموں کے پاس آمنے سامنے چلی جاتی ہیں اور نعوذ باللہ! اس کی نحوست سے گناہ وجود میں آتے ہیں؛ اس لیے کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو، کتنا ہی بڑا پیر کیوں نہ ہو؛ لیکن ہم کو شریعت کی حدود (Border) کا لحاظ کرنا چاہیے۔

اور وہ ولی ہی کیا جو غیر محرم عورتوں سے بے پردہ بات چیت کرے؟

کوئی ضروری کام ہے تو پردہ کے پیچھے سے بات کرو اور بات کرنے کا طریقہ بھی پہلے میں نے آپ کو بتلا دیا تھا کہ ذرا سخت اور اکھڑے ہوئے لہجہ میں بات کرو، نرم لہجے میں بات مت کرو۔

غرض جب حضرت جبرئیلِ امین علیہ السلام نے دیکھا کہ: یہ مریم تو مجھ کو دور بھگا رہی ہے تب جبرئیل علیہ السلام نے اپنی پہچان کروائی: ﴿قَالَ إِنَّمَآ أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ﴾

اے مریم! میں کوئی اجنبی نہیں ہوں، میں انسان نہیں ہوں، میں تو اللہ کا فرشتہ جبرئیل ہوں۔

جب حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی پہچان کروائی اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے حضرت جبریل علیہ السلام کے چہرے کا نور دیکھا تو اس چمکتے ہوئے نور کو دیکھ کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا پہچان گئی کہ حقیقت میں یہ اللہ کا فرشتہ ہے اور فرشتہ میں مرد وعورت کچھ نہیں ہوتا، وہ معصوم مخلوق ہے، ان سے کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

حضرت جبریل علیہ السلام کے آنے کا مقصد

حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنے آنے کا مقصد بھی بتلا دیا:

﴿لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا﴾

میں اس لیے آیا ہوں تاکہ تمھیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔

یعنی ایسا بیٹا جو نسب کے اعتبار سے پاک اور صاف ہوگا، اخلاق کے اعتبار سے پاک اور صاف ہوگا، گناہوں سے معصوم ہوگا، نیکی، پرہیزگاری اور بزرگی میں ہمیشہ ترقی کرنے والا ہوگا، ایسا نیک لڑکا تجھے دینے کے لیے میں آیا ہوں۔

بشارت پر تعجب

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سنی تو تعجب سے کہنے لگی:

﴿اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ﴾

ارے! مجھے لڑکا کیسے ہوگا؟ مجھے کیسے اولاد ہوگی؟

اس لیے کہ: ﴿وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا﴾

آج تک پوری زندگی میں کسی مرد نے مجھے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور میں کوئی زنا کرنے والی عورت بھی نہیں ہوں؛ یعنی میری شادی بھی نہیں ہوئی، اور میں کوئی گندی عورت بھی نہیں ہوں کہ کسی مرد سے میرا حرام تعلق ہو، پھر مجھے کیسے لڑکا ہوگا؟

اللہ ہماری بہنوں کو ایسی پاک دامنی دے، کیسے یقین کے ساتھ بول رہی ہے، کہ: آج تک زندگی میں مجھے کسی پرائے مرد نے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔

نیت کرو

میری دینی بہنو! ایک عورت کسی انسان کے سامنے تو جھوٹ بول سکتی ہے، اپنے نئے شوہر کو خوش کرنے کے لیے تو جھوٹ بات بنا سکتی ہے کہ ''آج تک کسی مرد نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا''، لیکن یہ بات تو فرشتے سے ہو رہی ہے، فرشتہ اللہ کے یہاں سے

آتا ہے، گویا یہ معاملہ اللہ سے ہو رہا تھا، یہاں جھوٹ اور بناوٹ نہیں ہوسکتی۔

میری دینی بہنو! آج ایسی نیتیں لے کر جاؤ، ایسے جذبات لے کر جاؤ، ایسے ارادے لے کر جاؤ کہ ایسی زندگی گزاروں گی کہ کوئی پرایا، غیر محرم مرد ہم کو ہاتھ نہیں لگائے گا، ہمارے بدن کو دیکھ نہیں سکے گا، اس طرح پاک دامن رہ کر بچ بچ کر زندگی گزارو، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں ہم سے راضی ہوجائیں گے۔

چناں چہ حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب میں کہا:

﴿قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ﴾

فرشتے نے کہا: ایسے ہی ہوجائے گا، تمھارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے لیے ایک آسان بات ہے۔

یعنی اللہ اپنی قدرت سے بغیر مرد کے تجھے نیک صالح بیٹا عطا فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا پیدا کرنے کا نظام

دیکھو میری دینی بہنو! ایک عجیب بات سمجھو، اللہ نے دنیا میں جتنے مرد، جتنی عورتیں، جتنے بھی انسان پیدا فرمائے، ان کو چار طریقوں سے پیدا فرمایا ہے:

① حضرت آدم علیہ السلام کو مرد وعورت دونوں کے بغیر پیدا فرمایا، کوئی مرد نہیں تھا، کوئی عورت نہیں تھی، اللہ نے اپنی قدرت سے پیدا فرمادیا، یہ پہلا طریقہ ہے۔

② صرف مرد ہو، عورت نہ ہو، جیسے کہ ماں ''حوا'' کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا، اس میں کوئی عورت نہیں تھی، صرف مرد تھے حضرت آدم علیہ السلام۔

③ صرف عورت ہو، مرد نہ ہو، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صرف عورت حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے پیدا فرمایا۔

④ چوتھا طریقہ دنیا میں عام طور پر جو ہوتا ہے کہ عام انسانوں کو ایک مرد اور ایک عورت سے اللہ تعالیٰ پیدا فرماتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام: اللہ تعالیٰ کی رحمت

اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا: ﴿وَلِنَجۡعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ﴾

مریم! تیرے بیٹے کو ہم قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنائیں گے کہ ہم ایسی قدرت والے ہیں کہ بغیر مرد کے ہم انسان کو پیدا کرسکتے ہیں، تمھارا بیٹا ہماری قدرت کی ایک نشانی ہوگا۔

اور آگے فرمایا: ﴿وَرَحۡمَةً مِّنَّا﴾

اور تمام انسانوں کے لیے رحمت ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دنیا میں تھے رحمت ہی رحمت تھے، قبروں پر جاتے اور مُردوں کو زندہ کر کے کھڑا کرتے تھے۔ اپنے ہاتھ میں مٹی لیتے، مٹی سے پرندہ بناتے اور اس میں روح پھونک کر ہوا میں اڑا دیتے۔ کوئی ماں کے پیٹ میں سے اندھا پیدا ہوتا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی آنکھوں پر انگلی پھرا دیتے، اس اندھے کی آنکھیں اچھی ہو جاتیں۔ چمڑی پر کوڑھ کی بیماری والے آتے، جن کو ماں کے پیٹ سے یہ بیماری ہوتی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہاتھ پھرا دیتے وہ اچھا ہو جاتا تھا۔

میری دینی بہنو! آج کے زمانے میں میڈیکل سائنس اتنی آگے بڑھ گئی ہے:

لیکن جو بچہ ماں کے پیٹ سے اندھا نکلے، جو بچہ ماں کے پیٹ سے کوڑھ کی بیماری والا نکلے اس کو آج کے ڈاکٹر لوگ اچھا نہیں کر سکتے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے ایسا رحمت والا بنایا تھا کہ ماں کے پیٹ سے اندھے پیدا ہونے والے اور کوڑھ والے پر اپنا ہاتھ پھراتے اور وہ اچھا ہو جاتا تھا۔

آسمان سے دوبارہ اترنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکتیں

یہ تو دنیا میں تھے اس وقت رحمت تھے، ابھی آسمان سے اتر کر دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو اس وقت بھی رحمت بنیں گے۔

آپ کے آنے پر پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو جائے گا، مسلمانوں کو پوری دنیا میں حکومت ملے گی اور اللہ تعالیٰ زمین کے خزانوں کو نکالیں گے، موسلا دھار بارش برسے گی، پھل بہت ہوں گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اتنے بڑے پھل فروٹ ہوں گے کہ صرف ایک انار کو ایک پوری جماعت کھاتے کھاتے تھک جائے گی اور اس کا جو چھلکا ہوگا، اس کو چھاتا (چھتری) بنا کر لوگ سایہ حاصل کریں گے، اتنے بڑے بڑے انار دنیا میں پیدا ہوں گے۔ (مسلم شریف، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال وصفتہ وما معہ، حدیث: ۲۹۳۷)

آپ علیہ السلام کے آنے پر پوری دنیا میں رحمت و برکت ہو جائے گی، جھگڑے ختم ہو جائیں گے، امن و امان ہو جائے گا، انصاف ہو جائے گا۔

اللہ نے عجیب بات فرمائی کہ: مریم! تیرا بیٹا ابھی بھی رحمت ہے، بعد میں بھی رحمت ہے۔

اس کے بعد آگے ارشاد فرمایا: ﴿وَكَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِيًّا﴾

مریم! یہ اللہ تعالیٰ نے طے فرمالیا ہے کہ تیرے یہاں اولاد ہونی ہی ہونی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جو لوحِ محفوظ میں لکھا جاچکا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت

بہر حال! حضرت جبریل علیہ السلام پاس میں آئے اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے کرتے کے گریبان کو چٹکی سے پکڑا اور کھینچا، پھر آستین میں پھونک ماردی، حضرت جبریل علیہ السلام کے پھونک مارنے کی وجہ سے فوراً حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حمل ہوگیا، سیکنڈوں میں یہ کام ہو گیا، کوئی دیر نہیں لگی؛ چوں کہ اللہ کی قدرت سے یہ سب ہو رہا تھا۔ (طبری:۸/ ۳۲۲)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَحَمَلَتۡهُ فَانۡتَبَذَتۡ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝۲۲﴾

پھر ہوا یہ کہ مریم کو اس بچہ کا حمل ٹھہر گیا، اور جب ولادت کا وقت قریب آیا تو وہ اس کو لے کر لوگوں سے الگ ایک دور مقام پر چلی گئیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو جب حمل ہوگیا اور پیٹ بڑا ہوگیا تو شرم کی وجہ سے ''بیت اللحم''، میں ایک طرف بیٹھ گئی۔ کہتے ہیں کہ: یہ ولادت کا واقعہ زوال کے وقت کے بعد ہوا، اس وقت حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عمر ایک قول کے مطابق دس سال کی تھی۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا دل ہی دل میں سوچتی ہیں کہ اب کیا کروں؟ پہلی مرتبہ حمل ہے، کوئی مدد کرنے والا بھی نہیں ہے، کون میری مدد کرے گا؟ کیا کھاؤں؟ کیا پیوں؟ پریشان ہیں، حضرت مریم رضی اللہ عنہا اسی پریشانی کے عالم میں اٹھ کر ایک طرف چلی گئیں۔

بچہ ماں کے پیٹ میں کتنے مہینے رہتا ہے؟

میری دینی بہنو! حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لیے فوری حمل کا ہونا اور پھر فوری ولادت کا ہونا اللہ کی قدرت کا کرشمہ تھا۔ ہماری شریعت کا قانون یہ ہے کہ حضرت علی، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور علما کی ایک بڑی جماعت کا قول ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے؛ یعنی چھ مہینے میں کم از کم کسی عورت کو بچہ پیدا ہو سکتا ہے، یہ ثابت ہے۔

(روح المعانی: ۱۴/ ۱۷۵)

اس لیے اگر کسی بہن کو چھ مہینے میں بچہ ہو جائے تو اس پر غلط تہمت لگانا جائز نہیں ہے، ویسے عام حالات میں نو مہینے میں بچہ ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ ایک بچہ ماں کے پیٹ میں زیادہ سے زیادہ دو برس تک رہ سکتا ہے؛ یعنی کم سے کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس کی مدت ہے۔

ہمارے معاشرے میں ایک غلط بات چل پڑتی ہے، کسی بہن کو شادی کے چھ مہینے بعد، ساڑھے چھ مہینے بعد، سات مہینے کے بعد اگر بچہ ہو گیا تو ہماری بہنیں اس پر تہمت لگاتی ہیں –نعوذ باللہ– کہ یہ شادی سے پہلے کا بچہ ہے۔

میری دینی بہنو! تہمت لگا کر اپنی زبانوں کو گناہ میں مبتلا مت کرو۔

میرے مشاہدے کی بات

ایک نوجوان لڑکا مجھ سے تعلق رکھتا ہے، اس کے سب بچے صرف سات مہینے میں پیدا ہوئے تھے، اب تو ماشاء اللہ! وہ بچے بھی بڑے ہو گئے اور ہمارے مدرسے میں حفظ کرنے کے لیے آنے لگے، ایک تو مولوی بھی بن گیا، مدرسے میں وہ

بچے میرے پاس آتے ہیں تو میں ان بچوں کو ہنستے ہوئے کہتا ہوں کہ: ''یہ سات مہینے والا آیا''۔

ولادت کے وقت عورت کہاں جائے؟

ہمارے یہاں عام طور پر جو رواج ہے کہ پہلی مرتبہ میں لڑکیاں اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہیں، یہ کوئی غلط رواج نہیں ہے؛ اس لیے کہ عورتوں کو پہلی ولادت میں زیادہ شرم آتی ہے، مدد کی ضرورت پڑتی ہے، ماں کے گھر میں اس کو انس ملتا ہے؛ اس لیے اگر ماں کے گھر جائے تو اس میں کوئی بری بات نہیں ہے۔

اب حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ کہاں ٹیک لگاؤں؟

ان کو ایک کھجور کا درخت نظر آیا اور وہ کھجور کا درخت کیسا تھا؟ بالکل سوکھا، اس پر پتے نہیں تھے، اس پر پھل بھی لگے ہوئے نہیں تھے، صرف کھجور کے درخت کا تنا کھڑا ہوا تھا، حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس درخت کے پاس پہنچ گئیں۔

اللہ کی مدد: بے جان میں جان

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ﴾

پھر زچگی کے درد نے انھیں ایک کھجور کے درخت کے پاس پہنچا دیا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو درد شروع ہوا، وہ کھجور کا درخت اللہ کے فضل سے تازہ ہو گیا۔

عورت کو حمل کی وجہ سے درد

اِس سے معلوم ہوا کہ ولادت کے وقت درد کا ہونا فطری چیز ہے اور جو درد ہوتا

ہے اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ اللہ نے خود اس درد کو قرآن میں ذکر فرمایا:

﴿حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ (الأحقاف:۱۵)

ترجمہ: اس کی ماں نے اس کو بڑی تکلیف سے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا اور بڑی تکلیف سے اس کو جنا۔

ولادت کے وقت عورت کو ایسا درد ہوتا ہے کہ موت اور درد میں صرف ایک درجہ باقی رہ جاتا ہے؛ اسی لیے بچے کی پیدائش کے وقت کسی عورت کا انتقال ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس عورت کو شہید کا درجہ عطا فرماتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

قَالَ رَسولُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ: مَاتَعُدُّوْنَ الشَّهِيْدَ فِيْكُمْ؟ قُلْنَا: يا رسولَ الله! مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. قَالَ: إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِي إِذًا لَقَلِيْلٌ، مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَالْمُتَرَدِّيْ شَهِيْدٌ وَالنُّفَسَاءُ شَهِيْدٌ، وَالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ. (مجمع الزوائد: ۵/۳۰۱)

ترجمہ: ایک دن اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کس کو شہید کہتے ہو؟ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو اللہ کے راستے میں شہید کیا جاوے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تب تو میری امت کے شہداء کی تعداد بہت کم ہوگی، فرمایا: جو اللہ کے راستے میں قتل کیا جاوے وہ شہید ہے، جو حادثے کا شکار ہو وہ شہید ہے، زچگی کی حالت میں انتقال کرنے والی عورت شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شہید ہے۔

ماں کو ستانے سے پہلے سوچو

میں اپنے نوجوان بھائیوں اور بہنوں سے ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ: اپنی ماں کی

نافرمانی کرنے سے پہلے سوچو، جس ماں نے اتنے درد کے ساتھ، اتنی تکلیف کے ساتھ تم کو جنم دیا، تم کیسے اس ماں کے دل کو دکھاتے ہو؟ کیسے اس کی نافرمانی کرتے ہو؟

کبھی ماں کا دل مت دکھانا، ماں کے پیروں کے نیچے جنت ہے؛ اس لیے کبھی ماں کی بددعا مت لینا؛ ورنہ تمھاری دنیا اور آخرت دونوں برباد ہوجائے گی۔

ایک ماں کی درد بھری نصیحت

ایک بات یاد آئی، ہمارے یہاں ایک قصہ ہوا، وہ میں آپ کو سناتا ہوں: ایک لڑکے نے ایک لڑکی کے ساتھ غلط تعلق کر کے شادی کر لی، اس لڑکی کی فیملی والے ناراض تھے؛ لیکن عدالت کا سہارا مل گیا، شادی ہونے کے بعد بہت دنوں تک لڑکی والے ناراض رہے، وہ میاں بیوی زندگی گزارنے لگے، وہ لڑکی حاملہ ہوئی اور ولادت کے وقت اس کو ہسپتال لے گئے۔

دیکھو! اللہ کی شان، آخر ماں، ماں ہوتی ہے

اس لڑکی نے ماں کا دل دکھا کر شادی کی تھی؛ اس لیے ماں اس لڑکی سے تعلق نہیں رکھتی تھی؛ لیکن جب سنا کہ میری لڑکی کو ہسپتال لے گئے ہیں اور بچہ ہونے والا ہے تو ماں اپنے دل پر پتھر رکھ کر ہسپتال پہونچ گئی۔

اِدھر بچہ پیدا ہوا اور فوراً مر گیا، اب وہ لڑکی ادھر ادھر کی باتیں بولنے لگی، اس میں اس کی زبان سے -نعوذ باللہ- اللہ تعالیٰ کی شان میں بھی گستاخی ہوگئی کہ:

اللہ نے مجھے اتنی تکلیف دی! یہ بچی نو مہینے تک میرے پیٹ میں رہی اور پیدا ہوکر مرگئی۔ یہ بے ادبی کی بات اس لڑکی کی زبان سے نکلی۔

دینی بہنو! مصیبت میں ایسے کلمات نہیں بولنے چاہییے؛ بلکہ صبر کر کے اجر و ثواب حاصل کرنا چاہیے، جو بچے بالغ ہونے سے پہلے مر جاتے ہیں وہ آخرت میں نجات کا ذریعہ بنتے ہیں۔

اب سنو! جب اس کی ماں نے اس کی بے ادبی کی بات سنی تو اس کی ماں اس کے بستر کے پاس کھڑے ہو کر کہتی ہے کہ: بیٹی! آج تجھے اتنی تکلیف ہو رہی ہے، تیری لڑکی پیدا ہوئی، مر گئی؛ حالاں کہ تو نے اس لڑکی کو اپنی چھاتی سے ایک قطرہ بھی دودھ نہیں پلایا، تو نے ایک مرتبہ بھی اپنی اس لڑکی کو غسل نہیں کرایا، تو نے اپنی اِس بچی کا ایک مرتبہ بھی پاخانہ صاف نہیں کیا۔

بیٹی! میں نے تو تجھے بچپن میں دو برس دودھ پلایا تھا، میں نے تیرا پاخانہ صاف کیا تھا، نہلا دھلا کر محنت سے تجھے بڑا کیا تھا، آج بغیر محنت کی تیری لڑکی مر گئی تو تجھے اتنا دکھ ہو رہا ہے سوچ ذرا! جس ماں نے تیرے پیچھے محنت کر کے تجھے بڑا کیا تھا جب اس ماں کا دل دکھا کر تو نے ناجائز تعلق کے ذریعے شادی کر لی تو اس ماں کا دل کیسا دکھا ہوگا؟

ماں باپ کو ستاؤ گے تو اولاد تم کو ستائے گی

اس لیے میں اپنی جوان بہنوں اور بھائیوں سے کہا کرتا ہوں کہ: آج اگر ماں باپ کا دل دکھاؤ گے تو یاد رکھو! اللہ کی قدرت ہے ''جیسی کرنی ویسی بھرنی'' آج تم نے اپنے ماں باپ کا دل دکھایا، کل تمھاری اولاد تمھارا دل دکھائے گی، یہ اللہ کا اپنا نظام ہے۔

حدیث شریف میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ تم اپنے والدین باپ دادا سے اچھا برتاؤ کرو، تمھاری اولاد تمھارے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گی۔

لطیفہ بھی اور سبق بھی

ممبئی ائیر پورٹ کے بالکل قریب میرے ایک عزیز رہتے ہیں (اب تو وہ دوسری جگہ رہنے کے لیے چلے گئے) بہت ذہین، بہت ہوشیار، انگلش بھی ان کو اچھی آتی ہے، ان کی طالبِ علمی کے دور میں، میں کہا کرتا تھا کہ: یہ اپنے زمانے کا ’’مفتی تقی عثمانی‘‘ بنے گا، اس نے آ کر ابھی مجھے ایک عجیب واقعہ سنایا کہ:

میری شادی کے بعد میرے یہاں لڑکی کی ولادت ہوئی، اب یہ بچی چار سال کی ہوئی، اس کی حالت یہ ہے کہ وہ مستی اور شرارت کرتی ہے، وہ ایسی طوفانی لڑکی ہے کہ رات کو بھی سونے نہیں دیتی، دن میں بھی سونے نہیں دیتی، اس کی وجہ سے میں بھی پریشان رہتا ہوں، اس کی ماں؛ یعنی میری بیوی بھی پریشان رہتی ہے۔

ایک دن میری والدہ اور بیوی میری چھوٹی بچی کو لے کر ہمارے پرانے گھر گئے تو میری بیٹی کی شرارتیں دیکھ کر پرانے گھر کے سب محلے والے میرا نام لے کر یہ کہنے لگے کہ: آج تو تیری بچی کی شرارت دیکھ کر ہم کو تیرا بچپنا یاد آ گیا کہ جب تو بچہ تھا تو تو تیرے ماں باپ کو اسی طرح ستاتا تھا، آج تیرے گھر میں جو لڑکی ہوئی وہ بھی ایسی ہی ہوئی جو اپنے ماں باپ کو خوب ستاتی اور پریشان کرتی ہے، یہ تو بچپن کی ایک غیر شعوری دور کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نظام

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ: آج اپنے ماں باپ کو پریشان کروگے تو کل تمھاری اولاد تم کو پریشان کرے گی؛ اس لیے میری جوان بہنوں سے درخواست ہے کہ ہمیشہ

اپنے ماں باپ کا دل خوش رکھنا، کبھی ان کے دل کو ناراض مت کرنا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ولادت کا درد

بہر حال! حضرت مریم رضی اللہ عنہا اٹھ کر اس کھجور کے درخت کے پاس پہونچی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ (مریم)

ترجمہ: پھر ولادت کے وقت کا درد اس (مریم) کو کھجور کے درخت کے پاس لے گیا، وہ (مریم) بولی: کاش کہ اس حالت سے پہلے ہی میں مرگئی ہوتی اور مر کر ایسی ہوجاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی!۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ایک طرف درد ہو رہا ہے، درد کی وجہ سے حضرت مریم رضی اللہ عنہا پریشان ہیں، دوسری طرف جنگل میں اکیلی ہیں، کوئی مدد کرنے والا نہیں، کھانے پینے کا سامان نہیں۔

موت کی آرزو

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی زبان سے یہ بات نکلی: اے کاش کہ میں مرگئی ہوتی، مجھے یہ دن دیکھنے کو نہ ملتا، لوگ مجھے بھول چکے ہوتے، میں بھولی بسری ہوجاتی۔

ایسی پریشانی ہوئی کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا موت کی تمنا اور آرزو کرنے لگی۔ (روح المعانی: ۸/۴۰۰)

میری دینی بہنو! ہماری شریعت کے قانون میں ہم موت کی تمنا نہیں کر سکتے، اور

خودکشی (આપઘાત) حرام ہے، یہ مرنے کی تمنا تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کرلی، ان کی شریعت میں اس وقت جائز ہوگا، بہت سی مرتبہ مارے دکھ کے ہماری بہنیں بول دیتی ہیں ”میں مرجاؤں، میری موت آجائے“ ایسا کبھی بھی اپنی زبان سے نہیں بولنا چاہیے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر تو حال کا غلبہ تھا اور حال کے غلبے میں بے اختیار و بلا ارادہ ایسا جملہ ان کی زبان سے نکل گیا، وہ حضرت جبریل علیہ السلام کی خوش خبری بھول گئی کہ تمھارے گھر میں نیک بیٹا آرہا ہے۔

دوسری طرف بدنامی کا ڈر تھا کہ بغیر شادی کا بچہ ہے، لوگ بدنام کریں گے۔

جنگل میں سہارا

اب جاکر اس کھجور کے درخت کو ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں، جنگل میں ایک درخت کا سہارا مل گیا؛ لیکن بھوک لگی ہے، پیاس لگی ہے، کیا کروں؟ ایک مکمل بچہ پیٹ میں ہے، اللہ تعالیٰ نے کیسے عجیب طریقے سے غیب سے کھانے پینے کا انتظام فرمادیا؟

حاملہ عورت کا محرم مرد بھی لحاظ کرے

دیکھو! اللہ کی قدرت! حضرت جبریل علیہ السلام پھر وہاں آئے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا ذرا اونچی جگہ پر کھجور کے درخت کو ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی تھیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نیچے کھڑے رہے، اوپر نہیں آئے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بھی لحاظ کیا کہ مریم رضی اللہ عنہا کو شرم محسوس ہوگی؛ اس لیے کہ پیٹ میں بچہ ہے، پیٹ بڑا ہے، ٹیک لگا کر بیٹھی ہیں۔ (روح المعانی: ۸/۴۰۱)

اِس سے سیکھنے کو ملا کہ اِس طرح کے موقع پر محرم مردوں کو بھی لحاظ کرنا چاہیے۔

تسلی

نیچے کی جانب کھڑے کھڑے ہی حضرت جبریلِ امین علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو تسلی دینے کے لیے آواز لگائی:

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾

ترجمہ: سو اس (جبرئیل) نے اس (مریم) کو اپنے نیچے (کی جگہ) سے آواز دی کہ: تو غم نہ کر، تیرے نیچے تیرے رب نے پانی کا ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے۔

جنگل میں پانی کا نظم

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پاؤں مارا اور جہاں حضرت مریم رضی اللہ عنہا بیٹھی تھیں وہاں سے بہترین ٹھنڈے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ: وہاں ایک نہر تھی، وہ بالکل سوکھی تھی، اسی میں پانی جاری ہو گیا۔ (روح المعانی: ۸/۴۰۱)

آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ مریم! گھبراؤ مت، تمھارے نیچے سے اللہ تمھیں ایک سردار بیٹا عطا فرما رہے ہیں۔

دنیا میں اسباب اختیار کرنے پڑتے ہیں

پانی تو مل گیا، اب کھانا چاہیے، کھانے کے لیے اللہ نے کیا کروایا؟ فرمایا:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾

ترجمہ: اور تو اپنی طرف کھجور کے تنے کو (پکڑ کر) ہلا (اِس ہلانے سے) تازہ پکی کھجوریں تجھ پر گریں گی۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے دل میں سوچا ہوگا کہ اے اللہ! اس پر تو پتے بھی نہیں ہے پھر کھجور کہاں سے آئے گی؟ یہ تو سوکھا درخت ہے، اس میں تو جان بھی نہیں ہے، اللہ نے فرمایا: مریم! درخت کو ہلانا تمھارا کام ہے، تازہ تازہ کھجور گرانا ہمارا کام ہے، تم محنت کرو، ہم تم کو عطا کریں گے، یہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے دل میں الہام فرمایا کہ ”درخت ہلاؤ اور اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرو۔

سوکھے درخت کو ہلاتے ہی درخت کی چوٹی پر شاخیں پھوٹنے لگیں، پتے آنے لگے، اور دیکھتے ہی دیکھتے اس پر کھجوریں آ گئیں۔ (طبری:۸/۳۳۰)

یہ دنیا دارالاسباب ہے، اس میں محنت کرنی پڑتی ہے، دیکھو! اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے چھوٹے چھوٹے اسباب اختیار کروائے، معلوم ہوا کہ اسباب کا اپنانا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

ہماری بہت سی بہنیں ایسی ہوتی ہیں، شوہر بیمار ہے، کما نہیں سکتا یا شوہر کا انتقال ہو گیا، تو وہ بے چاری کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتی، سوال نہیں کرتی، پردے کے پیچھے رہ کر چھوٹا موٹا ہنر کر کے روزی کما کر اپنا گزران چلاتی ہے، یہ شریعت کی مبارک تعلیم ہے کہ حلال روزی کے لیے کچھ اسباب اختیار کرنا پڑے تو کرو اور اس کے ذریعے سے حلال روزی حاصل کرو۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی بہت بڑے کاروبار والی عورت تھی، مکہ سے لے کر ملکِ شام تک حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تجارت چلتی تھی؛ لہٰذا جس بہن کے لیے روزی کا کوئی نظم نہ ہو، وہ شریعت کی حد میں رہتے ہوئے حلال روزی کمائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

مردہ درخت زندہ ہو گیا

اللہ کے حکم کے مطابق حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اس درخت کو ہلایا، ایک مرا ہوا درخت ہے جس پر پتے بھی نہیں ہیں، اللہ کی نیک بندی حضرت مریم رضی اللہ عنہا اپنے مبارک ہاتھ لگاتی ہیں، اللہ اس درخت کو زندہ کر دیتے ہیں اور اس میں سے تازہ تازہ کھجوریں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس گرنے لگتی ہیں۔ (طبری:۸/۳۳۰-۳۳۱)

میری دینی بہنو! جیسے اللہ تعالیٰ کی نیک بندی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی برکت وصحبت سے ایک مردہ درخت زندہ ہو گیا، ایسے ہی اللہ کے نیک بندوں اور بندیوں کی مجلس میں، ان کے بیانات میں پابندی کے ساتھ جانا چاہیے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے ہمارا مردہ دل زندہ کر دیوے۔

بے موسم کھجور اللہ تعالیٰ کا انعام

غرض! اٹھ کر کہیں جانا بھی نہیں پڑا، وہیں پانی ہے، وہیں کھجور ہے۔

کھجور تو بہترین کھانا ہے؛ خصوصاً ان لوگوں کے لیے جن کے بدن میں خون کی کمی ہو، حدیث میں آتا ہے کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جب رخصتی ہونے والی تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بدن کمزور، دبلا، پتلا تھا؛ چناں چہ ان کی امی جان نے ان کے بدن میں طاقت آئے اس کے لیے کھجور اور ککڑی کھلائی۔ (ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ حدیث:۳۳۲۴)

بچہ پیدا ہونے کے زمانے میں کھجور بہت فائدہ والی چیز ہے

یہ کھجور اور ککڑی کھانا صحت (Health) کے لیے بہت اچھی چیز ہے، اس سے خون پیدا ہوتا ہے؛ اس لیے ولادت کے زمانے میں کھجور، چھوہارے وغیرز یادہ استعمال کرنا چاہیے، بہت فائدہ کی چیز ہے۔

مفسرین اِس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: بچہ پیدا ہونے کے زمانے میں کھجور سب سے زیادہ فائدہ والی چیز ہے؛ اس لیے کہ اگر اس حالت میں اس سے بہتر کوئی فائدے کی چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنی بندی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو وہ کھلاتے۔ (مظہری: ۶/ ۱۵، روح المعانی: ۸/ ۴۰۳)

میری دینی بہنو! حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی بات ہو رہی ہے، ایک عورت پاک دامن رہے، ایک عورت اپنی عفت کی حفاظت کرے، اللہ سے ڈرے، اللہ کی عبادت کرے تو اللہ اس کو جنگل، بیابان میں کھجور کھلاتے ہیں، ٹھنڈا پانی پلاتے ہیں، اس کی تسلی کے واسطے حضرت جبریلِ امین علیہ السلام کو بھیجتے ہیں اور اللہ اس کی مدد فرماتے ہیں، اس کو نیک صالح بیٹا عطا فرماتے ہیں، آگے کی بات ان شاء اللہ! آئندہ مجلس میں ذکر کی جائے گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

حضرت مریم رضی اللہ عنہا

(تیسری قسط)

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا عجیب واقعہ)

اس بیان کی اہم باتیں

اپنے بچوں کو یہ عقیدہ بھی سکھاؤ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو پیدا فرمایا تھا، اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا کسی سے کوئی غلط تعلق نہیں ہوا، وہ پاک دامن تھیں۔

حکما کا کہنا ہے کہ: کھانے سے پہلے اور درمیان میں پانی پینا فائدہ مند ہے اور کھانے کے فوراً بعد پانی نہ پیو، کچھ دیر کے بعد پیو تو ACDT کی تکلیف سے راحت ہوتی ہے۔

خاموش رہنا بہت سے فتنوں کا علاج ہے، خاموشی بہت قیمتی دولت ہے، ہاں! ضرورت کے موقع پر ضروری بات کرنی چاہیے، ضروری وضاحت کر دینی چاہیے۔

جس نے کسی کو کسی گناہ پر طعنہ دیا تو طعنہ دینے والے کی اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک وہ خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے؛ اس لیے کبھی کسی کو گناہ پر طعنہ مت دینا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَکُلِیْ وَاشْرَبِیْ وَقَرِّیْ عَیْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِیْۤ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا ﴿۲۶﴾ (مریم)

ترجمہ: اب تو (کھجور) کھا اور تو (چشمے کا) پانی پی اور (بچے کو دیکھ کر) آنکھ ٹھنڈی رکھ، پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھ لیوے تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ: میں نے (اللہ) رحمٰن کے لیے ایک روزے کی منت مانی ہے؛ اس لیے میں آج کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی ﴿۲۶﴾

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لیے اللہ تعالیٰ کی چار بڑی نعمتیں

اس سے پہلے والی قسط میں بات یہاں تک پہنچی تھی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے واسطے اس جنگل وبیابان میں چار بڑی بڑی نعمتوں کا انتظام فرمایا:

① اکیلی تھی تو تسلی کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔

② ٹیک لگانے کے لیے ایک کھجور کے درخت کا انتظام ہوا۔

③ ٹھنڈے پانی کا بہترین چشمہ جاری کردیا۔

④ کھانے کے واسطے بہترین تازہ تاہ کھجوریں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں۔

جب ان چاروں نعمتوں کا انتظام ہوگیا تو اب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حکم دیا: ﴿فَكُلِي وَاشْرَبِي﴾ مریم تازہ تازہ کھجوریں کھاؤ اور یہ ٹھنڈا میٹھا (پانی) پیو۔

کھانا، پانی اور دسترخوان کی ترتیب

یہاں آیتوں میں غور کرنے کا مقام ہے کہ جب انتظام کرنے کا موقع تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے پانی کا انتظام ہوا: ﴿قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا﴾

پھر کھانے کی کھجور کا انتظام ہوا اور جب استعمال کرنے کی باری آئی تو فرمایا کہ: پہلے کھجور کھاؤ، بعد میں پانی پیو۔

عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ دسترخوان پر پانی، مشروبات (Drinks) وغیرہ پہلے رکھ دیے جاتے ہیں، کھانا بعد میں آتا ہے۔

بلکہ بعض بزرگوں کے یہاں یہ طریقہ رہا کہ پہلے گھر کے لوگ دسترخوان پر بیٹھ جائیں یا مہمان بیٹھ جائیں اس کے بعد دسترخوان پر کھانا رکھا جائے۔

پہلے سے اگر کھانا رکھ دیا جائے اور بعد میں آکر لوگ بیٹھیں تو یہ کھانے کی ایک طرح سے بے ادبی سمجھی جاتی ہے، ایسا سمجھا جاتا ہے کہ گویا ''کھانا ہمارا انتظار کررہا ہے'' اس لیے جب لوگ آکر بیٹھ جائیں، اس کے بعد کھانا رکھنا چاہیے۔

میرے پیرومرشد کے یہاں کا معمول

میرے پیرومرشد حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دیوبند کی چھتہ مسجد میں مہمانوں کو اولاً صف میں بٹھا دیا جاتا، پھر ہم خدام کو کھانے سے بھری پلیٹ دسترخوان پر رکھنے کی سعادت حاصل ہوتی۔

ACDT سے بچنے کا نسخہ

حکیم لوگ کہتے ہیں کہ: کھانے سے پہلے اور درمیان میں پانی پینا فائدہ مند ہے اور کھانے کے فوراً بعد پانی نہ پیو، کچھ دیر کے بعد پیو تو ACDT کی تکلیف سے راحت ہوتی ہے۔

کھانے کا ادب

جب کھانے سے لوگ فارغ ہو جائیں تو پہلے کھانا اٹھا لیا جائے، بعد میں کھانے والے لوگ دسترخوان سے اٹھے، یہ بھی کھانے کا ایک ادب ہے؛ لیکن اگر دوسری صف لگنے والی ہو، کچھ لوگ اور باقی ہوں تو پھر کھانا اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، پہلے جو لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے وہ اٹھتے جائیں اور دوسرے لوگ آکر دسترخوان پر شامل ہوتے جائیں۔

ضرورت پورا کرنے کے لیے اسباب کا انتظام بھی اللہ کی نعمت ہے

یہ اللہ کی طرف سے انسانوں کے لیے ایک رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہماری تمام ضروریات کو پورا فرمایا اور اس کے لیے اسباب کا بھی اللہ تعالیٰ نے انتظام

فرما دیا، کھانا پینا ہماری ضرورت ہے، وہ ضرورت بھی اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائی اور اس کے لیے اسباب کا بھی اللہ تعالیٰ نے انتظام فرما دیا۔

نیک اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک

آگے ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَقَرِّيْ عَيْنًا﴾

مریم! اپنے بیٹے کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرو۔

جس اولاد کو دینی کاموں میں دیکھ کر دل کو اطمینان اور سکون ملے وہ اولاد رحمت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ جو اولاد نیک، دین دار، اللہ تعالیٰ اور ماں باپ کی مطیع اور فرماں بردار ہوں، وہ اولاد ماں باپ کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

ورنہ میری دینی بہنو! کھانے کی نعمتیں، پینے کی نعمتیں، پہننے کی نعمتیں، رہنے کی نعمتیں، گاڑی کی نعمت سب کچھ حاصل ہوں؛ لیکن اگر اولاد نافرمان ہیں تو ماں باپ کی زندگی کا سکون ختم ہو جاتا ہے، پھر عالیشان بنگلوں میں بھی اطمینان نصیب نہیں ہوتا، پھر شاندار گاڑیوں میں بھی چین نصیب نہیں ہوتا۔

ہاں! اگر اولاد نیک، دین دار اور ماں باپ کی خدمت گذار ہیں تو چھوٹا سا مکان، سیدھی سادی زندگی میں بھی انسان کو بڑا مزہ آتا ہے؛ اس لیے ہمیشہ اللہ سے دعا بھی کرو اور اولاد کی ایسی تعلیم و تربیت کی فکر کرو کہ اولاد مستقبل (Future) میں تمھارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون بنیں۔

اللہ کے نیک بندوں کی ایک جامع دعا

اس کے لیے قرآن میں بہت اچھی دعا آئی ہے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان)

ترجمہ: اور وہ (رحمن کے بندے دعا میں یہ) کہتے ہیں: اے ہمارے رب! تو ہم کو ہماری بیویوں سے اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور تو ہم کو تقوے والوں کا امام بنا دے۔

یہ اللہ کے نیک بندوں کی دعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائی ہے: عورتیں اِس دعا میں یہ نیت کریں کہ: اے ہمارے رب! آپ ہمارے شوہر کی طرف سے اور ہماری اولاد کی طرف سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمایئے۔

اسی طرح اولاد کو بچپن سے ہی مکتب، مدرسہ کے ذریعے اچھی تعلیم دلواؤ اور گھر میں اسلامی اخلاق، اسلامی آداب اور سنتیں سکھاؤ، اور ان کو اسلامی تربیت کرو۔

باقی اولاد کے پاس کاروبار بہت بڑا ہے؛ لیکن وہ دین دار نہیں ہیں؛ بلکہ اللہ کی نافرمانی اور گناہ میں زندگی گذار رہی ہیں تو وہ آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں؛ وہ ماں باپ کے لیے ''آنکھوں کا کانٹا'' ہے۔

جب ہماری اولاد دین دار اور پرہیزگار بن جائیں گی تو ہم اس پرہیزگار اولاد کی پوری جماعت کے لیڈر رہوں گے؛ کیوں کہ ماں اور باپ گھر کے بڑے ہوتے ہیں، ذمے دار ہوتے ہیں۔

نافرمان شوہر یا بیوی یا اولاد کے لیے ایک قیمتی نسخہ

یہ بہت پیاری دعا ہے؛ بلکہ میں تو آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ سنت اور نفل نمازوں

میں التحیات اور درود شریف پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھو، خاص کر جن بہنوں کی اولاد نہیں ہیں یا جو بہنیں اولاد کی لائن سے پریشان ہیں وہ فرض نماز کے بعد تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ اس دعا کو پڑھا کریں، اسی طرح جن کو شوہر کی لائن کی تکلیف ہو وہ بھی یہ دعا سنت ونفل نماز کے آخری قعدے میں التحیات و درود شریف کے بعد اور فرض نماز کے سلام کے بعد بھی پڑھیں، ان شاء اللہ! اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا یقین

چناں چہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے ''فَكُلِي وَاشْرَبِي'' پر عمل کیا، ٹھنڈا پانی پی رہی ہیں، کھجور کھا رہی ہیں، دودھ پیتا معصوم بچہ اپنی گود میں ہے، اس کا چہرہ دیکھ رہی ہیں، دل کو سکون اور اطمینان مل رہا ہے؛ لیکن اب سوال یہ تھا کہ اس جنگل میں کب تک بیٹھی رہوں گی؟

اس لیے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا بیت المقدس سے تقریباً آٹھ میل دور بیت اللحم (Bethlhum) میں تھیں، اب گھر بھی تو جانا ہے، اگر نہیں جاؤں گی تو وہ لوگ فکر کریں گے اور تلاش کریں گے۔ (طبری: ۸/۳۲۵)

اس بات کا بھی ڈر تھا کہ بیٹے کو لے کر جاؤں گی تو گھر کے لوگ سوال کریں گے کہ: مریم! شادی سے پہلے یہ بچہ کہاں سے آیا؟ لوگ زنا کی تہمت لگائیں گے۔

لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ پر اطمینان اور یقین تھا کہ جس اللہ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے یہ بیٹا عطا فرمایا ہے وہ اللہ میرا پاک ہونا ظاہر فرمائیں گے، مجھے عزت عطا فرمائیں گے اور کوئی مجھے کچھ نہیں کر سکے گا۔

دینی بہنو! اگر اللہ کی ذات پر یقین ہو تو اللہ تعالیٰ ہمارے کاموں کو ان شاء اللہ! آسان فرمائیں گے، آج تو یقین ہی کی کمزوری ہے، دل میں یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ پتا نہیں اللہ یہ کام کریں گے؟ یا نہیں کریں گے؟

لوگوں کے سوال پر اللہ کی طرف سے بتایا گیا ایک عجیب طریقہ

اللہ تعالیٰ نے ایک طریقہ بتلایا کہ لوگ اگر بچے کے متعلق سوال کریں تو یہ جواب دینا:

فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا ۚ﴿۲۶﴾

ترجمہ: پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھ لیوے تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ: میں نے (اللہ) رحمٰن کے لیے ایک روزے کی منت مانی ہے؛ اس لیے میں آج کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

پہلے روزے کی منت مان لینا اور اس کے بعد صحیح صحیح بتلا دینا کہ آج میرا روزہ ہے اور روزے کی حالت میں میں کسی سے بات نہیں کروں گی، یہ جواب دے دینا اور خاموش رہنا، ان لوگوں کے فتنے کو دبانے کے لیے تمھاری خاموشی بہترین علاج ہوگا۔

فتنوں سے حفاظت کا مجرب نسخہ

میری دینی بہنو! خاموش رہنا بہت سے فتنوں کا علاج ہے، اگر آپ نے اپنی زندگی میں یہ صفت اپنائی تو اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ! بڑے بڑے فتنوں اور جھگڑوں سے آپ کی حفاظت فرمائیں گے، یہ خاموشی بہت قیمتی دولت ہے، ہاں! ضرورت کے موقع پر ضروری بات اور ضروری وضاحت کر دینی چاہیے۔

میرے پیرو مرشد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ

میرے پیرو مرشد حضرت اقدس مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے:

فتنے کے زمانے میں جب لڑائی، جھگڑے کا ماحول ہو، ایسے زمانے میں اگر اپنے آپ کو فتنے سے بچانا ہے تو کان اور آنکھ کھلی رکھو، اور زبان بند رکھو۔

یعنی کان کو کھلا رکھنا ہے، ان کو تو بند کرنے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ کوئی بولے تو بات سنتے رہو، آنکھ سے دیکھتے رہو؛ لیکن زبان بند رکھو، فرمایا: جس نے اپنی زبان کو بند رکھا اللہ تعالیٰ اس کی فتنوں سے مکمل حفاظت فرمائیں گے، یہ اللہ والوں کا بتایا ہوا عجیب علاج ہے۔

اِس امت پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم

میری دینی بہنو! اُس زمانے میں چپ رہنے کا روزہ بھی ہوتا تھا، یہاں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ: صبح سے شام تک چپ چاپ رہنے کی منت مان لو کہ آج پورا دن میں چپ رہوں گی، بالکل نہیں بولوں گی۔ اِس طرح کے روزوں کی منت اُس شریعت میں جائز تھی، گویا ان کے دین میں نہ بولنے کا روزہ رکھنے کی نیت بھی درست تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اِس امت پر بڑا کرم فرمایا کہ: ایسا روزہ ہماری شریعت میں نہیں ہے؛ لیکن ہم کو یہ تعلیم ہے کہ روزے کی حالت میں اچھی بات بولو، غیبت مت کرو، جھوٹ مت بولو، چغلی مت کرو، کسی کے ساتھ جھگڑے، فتنے مت کرو، قرآن اور تسبیح پڑھو، اللہ کا ذکر کرو، اللہ سے دعا کرو، دین کی باتیں بولو، اچھی باتیں بولو، اگر روزہ رکھ کر کسی کی غیبت کی، چغلی کی، جھوٹ بولا، گالی بولی تو روزہ کا نور اور ثواب کم ہو جاتا ہے۔

دو عورتوں کا عجیب واقعہ

فضائلِ اعمال میں آپ نے یہ قصہ سنا ہے کہ: دو عورتوں نے روزہ رکھا تھا، پھر ان کو بہت روزہ لگا، روزے میں تکلیف ہوئی، مرنے کے قریب ہوگئیں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو ان دو عورتوں کے متعلق پوچھا گیا۔ حضور ﷺ نے ان کے پاس پیالہ بھیجا کہ اس میں قے (الٹی) کرو۔ انھوں نے اس میں قے کی تو اس قے میں گوشت کے ٹکڑے نکلے، تازہ کھایا ہوا خون نکلا۔ لوگوں کو یہ منظر دیکھ کر بہت حیرت ہوئی، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال روزی سے روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں، گویا غیبت کرنا مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے، جو ان کی قے سے ظاہر ہوا۔ (فضائلِ رمضان:۱/۲۷)

غیبت کے نتیجے میں اس طرح گوشت، خون کا ظاہر ہونا نبیٔ کریم ﷺ کا معجزہ تھا۔

رمضان مشق کا زمانہ ہے

میری دینی بہنو! ہمیں پوری زندگی کیسے گزارنی چاہیے، روزہ اس کے لیے ایک مشق ہے، اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ رمضان کے دنوں میں مشق کرو کہ غیبت نہیں کروں گی، جھوٹ نہیں بولوں گی، چغلی نہیں کروں گی، تہمت نہیں لگاؤں گی؛ تاکہ یہ مشق پورے سال تم کو کام آئے، قرآنِ مجید کی آیت سے بھی یہ مفہوم نکلتا ہے، فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ (بقرۃ)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کردیے گئے ہیں، جس طرح تم سے

پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے؛ تاکہ تمھارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

یعنی رمضان کی برکت سے تم تقوے والے ہو جاؤ، ایسا تقویٰ جو پورے سال اور پوری زندگی حرام اور گناہ سے بچنے پر مدد کرے۔

کوئی بات آپ کو ناگوار گزرے تو میں پہلے ہی آپ کو Sorry کہہ دیتا ہوں، ہماری بہنوں کو نفل روزہ رکھنے کا بہت شوق ہوتا ہے، روزہ رکھنے میں وہ مردوں کے مقابلے میں بہت آگے ہیں؛ لیکن میں یوں کہا کرتا ہوں کہ: اگر چپ رہنے کا روزہ ہوتا تو شاید ہماری کوئی بہن روزہ نہ رکھ پاتی، اللہ صحیح سمجھ دیوے، اپنی زبانوں پر قابو رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، زبان کو غلط باتوں میں استعمال کرنے سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا تنہائی سے آبادی کی طرف

چناں چہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اپنے بچے کو گود میں لے کر جنگل سے بستی میں آئیں، بعض روایات میں ہے کہ جس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن لے کر آگئیں اور بعض روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ چالیس دن یعنی نفاس کے خون سے جب وہ پاک ہوگئیں اس کے بعد آئیں۔ (روح المعانی:۸/۴۰۶، طبری:۸/۳۳۴)

ایک غلط فہمی

ہمارے یہاں بعض بہنیں یہ سمجھتی ہیں کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد چالیس روز نماز معاف ہو جاتی ہے، چالیس روز کے بعد غسل کرکے پھر نماز پڑھنا، یہ غلط بات ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے ساتھ عورت کو نفاس کا خون (M.c)

جاری ہوتا ہے، جب تک نفاس کا خون جاری ہو وہاں تک نماز نہ پڑھیں، پھر غسل کر کے نماز شروع کر دیں۔

نفاس کا خون زیادہ سے زیادہ چالیس روز آ سکتا ہے، چالیس دن سے زیادہ ہو تو وہ بیماری ہے، اس میں نماز معاف نہیں؛ البتہ بہت ساری بہنوں کو چالیس روز سے کم نفاس کا خون آتا ہے، کسی کو تو ایک ہی دن یا چند ہی دن میں خون بند ہو جاتا ہے تو وہ عورت خون بند ہوتے ہی غسل کر کے نماز شروع کر دے، اور بعض بہنوں کو بالکل ہی نہیں آتا ہے، ان کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ غسل کرنے کے بعد نماز شروع کر دے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی گود میں بچہ دیکھ کر لوگوں کا سوال

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَأَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۚ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾

ترجمہ: وہ (مریم) اس (لڑکے) کو (گود میں) اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئی، وہ (قوم کے لوگ) کہنے لگے: اے مریم! تو نے تو بڑے غضب ہی کا کام کیا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اپنے بچے کو گود میں اٹھایا اور لے کر اپنی قوم کے پاس آئیں، سب نے دیکھا کہ مریم جنگل کی طرف گئیں اور یہ بچہ لے کر آئیں، کہنے لگے: اے مریم! ابھی تو تیری شادی نہیں ہوئی تو یہ لڑکا کہاں سے لے کر آئیں؟ (روح المعانی: ۸/۴۰۶)

دوسروں کی بے جا فکر میں رہنے والے افراد

ہر زمانے میں ایسے لوگ رہے ہیں جن کا کام ہی یہی ہوتا ہے کہ کس کے یہاں

کیا ہوا؟ کون کیا کر رہا ہے؟ بس اسی فکر میں لگے رہتے ہیں، دوسروں کی بے جا فکر کرنا انھوں نے اپنی زندگی کا مشغلہ بنا رکھا ہے۔

اللہ ایسی عادت سے ہماری حفاظت فرمائے، (آمین!) اپنے کام سے کام رکھو، کہاں کیا ہوا؟ کس کے یہاں کیا ہوتا ہے؟ ان سب چیزوں میں اپنے آپ کو مشغول مت رکھو، اس کی وجہ سے نیکیاں کم ہو جاتی ہیں، گناہ بڑھ جاتے ہیں۔

لوگوں کا طعنہ

اس کے بعد لوگوں نے طعنے کے انداز میں کہا:

يَاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾

ترجمہ: اے ہارون کی بہن! تیرے والد کوئی برے آدمی نہیں تھے اور تیری ماں بھی کوئی بدکار عورت نہیں تھیں۔

یعنی اے ہارون جیسے پرہیز گار بھائی کی بہن! تمھارا بھائی ہارون تو کتنا نیک آدمی تھا اور تم نے کتنا غلط کام کیا، شادی کے بغیر تجھے بچہ ہو گیا؟ لوگ طعنہ دینے لگے۔

طعنہ زنی خطرناک گناہ

میری دینی بہنو! کبھی کسی کو گناہ پر طعنہ مت دینا، حدیث میں آتا ہے کہ:

جس نے کسی کو کسی گناہ پر طعنہ دیا تو طعنہ دینے والے کی اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک وہ خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ (ترمذی، ابواب الزھد والورع، حدیث: ۲۵۰۵)

طعنہ دینے والا گویا کہ اپنے آپ کو اس طرح کی برائی سے بری اور پاک خیال

کرتا ہے اور سامنے والے کو حقیر اور چھوٹا سمجھتا ہے، اور اس کی حقارت اور برائی لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے، اگر تم کسی مسلمان کی خیر خواہی چاہتے ہو تو اس کو تنہائی میں برائی سے باز آنے کے متعلق سمجھاؤ۔

گناہوں میں مبتلا ہونے کی ایک وجہ

میرے حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ فرمایا کرتے ہیں کہ: آج بہت سے لوگ، یہاں تک کہ اچھے اچھے دین دار لوگ بعض خاص قسم کے گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پہلے انھوں نے کسی مسلمان کو کسی گناہ پر طعنہ دیا تھا جس کی نحوست سے بعد میں وہ خود اس گناہ میں مبتلا ہو گئے، اللہ ہی ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت ہارون

حاصل یہ ہے کہ سوال کرنے والوں نے آپ کو ایک نیک نسبت سے سوال کیا کہ: اے ہارون جیسے بھائی کی بہن مریم! شادی سے پہلے بچہ کیسے آیا؟

کہتے ہیں کہ: حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے ایک بھائی کا نام ہارون تھا، جو بڑے نیک تھے۔

اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ پہلے لوگ انبیاء علیہم السلام اور نیک لوگوں کے نام سے اپنے نام رکھتے تھے، گویا حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بھائی کا نام ہارون دراصل حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف نسبت کر کے رکھا گیا اور ایسی پاکیزہ نسبت کو یاد دلا کر لوگوں نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے سوال کیا۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف نسبت ہے؛ گویا ان کے ساتھ خاندانی رشتے کی نسبت تھی۔ (طبری: ۸/ ۳۳۵-۳۳۶)

خاندان کے کسی نیک فرد کی برکت سے پورے خاندان کی نیک نامی

معلوم ہوا خاندان میں اگر کوئی نیک آدمی ہو تو اس نیک آدمی کی وجہ سے پورے خاندان کی نیک نامی ہو جاتی ہے، پورے خاندان کا لوگ ادب کرتے ہیں کہ یہ فلاں بزرگ کے خاندان کے لوگ ہیں۔

اور کبھی کوئی برائی ہوگئی تو ان ہی نیک آدمی کے نام سے لوگ طعنہ بھی دیتے ہیں کہ تیرے ابا کتنے نیک، تیرا بھائی کیسا نیک اور تو گناہ کر رہا ہے؟ تو برائی کر رہی ہے؟

یہاں بھی لوگوں نے کہا کہ: اے ہارون جیسے نیک بھائی کی بہن! تیرے ابا حضرت عمران بہت نیک تھے، بیت المقدس کے امام تھے، اماموں کے استاذ تھے، تیری ماں حضرت حنہ بھی بڑی نیک عورت تھیں اور تیرا بھائی بھی نیک، غرض! تیرا پورا خاندان نیک اور تو یہ شادی سے پہلے بچہ کہاں سے لے آئی؟

اب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے جو تعلیم دی تھی اس تعلیم پر عمل کیا اور عمل کرنے کی برکت سے اللہ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا کام بنا دیا۔

حقیقت ہے میری دینی بہنو! اللہ کی طرف سے جو ہدایات ہم کو دی گئی ہیں ان پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت میں ہمارا کام بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی مدد

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کیا کیا؟ ﴿فَاَشَارَتۡ اِلَیۡهِ﴾

اپنے بچے کی طرف اشارہ کردیا کہ مجھے مت پوچھو، اِس بچے سے پوچھو۔

اب لوگوں کو بہت غصہ آیا کہ ایک تو بغیر شادی کے بچہ لائی، اوپر سے ہمارا مذاق کررہی ہے کہ ہم اس بچہ سے پوچھیں، کبھی بچے بولتے ہیں؟ کہنے لگے:

﴿قَالُوۡا کَیۡفَ نُکَلِّمُ مَنۡ کَانَ فِی الۡمَهۡدِ صَبِیًّا﴾

ترجمہ: قوم کے لوگ کہنے لگے: جو بچہ گھوارے میں ہے اس کے ساتھ ہم کس طرح بات کریں گے؟

میری دینی بہنو! جب ہماری کوئی بہن پاک دامن رہے تو اللہ تعالیٰ اس کیسی کیسی مدد فرماتے ہیں؟ دیکھو! حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کیسی مدد ہوئی۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا اعلان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کی گود میں تھے، دودھ پی رہے تھے، جب یہ سنا کہ ان کی والدہ پر تہمت لگ رہی ہے تو فوراً ماں کی چھاتی کو چھوڑ دیا، اور کروٹ پر گھوم گئے اور گھوم کر اپنے سیدھے ہاتھ کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور تقریر کرنا شروع کردیا۔

(روح المعانی: ۸/ ۴۰۷)

اللہ تعالیٰ کی قدرت: ایک دن کے بچے کی بے مثال تقریر

جو لڑکا ابھی پیدا ہوا، ابھی معصوم ہے، ایک دن کا بچہ ہے، وہ ماں کی گود میں سو کر

آسمان کی طرف انگلی کر کے تقریر کرتا ہے اور ایسی زبردست تقریر کی کہ بڑے بڑے عقل مند لوگ بھی نہیں کر سکتے!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تقریر کی؟

اللہ تعالیٰ نے ان کی پوری تقریر قرآن میں نقل فرمادی:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ ۛ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾

ترجمہ: (اس پر) وہ (بچہ) بولا کہ: میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس (اللہ) نے مجھ کو کتاب دی ہے اور مجھ کو نبی بنایا ہے (مراد یہ ہے کہ اس وقت انجیل کتاب اور نبوت کا دینا طے ہو چکا تھا، وعدہ بھی ہو چکا تھا؛ البتہ جب وقت آئے گا تب کتاب اور نبوت ملے گی) ﴿۳۰﴾ میں جہاں کہیں بھی رہوں اس (اللہ تعالیٰ) نے مجھ کو برکت والا بنایا اور جب تک میں (دنیا میں) زندہ رہوں مجھ کو نماز پڑھنے کا اور زکاۃ دینے کا حکم دیا ہے ﴿۳۱﴾ اور مجھ کو میری ماں کا خدمت کرنے والا بنایا ہے اور مجھ کو شرارت کرنے والا، بد نصیب نہیں بنایا ﴿۳۲﴾ جس دن میں پیدا کیا گیا اور میں جس دن (قیامت کے قریب) مروں گا اور جس (قیامت کے) دن میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا (ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مجھ پر سلامتی ہوگی۔

یہ پوری تقریر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ماں کی گود سے فرمائی۔

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ اس بات پر قدرت رکھتے ہیں کہ معصوم بچے کو بولنا سکھا دے اور اس کے ذریعے سے ماں کے پاک دامن ہونے کا اعلان کرا دے۔

بچپن میں بولنے والے بچے

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ: تین بچے ایسے گذرے ہیں جو بچپن میں یعنی بالکل چھوٹی عمر میں بولے ہیں:

① جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گھوارے میں گواہی دی۔

② بنی اسرائیل کے ایک بہت بڑے عابد: حضرت جریج پر جب کسی عورت نے زنا کی تہمت لگائی تو ایک چھوٹا بچہ بولا تھا کہ یہ اللہ کا ولی پاک دامن ہے۔

③ بنی اسرائیل کی ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ ادھر سے ایک خوش وضع سوار گزرا تو وہ عورت اسے دیکھ کر کہنے لگی: اے اللہ! تو میرے بچے کو بھی ایسا کر دے۔ اس بچے نے ماں کا پستان چھوڑ کر سوار کی طرف منہ کر کے کہا: اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ کرنا۔ پھر وہ اپنی ماں کا پستان چوسنے لگا۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں: گویا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں وہ اپنی انگلی چوس کر دودھ پینے کی کیفیت بیان کر رہے ہیں۔ پھر ایک باندی گزری تو ماں نے کہا: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ کرنا۔ بچے نے پھر پستان چھوڑ کر کہا: اے اللہ! مجھے اس جیسا کر دے۔ اس کی ماں نے کہا: میرے بچے بات کیا ہے؟ بچے نے کہا: وہ سوار متکبرین میں سے ایک متکبر اور خود پسند تھا اور یہ لونڈی بے قصور ہے۔ لوگ اسے کہتے ہیں کہ تو نے چوری کی ہے، تو نے زنا کیا ہے؛ حالاں کہ اس نے کچھ نہیں کیا۔ (بخاری شریف، حدیث:۳۴۳۶)

دوسری روایتوں میں اِن کے علاوہ بچوں کا ذکر بھی آیا ہے:

④ حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو ایک چھوٹے بچے نے گواہی دی۔

⑤ وہ بچہ جس کی ماں کو فرعون نے آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو اس بچے نے

ماں سے کہا کہ: اے ماں! صبر کرو؛ اس لیے کہ میں حق پر ہوں۔

⑥ اصحابِ اخدود کے واقعے میں ایک عورت کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا اس وقت اس کا دودھ پیتا بچہ بولا تھا، جیسا کہ آگے واقعہ آ رہا ہے۔

⑦ اسی طرح امام ثعلبی نے ضحاکؒ کے حوالے سے فرمایا کہ: حضرت یحیٰ علیہ السلام نے بھی بچپن میں بات کی۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اگر واقعی یہ ثابت ہو جائے تو ایسے بچوں کی تعداد سات بنتی ہے۔ (از: کشف الباری، شرح صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء)

اسی طرح بعض روایات میں ایک اور بچے کے بولنے کا تذکرہ ملتا ہے:

⑧ فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی ایک معاملہ ہوا تھا، تب فرعون کی مشاطہ (عورتوں کے بال بنانے والی) عورت کے بچے نے گواہی دی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں فرعون کی ڈاڑھی پکڑ لی اور فرعون کا منہ کھینچ کر جھکا دیا اور طمانچہ مار دیا، اس پر فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتا تھا تو اس بچے نے کہا کہ: اس کا امتحان لے لو، اس کے سامنے انگارہ اور ہیرے رکھ دو، اگر انگارہ منہ میں رکھ لے تو سمجھنا کہ نادانی میں یہ کام کیا ہے، ایسا ہی کیا گیا، تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انگارے کی طرف ہاتھ بڑھائے اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت ہوئی۔

بہر حال! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان سن کر سب لوگ سمجھ گئے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا پاک ہیں، انھوں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا پاک بتانا مقصود تھا؛ اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالکل بچپن میں بول اٹھے؛ مگر پھر اس کے بعد

بولنا بند ہو گیا، پھر عام طور پر جس عمر میں بچے بولتے ہیں تب پھر بولنا شروع کیا، یہ بچپن کا بولنا دراصل معجزہ تھا، بس! اس وقت بولے، پھر بولنا بند ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقریر کا خلاصہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عجیب تقریر کی، کہا: ① ﴿قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ﴾

میں اللہ کا بندہ ہوں، میری ماں پر شک مت کرو، میری ماں پر تہمت مت لگاؤ، اللہ نے اپنی قدرت سے مجھے پیدا کیا ہے۔

اِس میں یہ اشارہ بھی ہو گیا کہ مستقبل میں لوگ میرے بارے میں غلط فہمی میں نہ رہیں، میں ہمیشہ اللہ کا بندہ رہوں گا، میں خدا نہیں ہوں۔

بندہ ہونے کا اعلان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں تشریف لاتے ہی سب سے پہلا اعلان جو اپنے متعلق فرمایا وہ یہ ہے کہ: میں اللہ کا بندہ ہوں۔

عبدیت یعنی اللہ کا بندہ ہونا انسان کے لیے سب سے بڑی سعادت ہے، اعلیٰ ترین عزت ہے؛ اس لیے قرآن میں خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ لفظ آیا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا. (بنی اسرائیل: ۱)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی، جس کے اردگرد ہم نے برکتیں نازل کی ہیں؛ تاکہ ہم انھیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔

حالاں کہ یہ ایک بے مثال سفر اور اللہ تعالیٰ کی بے پناہ نوازش کے بیان کا موقع ہے، معراج کے قصے کی شروعات ہو رہی ہے، کوئی اور خطاب جیسے خلیل وغیرہ ہونا اچھا لگتا ہے، یہ ہم جیسے کوتاہ نظر کے خیال میں آسکتا تھا؛ لیکن لفظ ''عبد'' نے سارے احتمالات ختم کر ڈالے کہ اعلیٰ ترین شرافت وکمال کی بات عبدیت یعنی بندہ بن کر رہنا ہے۔

بندہ وہ ہوتا ہے جو ہر حال میں اپنے مالک کی اطاعت وفرماں برداری کرے اور ہر حال میں مالک کے فیصلے پر راضی رہے۔

دو غلط عقیدوں کی اصلاح

آج دنیا میں بہت سے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو Jesus Is God سمجھتے ہیں؛ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں۔

میری دینی بہنو! اپنے بچوں کو یہ عقیدہ سکھاؤ کہ: Jesus Is Not God؛ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہیں، وہ اللہ کے بندے ہیں، اللہ کے نبی ہیں، خدا ایک ہی اللہ تعالیٰ ہے، اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا دونوں اللہ کے بندے ہیں۔

پتا نہیں یہاں کی نصاب کی کتاب (Syllabus Book) کا کیا حال ہے؟ ہمارے یہاں انڈیا میں جو عیسائی اسکول ہوتے ہیں، وہاں اسکولوں کے کورس میں دوسری ایک غلط بات یہ بتائی جاتی ہے کہ: حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا – نعوذ باللہ – جنگل میں یوسف نجار (Josef Carpenter) سے غلط تعلق ہو گیا تھا جس کے نتیجے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، ایسی من گھڑت داستان بچوں کو پڑھائی جاتی ہے۔

اس لیے اپنے بچوں کو یہ عقیدہ بھی سکھاؤ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو پیدا فرمایا تھا، اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا کسی سے کوئی غلط تعلق نہیں تھا، وہ پاک دامن تھیں۔

تعلیم کے نام پر کفریہ عقائد

انڈیا میں دمن (Daman) نام کا ایک شہر ہے، دمن کے حضرات کے ساتھ اور دمن کے جامعہ کے ساتھ تعلق کی بنیاد پر وہاں آنا جانا رہتا ہے، ہمارے ایک تعلق والے نے ایک عجیب واقعہ سنایا کہ: اتوار کو انھوں نے اپنے بچے کی اسکول کی کاپی دیکھی، وہ بچہ عیسائی اسکول میں جاتا تھا، کاپی کے پہلے صفحے پر چونکا دینے والی ایک بات بچے نے لکھ رکھی تھی: The God is Three (یعنی خدا تین ہیں):

One jesus (ایک عیسیٰ علیہ السلام)

Second Mother Marry (دوسرے: ماں مریم)

Third ALLAH (تیسرے: اللہ)

دیکھیے! ایک نہایت غلط عقیدہ آج انگریزی تعلیم کے عنوان سے مسلمان بچوں میں آرہا ہے، اللہ اس سے ہماری اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرمائے؛ اس لیے ہمیشہ اپنے بچوں کی اسکول بک دیکھتے رہنا بھی ضروری ہے۔

کتاب، نبی اور مبارک ذات

قرآنِ مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلّق ارشاد ہے:

۲ ﴿اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ﴾

اللہ تعالیٰ مجھے انجیل کتاب عطا فرمائیں گے۔

③﴿وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا﴾

اور بڑا ہونے کے بعد میں اللہ کا نبی بننے والا ہوں۔

④﴿وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ﴾

میں جہاں رہوں گا برکت والا بن کر رہوں گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکتیں میں نے آپ کو بتائی تھی کہ: کوئی آنکھ کا اندھا آتا، کوڑھ والا آتا، آپ اس پر اپنا برکتی ہاتھ پھیر دیتے، وہ اچھا ہو جاتا اور جب قیامت سے پہلے دنیا میں آئیں گے تو آپ کے آنے کے بعد برکت ہی برکت ہو جائے گی، پھل فروٹ بھی بہت ہوں گے۔

ایک بکری، ایک گائے، ایک اونٹنی میں سے اتنا دودھ نکلے گا کہ پورے پورے خاندان کو کافی ہو جائے گا، پھر بھی دودھ ختم نہیں ہوگا، اللہ جانوروں میں اتنی برکت دے دیں گے۔(المسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال و صفته و ما معه، حدیث: ۲۹۳۷)

نماز و زکاۃ قائم کرنے والے، فرماں بردار اور سعادت مند

⑤﴿وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا﴾

اور مجھے تاکید سے حکم دیا ہے کہ: نماز پڑھوں، دوسروں کو پڑھاؤں، مال میں سے زکاۃ دوں، دوسروں کو کہوں کہ: زکاۃ نکالو، جب تک زندہ رہوں۔

⑥﴿وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ﴾ اور میں اپنی ماں کی خدمت کروں۔

⑦﴿وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا﴾

اللہ نے مجھے بد بخت نہیں بنایا، برے اخلاق کا نہیں بنایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے نرم اخلاق کے، بڑے پیار والے، بڑی شفقت والے، بڑی محبت والے تھے۔

سلامتی ہی سلامتی

۸ ﴿وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا﴾

اللہ تعالیٰ نے تین موقع پر میرے لیے خاص سلامتی رکھی: پیدا ہونے کے دن کہ شیطان مجھے ہاتھ نہیں لگا سکا، میری موت کے دن کہ شیطان مجھے ہاتھ نہیں لگا سکے گا، چناں چہ ابھی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہے، قیامت سے پہلے دنیا میں تشریف لائیں گے، اس کے متعلق حدیث شریف میں آتا ہے کہ دنیا میں آکر شادی کریں گے، ان کی اولاد بھی ہوگی اور پھر جب ان کا انتقال ہوگا تو مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں ان کو دفن کیا جائے گا۔ (مظہری: ۶۱/۲)

چناں چہ ان کی موت کے دن بھی ان کے لیے سلامتی ہوگی اور قیامت کے دن جب قبر سے نکلیں گے اس دن بھی ان کے لیے سلامتی ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے جب حکمت بھری عجیب، معجزانہ تقریر لوگوں نے سنی تو سب حیران رہ گئے، اور یقین ہوگیا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا پاک دامن ہیں اور بچے کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ کی قدرت سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ زندگی گذارو

میری دینی بہنو! حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے جب اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اطاعت

کے ساتھ زندگی گذاری، انھوں نے اپنی عفت اور پاک دامنی کی حفاظت کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا صالح اور نیک بیٹا عطا فرمایا۔

سچ بات ہے میری دینی بہنو! جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرلے، اللہ تعالیٰ کی مرضی پر زندگی گذار لے، اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں نوازتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں عزت عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیک صالح اور فرماں بردار بیٹا عطا فرماتے ہیں۔

میری دینی بہنو! اپنی عفت اور پاک دامنی کی حفاظت کرو، اپنے اخلاق کی حفاظت کرو، اپنے جوان لڑکے، لڑکیوں کی حفاظت کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والیاں بن جاؤ۔

تہمت لگانا ایک گناہ

دیکھو! تہمت لگانا بڑا خطرناک گناہ ہے، اللہ کو یہ گناہ اتنا ناپسند ہے کہ جب کوئی کسی نیک عورت پر تہمت لگاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے عجیب عجیب معجزے سے ایسی پاک دامن عورتوں کی براءت ظاہر فرماتے ہیں، جیسا ابھی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے واقعے میں آپ نے سنا؛ اس لیے اللہ کے واسطے تہمت لگانے کے گناہ سے بچو، یہ غیبت سے بھی زیادہ خطرناک گناہ ہے اور اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی فکر کرو، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں بہترین رزق اور میوے عطا فرمائیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین

ایک عورت کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ

(اصحابِ اخدود کا واقعہ)(پہلی قسط)

اقتباسات

بچپن ہی سے اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے پاس لے جاؤ، علما کے پاس لے جاؤ، اللہ والوں کے پاس بھیجو، ان کے پاس دعائیں کرواؤ، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو بچپن ہی سے نیک اور صالح بنادیں گے۔

آج کل ہم لوگ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں تب تو اللہ والوں کے پاس بھیجتے نہیں اور جب یہ بگڑ کر بڑے ہوجاتے ہیں تو بزرگوں کے پاس لے جاتے ہیں، جماعت میں بھیجتے ہیں، تب تو وقت بہت آگے نکل چکا ہوتا ہے، گر چہ یہ بھی فائدے سے خالی نہیں۔

ہمیں اپنے بچوں کے اسکول، مدرسہ جانے کے اوقات (Time Table) پر خاص نظر رکھنی چاہیے کہ اس کے اسکول اور مدرسے کا وقت کتنے بجے شروع ہوتا ہے، کتنے بجے ختم ہوتا ہے، کتنے بجے یہ گھر پر آتا ہے، کہیں ہمارا بچہ مدرسے سے نکل کر غلط دوستوں کے ساتھ ادھر ادھر گھومنے نہ چلا جائے اور اس کی زندگی برباد نہ ہوجائے، اس لیے بچّوں پر کڑی نظر رکھو۔

اپنی اولاد کے اچھے نام رکھنے چاہیے، اچھے نام کے اچھے اثرات اولاد پر پڑتے ہیں۔

تعویذ کا کام کسی دین دار، نیک، تقوی والے عامل سے ہی کروانا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی،اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ﴿۱﴾ وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ؕ﴿۳﴾
قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَیْهَا قُعُوْدٌ ۙ﴿۶﴾ وَّهُمْ
عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ شُهُوْدٌ ؕ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ
الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۙ﴿۸﴾ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ
شَهِیْدٌ ؕ﴿۹﴾(البروج)

ترجمہ: قسم ہے برجوں والے آسمان کی ﴿۱﴾ اور اس (قیامت کے) دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے ﴿۲﴾ اور اس کی جو حاضر ہوتا ہے اور اس کی جس کے پاس لوگ حاضر ہوتے ہیں ﴿۳﴾ خندق کھودنے والے مارے گئے ﴿۴﴾ جو خندقیں ایندھن والی آگ سے بھری ہوئی تھیں ﴿۵﴾ جس وقت وہ (خندق کھودنے والے) اس (آگ) کے آس پاس بیٹھے تھے ﴿۶﴾ اور وہ ایمان والوں کے ساتھ جو ظلم کر رہے تھے اس کو اپنے سامنے دیکھ رہے تھے ﴿۷﴾ اور وہ (خندق کھودنے والے) ان (ایمان والوں) کو صرف اِس وجہ سے سزا دے رہے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے جو بڑے زبردست تمام صفات والے تھے ﴿۸﴾ جس (اللہ) کے لیے آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہے ہیں ﴿۹﴾

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں چند قسمیں کھا کر ایک واقعہ بیان فرمایا ہے:

پہلی قسم

اللہ تعالیٰ نے پہلی قسم آسمان کی کھائی:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱

ترجمہ: قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔

کیسا عجیب آسمان اللہ تعالیٰ نے بنایا؟ جس میں الگ الگ منزلیں بنائیں، ان منزلوں میں اللہ کے فرشتے بیٹھتے ہیں۔

سورج، چاند، تارے یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی مخلوقیں آسمان میں ہیں، ایسی عجیب عجیب منزلیں اور بڑے بڑے قلعے اور بڑے بڑے ستارے والا آسمان اللہ تعالیٰ نے بنایا۔

اللہ تعالیٰ کا مخلوق کی قسم کھانا

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس چیز کی قسم کھانا چاہے کھا سکتے ہیں۔

قرآنِ مجید میں بہت سی جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی قسم کھائی ہے، جب کسی مخلوق کے کسی خاص فائدے کو بتانا ہوتا یا کسی خاص چیز کی کوئی اہمیت بتانی ہو تو اللہ تعالیٰ اس مخلوق کی قسم کھاتے ہیں، جیسے قرآن میں زمانہ اور وقت کی قسم ہے، اللہ تعالیٰ بندوں کو سمجھاتے ہیں کہ وقت ضائع مت کرو، وقت برباد مت کرو، یہ وقت بہت اہم اور قیمتی ہے، اے انسانو! اس کی قدر کرو اور انسان جب وقت کی قدر کرتا ہے، برباد نہیں کرتا تو اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔

ہم صرف اللہ تعالیٰ کی قسم کھا سکتے ہیں

لیکن ہمارے لیے مسئلہ یہ ہے کہ پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم قسم نہ کھائیں، اگر ہمیشہ سچ بولنے کی عادت ہوگی تو قسم کھانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی اور اگر کبھی قسم کھانے کی ضرورت پڑ بھی جائے تو صرف اور صرف اللہ کے پاک نام کی قسم کھائیں اور پھر اس کو پورا بھی کریں۔

گناہ کے کام کی قسم

کسی گناہ کے کام کی اور غلط کام کی قسم نہ کھاویں، اگر گناہ کے کام کی قسم کھاویں تو اس کو توڑ دیویں اور اس قسم پر عمل نہ کریں، جیسے آج کل ہماری نوجوان بہنیں ناجائز تعلقات میں وفاداری کی قسمیں کھاتی اور کھلواتی ہیں، یہ گناہ کا کام ہے اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، اس کو توڑ دیویں اور قسم کا کفارہ دیویں۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم مت کھاؤ

حدیث شریف میں حضرت نبی کریم ﷺ کے یہ بکثرت ارشادات ملتے ہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے نام کی قسم نہیں کھانا چاہیے:

قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ وَلَا بِأُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْأَنْدَادِ وَلَا تَحْلِفُوْا إِلَّا بِاللهِ وَلَا تَحْلِفُوْا بِاللهِ إِلَّا وَأَنْتُمْ صَادِقُوْنَ. (ابوداؤد، کتاب الایمان و النذور، حدیث: ۳۲۴۸)

ترجمہ: حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی ماؤں اور باپوں کی اور بتوں

کی قسم مت کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم مت کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی قسم بھی صرف اسی وقت کھاؤ جب تم اپنی بات میں سچے ہو۔

اور ایک حدیث میں اسی طرح کا مضمون آیا ہے: ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے ابا کی قسم کھا رہے ہیں تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار رہو! اللہ تعالیٰ نے باپ داد کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، جس کو قسم کھانا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائے؛ ورنہ چپ رہے۔

معلوم ہوا کہ:

① صرف ضرورت کے موقع پر آدمی قسم کھائے۔

② سچی بات پر ہی قسم کھائے۔

③ صرف اللہ تعالیٰ کے پاک نام کی قسم کھائے۔

④ قسم کھانے کے بعد اس کو پورا بھی کرے۔

دوسری قسم

دوسری قسم کھائی: ﴿وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ﴾

ترجمہ: اور قسم ہے اس (قیامت کے) دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

قیامت کے دن کی قسم کھائی، بڑا خطرناک اور بڑا بھاری دن ہوگا۔

قیامت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورۃ القارعہ میں فرماتے ہیں:

اَلْقَارِعَةُ ① مَا الْقَارِعَةُ ② وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ③ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ④ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ⑤

ترجمہ: وہ کھٹکھٹانے والی (قیامت کو یاد کرو)۔ وہ کھٹکھٹانے والی کیا ہے؟ اور تم کو کیا معلوم وہ کھٹکھٹانے والی کیا ہے؟ جس دن لوگ (پریشان حال) پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح ہوجائیں گے اور پہاڑ دُھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہوجائیں گے۔

تیسری قسم اور ''شاہد'' سے مراد

تیسری قسم اللہ نے ''شَاهِدٍ'' کی کھائی: ﴿وَشَاهِدٍ﴾

ترجمہ: اور قسم ہے اس کی جو حاضر ہوتا ہے۔

''شاہد'' کہتے ہیں جمعہ کے دن کو، جمعہ کے دن کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

اَلْيَوْمُ الْمَوْعُوْدُ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، واليومُ المشهودُ يومُ عرفةَ، والشَّاهدُ يومُ الجمعةِ. قال: وما طلعتِ الشَّمسُ ولا غَرَبَتْ عَلٰى يومٍ أَفضلَ منهُ، فيهِ ساعةٌ لايُوَافِقُها عبدٌ مؤمنٌ يَدْعُو اللهَ بِخَيْرٍ إِلَّا اسْتَجَابَ اللهُ لَهُ، وَلَا يَسْتَعِيْذُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا أَعاذَهُ اللهُ منهُ. (ترمذی، ابواب التفسیر، باب ومن سورۃ البروج،حدیث: ۳۳۳۹)

ترجمہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یومِ موعود'' قیامت کا دِن ہے، ''یومِ مشہود'' عرفہ کا دِن ہے اور ''شاہد'' جمعہ کا دِن ہے، یہ سب دنوں میں افضل دِن ہے، جمعہ کے دن ایک گھڑی ہوتی ہے، جو بندہ اس وقت اللہ سے بھلائی کی دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس کو وہ بھلائی اور نیکی عطا فرما دیتے ہیں اور کسی شر اور برائی سے پناہ کی دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس شر اور برائی سے اس کی حفاظت فرما لیتے ہیں۔

''شاہد'' قرآن مجید کی دوسری آیتِ کریمہ میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کہا گیا

ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا ۝٤٥﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: اے نبی! یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور (ایمان والوں کے لیے) خوش خبری سنانے والا اور (کافروں کو عذاب سے) ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔

تو قسم جمعہ کے دن کی ہوئی یا قسم حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکت کی۔ اور یہ بہت بڑی فضیلت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قسم کھائے اور جمعہ کا دن مراد ہے تو قرآن میں جمعہ کے دن کی قسم آئی؛ اس لیے اس دِن کی اہمیت زیادہ ہوگئی۔

چوتھی قسم اور مشہود سے مراد

چوتھی قسم اللہ نے کھائی "مشہود" کی: ﴿وَمَشۡهُودٖ﴾

ترجمہ: اور قسم ہے اس کی جس کے پاس لوگ حاضر ہوتے ہیں۔

عرفہ کے دن کو "مشہود" کہتے ہیں۔

اسلامی کیلنڈر کا آخری مہینہ جس کو ہم "ذی الحجہ" کا مہینہ کہتے ہیں، جس مہینے میں حج اور قربانی آتی ہے، اس مہینے کی نویں تاریخ کو "عرفہ کا دن" کہا جاتا ہے۔

عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت

حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص عرفہ کے دن روزہ رکھے اللہ اس کے اگلے سال کے اور پچھلے سال کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ (ترمذی، ابواب الصوم، حدیث: ۷۴۹)

اس لیے ذی الحجہ کی نویں تاریخ یعنی بقرہ عید سے ایک دن پہلے روزہ رکھنا چاہیے اوراس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ عید کے ایک روز پہلے پیٹ کو آرام مل جائے گا تو پھر قربانی کا گوشت مسلسل کھانے میں بھی خیریت رہے گی۔

چار قسموں والا عجیب واقعہ

بہرحال! اللہ تعالیٰ نے ان چار چیزوں کی قسم کھائی:

① آسمان کی۔ ② قیامت کے دن کی۔

③ جمعہ کے دن کی ④ عرفہ کے دن کی۔

اور یہ چار قسمیں کھا کر اللہ ایک قصہ بیان فرمارہے ہیں۔

سوچو میری دینی بہنو! وہ قصہ کتنا عجیب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ خود چار چار چیزوں کی قسم کھا کر وہ قصہ بیان فرمارہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس واقعے میں جو نصیحت کی باتیں ہیں اس کو سمجھنے کی، اس پر یقین کی، اس کے خیر اور معروفات پر عمل کرنے کی اور اس کے شر اور منکرات سے بچنے کی ہم کو توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کے لیے اللہ تعالیٰ اس واقعے کو ایمان اور یقین میں ترقی کا ذریعہ بنادے، آمین!

یہ واقعہ کب ہوا؟

کتابوں سے پتا چلتا ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی پیدائش کے ستر (۷۰) سال پہلے یہ قصہ ہوا، موجودہ سعودیہ عربیہ کے بالکل پڑوس میں ''یمن'' ہے جس کی راجدھانی ''صنعاء'' ہے، یمن میں ایک بادشاہ تھا، اس بادشاہ کا نام ''یوسف'' تھا، لوگ اس کو''

یوسفِ ذونواس'' کہتے تھے۔ (معارف القران: ۱۳۷/۸)

اس بادشاہ نے اپنے دربار میں ایک بہت بڑا جادوگر کو رکھا تھا، اور اس جادوگر کی مدد اور اس کے جادو سے وہ اپنی حکومت کو چلاتا تھا، جہاں کہیں اس کو پریشانی پیش آتی وہ اس جادوگر سے مدد لیتا اور وہ جادوگر اس کی مدد کرتا اور اس کی حکومت چلتی رہتی تھی۔ ایسا پرانے زمانے میں بہت ہوتا تھا کہ لوگ دوسروں کو اپنا تابع کرنے کے لیے، دوسروں پر اپنا رعب جمانے کے لیے جادو اور جادوگروں سے مدد لیا کرتے تھے۔

بے دین عاملوں کے پاس ہرگز مت جاؤ

آج بھی نعوذ باللہ! بہت سے مسلمان جادو کا سہارا لیتے ہیں، کسی کو قابو میں کرنا ہو، کسی کو تابع کرنا ہو تو جادو کی ہوئی چیز اس کو کھلا دیتے ہیں، جادو کی ہوئی چیز پلا دیتے ہیں اور اس کے ذریعے سے دوسرے مرد یا عورت کو اپنے قابو میں کر لیتے ہیں۔

اس لیے کبھی بھی چلتے پھرتے تعویذ اور عملیات والوں کے پاس ہرگز نہیں جانا چاہیے، خاص کر کسی غیر مسلم یا بے نمازی اور جس کی دین داری کا کوئی ٹھکانہ نہ ہو، جو متقی اور پرہیزگار نہ ہو، جو پردے کا اہتمام نہ کرتا ہو ایسے کسی تعویذ اور عملیات والے کے پاس کبھی غلطی سے بھی نہیں جانا چاہیے۔

بعض مرتبہ اگر وہ کوئی چیز کھلائے نہیں، پلائے نہیں تو بھی وہ کچھ گندے کلمات پڑھتے ہیں، شرک والے کلمات پڑھتے ہیں جن کلمات کو پڑھ کر دم کرنے (پھونک مارنے) کی وجہ سے ہماری بہنوں اور بھائیوں کو پتا نہیں چلتا اور وہ ان کے ایسے فرماں بردار ہو جاتے ہیں کہ ''وہ جو کہیں گے کریں گے'' ''جیسا وہ چاہیں کریں گے''۔

ہماری دینی بہنوں کا حال

بہ ظاہر مجمع میں غیر مناسب لگنے والی ایک اہم بات بتاؤں! لیکن آپ بہنوں کی حفاظت ہو، آپ اپنے آپ کو بچائیں؛ اس لیے کہہ دیتا ہوں، آج کل ایسا بھی ہو رہا ہے کہ مسلمان عورتیں مندروں میں جاتی ہیں، سادھوؤں کے پاس جاتی ہیں، غیر مسلم تعویذ والوں کے پاس جاتی ہیں اور مسلمانوں میں بھی فاسق، بے نمازی، بے دین، گنہگاروں کے پاس جاتی ہیں، پھر وہ ان کو کچھ کلمات پڑھ کر کھلا دیں، پلا دیں تو ان بہنوں پر پتا نہیں کیا ہو جاتا ہے کہ وہ پورے پوری اس کے کنٹرول میں آ جاتی ہیں۔

اور کیا ہوتا ہے اس کو زبان پر لاتے بھی مجھ کو شرم آتی ہے، وہ سادھو، وہ فاسق، فاجر تعویذ والے باپو ہماری دینی بہنوں کو ایسا قابو میں کر لیتے ہیں کہ جب ان کی مرضی میں آتا ہے ان کے ساتھ غلط کام کرتے ہیں، زنا کرتے ہیں، ایسے عجیب عجیب حالات ہو رہے ہیں اور ایسی کارگزاریاں ہمارے پاس آتی ہیں، پھر بڑی محنت سے کسی دین دار، نیک، تقوے والے عامل سے علاج کروا کر ان کا اثر کم کروانا پڑتا ہے۔

اس لیے اس لائن سے آپ سب کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے، میں آپ سے امید رکھتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ ہمیشہ کسی غلط عملیات والے، تعویذ والے کے پاس- چاہے مسلمان ہو، چاہے غیر مسلم ہو- جانے سے اپنے آپ کو ضرور بچا کر رکھو۔

کبھی ایسی کوئی مجبوری ہو تو ایسے موقع پر کسی دین دار عالم، متقی، اللہ والے، مخلص کے پاس جاؤ اور اس میں بھی اپنے باپ، اپنے بھائی، اپنے شوہر کو ساتھ میں رکھو۔

ہمارے تیسرے سال کے جو بیانات چھپے ہیں- اردو میں بھی اور گجراتی میں بھی،

یہاں پر موجود ہیں اور وہ سی ڈیاں بھی آپ کے پاس ہیں-اس میں سنو اور پڑھو، عجیب عجیب قصے ہم نے ایسے جھوٹے عاملوں کے غلط کاموں کے بیان کیے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری تمام دینی بہنوں کی ایسی چیزوں سے حفاظت فرمائیں۔

لڑکے کے بارے میں جادوگر کی ایک درخواست

بہر حال! یمن کا بادشاہ ”یوسفِ ذونواس“ اس جادوگر کے ذریعے جس پر چاہتا جادو کرواتا اور اس کو اپنے قابو میں کر لیتا، وہ جادوگر جب بوڑھا ہو گیا تو اس نے ایک دن اس بادشاہ سے کہا کہ: اے بادشاہ! میں بوڑھا ہو گیا ہوں، پتا نہیں کب مجھے موت آجائے؟ پھر میرا یہ جادو ختم ہو جائے گا، کوئی چھوٹا لڑکا جو بہت ہوشیار ہو تو مجھ کو دے دے؛ تاکہ میں اس کو یہ جادو سکھا دوں اور میرے مرنے کے بعد وہ بچہ تیری مدد کرے۔

لڑکا مل گیا

بادشاہ نے تلاش کروایا؛ چناں چہ ایک چھوٹا لڑکا اس کو مل گیا جو بہت ذہین و ہوشیار تھا، اس کا حافظہ بھی بہت عمدہ تھا، بہت آسانی سے وہ باتوں کو یاد کر لیا کرتا تھا، بادشاہ نے اس بچے کو اس کے ماں باپ سے کہہ کر لے لیا کہ ”یہ بچہ جادو سیکھے گا اور مستقبل میں ہم اس کو بڑا عہدہ اور اونچا درجہ دیں گے اور اس کو اپنے دربار میں رکھیں گے“۔

اس کے ماں باپ بھی اس کو جادو سکھانے کے واسطے راضی ہو گئے۔

جادو سیکھنے سکھانے کا آغاز

اب جادوگر نے اس لڑکے کے لیے وقت مقرر کر دیا کہ ”تجھے اتنے بجے میرے

پاس آنا ہے اور اتنے بجے تک میرے پاس رہنا ہے، میں روز تجھ کو تھوڑا تھوڑا جادو سکھا دیا کروں گا''۔

وہ لڑکا اپنے گھر سے نکلتا اور چلتے چلتے اس جادوگر کے گھر جاتا اور وہ جادوگر روزانہ اس کو تھوڑا تھوڑا جادو سکھاتا، جب جادوگر کے پاس جادو سیکھنے کا وقت پورا ہو جاتا تو وہ بچہ چل کر اپنے گھر واپس آ جاتا۔

راستے میں عیسائی عالم سے ملاقات

اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو! بادشاہ نے اور جادوگر نے اس بچے کو جادو سکھانا چاہا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں اس بچے کے لیے کچھ اور ہی فیصلہ تھا۔

اس بچے کا جو راستہ تھا اس راستے پر ایک بہت بڑے عالم اور اللہ کے ولی رہتے تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے اور وہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا تھا اور انجیل کتاب کے وہ عالم تھے۔

یہ بچہ Detective Mind کا تھا اور بچوں کا دماغ کچھ قدرتی ایسا ہوتا ہے کہ وہ نئی نئی چیزوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔

ایک دن جب یہ بچہ اس جادوگر کے پاس جا رہا تھا تو تھوڑی دیر کے لیے اس عالم کے پاس بیٹھ گیا، عالم نے اس کو اللہ کی کتاب انجیل پڑھائی، وہ اللہ کی کتاب تھی، اس میں نور تھا، اس میں برکت تھی، خیر تھی۔

اُس زمانے میں انجیل کتاب کی باتیں آسمانی تھیں، اب تو انجیل میں بہت ساری ملاوٹیں ہو گئیں، اس قدر ملاوٹ ہے کہ آسمانی بات کونسی اور ملاوٹ کونسی یہ سمجھنا بھی مشکل

ہے اور اب تو دنیا میں انجیل ہی نظر نہیں آتی، بائبل نام سے کتاب ملتی ہے، اس میں باتیں کس نے جمع کیں؟ کہاں سے جمع کیں؟ یہ ایک تحقیق کا موضوع ہے۔

بہر حال! اس بچے کو جادوگر کے پاس جو جادو سیکھنے کو ملتا اس میں گندگی تھی، برائی تھی، شر تھا، دونوں چیزوں کے درمیان بہت بڑا فرق تھا کہ عالم کے پاس کتاب میں نورانیت ملتی، اچھے اخلاق سیکھنے کو ملتے اور وہاں جادوگر کے پاس اس کو برائی ہی برائی، گندگی ہی گندگی سیکھنے کو ملتی، قدرتی طور پر اس بچے کا دل اس عالم کے ساتھ لگ گیا۔

اللہ تعالیٰ کا عجیب نظام اور آسمانی کتاب کی نورانیت

دیکھو! اللہ تعالیٰ کا نظام اِس دنیا میں کس طرح چلتا ہے، یہ سمجھنے کی چیز ہے، یہ بچہ جب صبح کے وقت جادوگر کے پاس جاتا تو اس عالم کے پاس بیٹھ جاتا، عالم اس کو انجیل پڑھاتے اور اس بچے کو اتنا مزہ آتا تھا کہ وہ بہت دیر تک وہاں بیٹھا رہتا تھا، پھر وہ عالم اس سے کہتے کہ: بیٹا! جاؤ وہ جادوگر تمھارا انتظار کر رہا ہوگا۔

وہ بچہ اٹھ کر جادوگر کے پاس چلے جاتا، دل نہیں چاہتا تھا؛ لیکن چوں کہ ماں باپ بھیجتے تھے، بادشاہ کا آرڈر تھا؛ اس لیے وہ بچہ جاتا تھا۔

جادوگر کے پاس جانے کا جو ٹائم ہوتا اس میں اکثر دیر ہو جاتی؛ اس لیے وہ جادوگر اس کو سزا دیتا تھا، یہ بچہ اس جادوگر کی سزا برداشت کر لیتا تھا؛ لیکن روزانہ اس عالم کے پاس ضرور جاتا اور آسمانی کتاب کو پڑھتا، پھر جادوگر کے پاس دیر سے جانے کی وجہ سے جادوگر کی سزا برداشت کرتا، پھر جب جادوگر کے پاس وقت پورا ہو جاتا تو وہاں سے نکلتا اور آکر پھر اس عالم کے پاس بیٹھ جاتا اور آکر پھر اللہ کی کتاب انجیل پڑھتا تھا،

اتنی دیر ہوجاتی کہ گھر جانے میں تاخیر ہوجاتی تو گھر میں اس کی اماں اس کے ابا جان اس کو ڈانٹتے تھے کہ ”کہاں جاتا ہے؟ بہت دیر دیر سے آتا ہے، تیرا وقت تو اتنے بجے پورا ہوجاتا ہے پھر بھی تو کیوں دیر کرتا ہے“؟ اور پھر وہ بھی سزا دیتے تھے۔

غرض میری دینی بہنو! گھر سے جاتے وقت یہ اس عالم کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتا تو جادوگر کے پاس دیر سے جاتا اور جادوگر مارتا تھا اور جادوگر کے پاس سے نکل کر جب واپس اپنے گھر جانا ہوتا تو پھر دوبارہ اس عالم کے پاس پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتا تو گھر دیر سے پہنچتا تو ماں باپ بھی اس کو مارتے تھے، اس بچے کو دونوں طرف سے سزا ہوتی تھی؛ لیکن وہ تکلیف برداشت کرتا اور صبر کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ کا دین سیکھتا اور پڑھتا رہا۔

یہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی نورانیت کی بات کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی مبارک کتاب کی مٹھاس معلوم ہوجائے، مزہ آجائے تو وہ چھوٹا سا معصوم بچہ بھی کیوں نہ ہو، وہ مار کھاتے کھاتے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتا ہے؛ لیکن دین کی تعلیم کی خاطر سزا برداشت کرنے کی برکت یہ ہوئی کہ وہ بچہ با کرامت عالم بن گیا۔ (روح المعانی: ۱۵/ ۲۹۷-۲۹۸)

ہمیں اپنے بچوں کے اوقات کی خاص فکر کرنی چاہیے

میری دینی بہنو! ایک سمجھنے کی بات یہ بھی ہے کہ ہمیں اپنے بچوں کے اسکول مدرسہ جانے کے اوقات (Time Table) پر خاص نظر رکھنی چاہیے کہ:

اس کی اسکول کا وقت کتنے بجے شروع ہوتا ہے؟ مدرسے کا وقت کتنے بجے شروع ہوتا ہے؟ کتنے بجے ختم ہوتا ہے؟ کتنے بجے یہ گھر پر آتا ہے؟

کہیں ہمارا بچہ مدرسے سے نکل کر ادھر ادھر گھومنے نہ چلا جائے، غلط دوستوں کے ساتھ نہ چلا جائے اور اس کی زندگی برباد نہ ہو جائے؛ اس لیے بچوں پر نظر رکھنے کی خاص عادت بناؤ، یہ بہت ضروری ہے۔

اب ہوا یہ کہ اس عالم کی صحبت کی برکت سے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھنے کی برکت سے وہ بچہ بچپن ہی میں اللہ کا ولی ہو گیا، بچپن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو ولی بنا دیا۔

بچوں کو اللہ تعالیٰ کا ولی بنانے کا طریقہ

سچی بات یہ ہے کہ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں، تبھی سے ان کو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے پاس لے جاؤ، علما کے پاس لے جاؤ، اللہ والوں کے پاس بھیجو، ان کے پاس دعائیں کرواؤ، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو بچپن ہی سے نیک اور صالح بنا دیں گے۔

بچوں کے بارے میں ہماری ایک بری عادت

آج کل ہم لوگ کیا کرتے ہیں جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں تب تو اللہ والوں کے پاس بھیجتے نہیں اور جب یہ بڑے ہو کر بگڑ جاتے ہیں تو بزرگوں کے پاس لے جاتے ہیں، تب تو وقت بہت آگے نکل چکا ہوتا ہے، بچپن ہی سے ان کو اللہ کے نیک بندوں کے پاس لے جانے کی عادت بناؤ۔

خادمِ رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ

حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ جب حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر

مدینۂ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمھارے گھر کا کوئی چھوٹا بچہ ہو تو ہمارے گھر کے کام کاج کے لیے دے دو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور مجھے آپ کے حوالے کیا کہ یہ آپ کی خدمت کے لیے ہے۔ (بخاری، باب من استعار عبدا او صبیا، حدیث: ٦٩١١)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوتیلے والد ہوتے تھے، ان کے حقیقی والد کا انتقال ہو گیا تھا، اس کے بعد ان کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا تھا؛ اس لیے وہ ان کے سوتیلے ابا ہوتے تھے۔ اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال کی تھی، پھر دس سال انھوں نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت کی؛ چناں چہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی وفات کے وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر بیس سال کی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میری والدہ، خالہ، نانی وغیرہ گھر کی عورتیں مجھ سے پابندی کرواتی تھیں، یہ عورتیں تاکید کر کے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے پاس بھیجتی رہتی تھیں؛ چوں کہ بچوں کی طرف سے غفلت تو ہو ہی جاتی ہے، اگر میں ادھر ادھر ہو جاتا تو میرا خیال رکھا جاتا تھا، چناں چہ میں نے دس سال خدمت کی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث: ۷۰۵)

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی کامل شفقت اور کریمانہ اخلاق

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قالَ: فَخَدَمْتُهُ في الحَضَرِ والسَّفَرِ فَواللَّهِ مَا قالَ لي لِشيءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ

صَنَعْتَ هذا هَكَذَا، ولَا لِشيءٍ لَمْ أَصْنَعْهُ لِمَ لَمْ تَصْنَعْ هذا هَكَذَا. (بخاری، باب من استعار عبدا أو صبيا، حديث: ٦٩١١)

ترجمہ: حضرت نبی کریم ﷺ نے مجھ سے کسی کرنے کے لیے کہے گئے کام کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ: یہ کیوں نہیں کیا؟ اور نہ کرنے کے لیے کہے گئے کام کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ: یہ کیوں کیا؟

یہ حضرت نبی کریم ﷺ کی کامل شفقت اور اونچے اخلاق کا نمونہ تھا؛ ورنہ ظاہر ہے کہ دس سال کے بچے سے بھول ہونا اور خدمت کے معاملے میں کوتاہی ہونا تو فطری چیز ہے؛ لیکن آپ ﷺ نے کبھی ٹوکا نہیں؛ بلکہ کبھی تو حضور ﷺ کسی کام کے لیے فرماتے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں بچہ ہونے کی وجہ سے کہہ دیتا تھا کہ نہیں جاؤں گا؛ حالاں کہ میرے دل میں ہوتا تھا کہ میں جاؤں گا؛ لیکن زبان سے یوں کہتا تھا۔

خدمت کی برکت سے نبوی دعا

ان ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ نے ایک مرتبہ حضورِ اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ: آپ اپنے خادم انس کے لیے دعا کر دیجیے۔

چناں چہ حضور ﷺ نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهُ، وَوَلَدَهُ، وَبَارِكْ لَهُ فِيمَا اَعْطَيْتَهُ. (بخاری، كتاب الدعوات، باب الدعاء بكثرة المال مع البركة، حديث: ٦٣٧٨)

ترجمہ: اے اللہ! اس کی اولاد میں اور اس کے مال میں اور اس کی عمر میں برکت عطا فرمائیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا کے اثرات

چناں چہ ان کی عمر سو سال کے قریب ہوئی اور اخیر میں جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی وفات ہوئی ان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور انھوں نے اپنی زندگی میں اپنی اولاد کی کئی پشتیں دیکھیں، انھوں نے خود اپنے ہاتھ سے تقریباً ایک سو بیس (120) لڑکے لڑکیاں دفن کیے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے مال میں بھی اتنی برکت دی کہ ان کے باغات سال میں دو مرتبہ پھل دیا کرتے تھے، ان کے باغ میں ایک پھول تھا جس کے اندر سے مشک کی خوشبو آیا کرتی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے تین خاص دعائیں کیں:

اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ۔ (الادب المفرد، حدیث: ۵۶)

ترجمہ: اے اللہ! تو اس (انس) کے مال اور اولاد میں زیادتی عطا فرما اور اس کو جنت میں داخل فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں انصاری صحابہ میں بہت مال دار تھا اور میں نے اپنے ہاتھوں سے ایک سو بیس سے زائد صلبی لڑکے لڑکیاں دفن کیے ہیں، ان شاء اللہ جنت میں بھی داخل ہوں گا۔ (بخاری، کتاب الصیام، حدیث: ۱۹۸۲، البدایہ والنہایۃ: ۹/۱۴۹)

میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ کے ذکر اور صحبت کی برکت

ہمارے سلسلۂ چشتیہ کے بزرگوں میں ایک بہت بڑے بزرگ ہمارے پردادا پیر حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ گذرے ہیں۔

میرے پیر حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ۔ ان کے پیر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ، فضائلِ اعمال کتاب والے۔ ان کے پیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ۔ ان کے پیر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ۔ ان کے پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ۔ اور حضرت حاجی صاحبؒ کے پیر حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ، وہ عجیب اللہ کے ولی تھے، آج بھی لوہاری - جو جلال آباد کے پڑوس میں ایک گاؤں ہے- وہاں حضرت کا حجرہ ہے، جہاں بیٹھ کر حضرت ذکر کیا کرتے تھے۔

حضرت میاں جیؒ کے انتقال کو تقریباً ایک سو اسی سال سے زیادہ گذر چکے؛ لیکن جس چھوٹے سے حجرے میں بیٹھ کر وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، آج تک اس حجرے میں ان کے ذکر کی خوشبو محسوس ہوتی ہے؛ ایسا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، ساتھ میں چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو الف، با اور ناظرہ قرآن وغیرہ پڑھایا کرتے تھے، یوپی میں جو چھوٹے بچوں کو قرآن پڑھائے اس کو ''میاں جی'' کہتے ہیں، اسی سے ان کا لقب مشہور ہے ''قطبِ عالم حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ''۔

ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے پاس جو چھوٹے چھوٹے بچے ''الف، با'' پڑھنے آتے، قرآن پڑھنے آتے ان کو بچپن ہی میں سلوک کے تمام مراحل طے کرا دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے سارے بچوں کو اپنی روحانیت کی طاقت کی برکت سے اپنے زمانے کا ولی بنا دیا کرتے تھے۔

قصہ یہ بیان ہو رہا تھا کہ وہ معصوم بچہ جو اس عالم کے پاس آنے جانے لگا تھا اس عالم کی برکت سے اپنے زمانے کا ولی بن گیا، ایک دن عجیب قصہ پیش آیا۔

معصوم بچے کے سامنے دو استاد

اب اس بچے کے سامنے دو چیزیں تھیں: ایک جادوگر اور دوسرے عالم استاذ۔
عالم کے پاس اپنی خوشی سے جاتا اور جادوگر کے پاس زبردستی جانا پڑتا تھا۔
اللہ تعالیٰ ہمارے زمانے کے علما اور مکتب کے اساتذہ کو طلبہ سے ایسی شفقت، پیار اور محبت عطا فرمائے کہ بچے ان کے پاس خوشی خوشی جانے والے بن جائیں۔
الغرض! اس بچے کے معاملے میں دو چیزیں تھیں کہ جادوگر استاذ کے پاس زبردستی جاتا، عالم استاذ کے پاس خوشی خوشی جاتا، اب اس بچے کو دل میں یقین تو تھا کہ میرا یہ جادوگر استاذ غلط راستے پر ہے، وہ گندی باتیں سکھاتا ہے اور یہ عالم استاذ بھلی، پیاری اور دین کی باتیں مجھ کو سکھاتے ہیں؛ لیکن اس بچے نے سوچا کہ کبھی مجھ کو امتحان لینا چاہیے کہ ان دونوں استاذوں میں سے کس استاذ کا علم صحیح ہے؟ جادوگر استاذ کا علم صحیح ہے یا اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھانے والے استاذ کا علم صحیح ہے؟

امتحان کا ایک عجیب موقع

ایک مرتبہ قدرتی طور پر عجیب موقع آ گیا کہ ایک دن وہ بچہ دونوں استاذوں کے پاس جانے کے لیے صبح اپنے وقت پر نکلا تو دیکھا کہ راستہ بند (Block) ہے اور پورے شہر کے لوگوں کا ایک بہت بڑا مجمع بھیڑ لگا کر کھڑا ہے، اس لڑکے نے قریب جا کر پوچھا کہ: کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ: آج راستے کے بیچ میں ایک بہت بڑا اژدہا یا بڑا شیر بیٹھ گیا ہے، جس کی وجہ سے راستہ بند ہے، کسی کو آگے جانے کی ہمت نہیں ہے اور وہ جانور اتنا بڑا ہے کہ کوئی اس کو مارنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

دیکھو! جب اللہ تعالیٰ کسی علاقے کے لوگوں کو ایمان کی دولت سے نوازنا چاہتے ہیں تو کیسے کیسے ایمانی حالات پیدا فرماتے ہیں، اس بچے کے دل میں ایک قدرتی بات آئی، اس نے سوچا کہ آج بہت اچھا موقع ہے کہ میں امتحان لے لوں کہ کس کا دین سچا اور کس کا علم صحیح اور اچھا ہے؟

اس نے ہاتھ میں ایک تیر لے کر اس کو کمان پر چڑھایا اور اس بڑے جانور کی طرف اس نے تیر چلایا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس نے پتھر اٹھا کر پھینکا اور پتھر مارتے یا تیر چلاتے وقت- یہ نیت کی کہ ''میرے استاذ جن کے پاس میں اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتا ہوں، جن سے میں اللہ تعالیٰ کا دین پڑھتا ہوں اگر اس کا دین صحیح ہے، اس کا علم صحیح ہے تو یہ جانور مر جائے''، یہ کہہ کر اس نے زور سے ایک پتھر اس جانور کی طرف پھینکا یا تیر چلایا، سبحان اللہ!!! (روح المعانی: ۱۰۰/ ۲۹۷)

جنگِ بدر میں آپ ﷺ کا کنکر پھینکنا

قرآنِ مجید میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں:

بدر کی جنگ کے موقع پر جب خطرناک حالات تھے، اسی طریقے پر جب ہجرت کے موقع پر مکہ کے کافروں نے حضور ﷺ کو گھیر لیا تھا تو نبیٔ کریم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ میں ایک مٹھی کنکر اور ریت کی اٹھائی اور دشمنوں کی طرف پھینکی اور قرآن کی آیت پڑھتے گئے: ﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ﴾ (الانفال:۱۷)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) جب تم نے ان پر (مٹی) پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ظاہر میں تو ایسا لگا کہ نبی نے ایک مٹھی کنکری ڈالی، دنیا نے ایسا دیکھا؛ لیکن حقیقی بات یہ ہے کہ وہ کنکریاں جو پھینکیں وہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

آپ ﷺ کی عجیب شان

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو عزت کا، محبت کا کیسا مقام اور مرتبہ عطا فرمایا کہ کنکریاں حضور ﷺ پھینکیں اور اللہ یہ فرمائے کہ ''اے میرے نبی! وہ کنکر آپ نے نہیں پھینکے وہ تو اللہ نے پھینکے ہیں'' جس کام کو میرے حضور کریں اس کام کو اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ وہ کام میں نے کیا ہے۔

آپ ﷺ کے مقام و مرتبے کی دوسری مثال

قرآن کی ایک دوسری آیت میں ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت ہو رہے ہیں- یہ بیعت ہونا اور کرنا حضور ﷺ کے زمانے سے مبارک سنت ہے-

صحابہ رضی اللہ عنہم جنگل میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت ہو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو قرآنِ مجید میں بیان فرمایا، سبحان اللہ! کتنی پیاری بات اللہ نے فرمائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ (الفتح:۱۰)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) جو لوگ تم سے بیعت کر رہے ہیں، وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کر رہے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

عجیب بات! بیعت فرما رہے تھے حضرت نبیٔ کریم ﷺ، حضور ﷺ کا ہاتھ مبارک اوپر ہے، صحابی کا ہاتھ مبارک نیچے ہے اور حضور ﷺ درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت فرما رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ''جن صحابہ نے، جن خوش نصیب

لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیٹھ کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی انھوں نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے بیعت کی ہے''۔

وہ ہاتھ جو دکھنے میں حضور ﷺ کا تھا وہ حقیقت میں اللہ کا ہاتھ تھا، میرے حضور اللہ کے یہاں کتنے پیارے، کتنے لاڈلے ہیں، سبحان اللہ!!!

ہم بہت خوش نصیب ہیں

ایک قدم آگے چل کر سنو! ہم بہت خوش نصیب ہیں کہ اللہ نے ہم کو ایسے رحمت والے نبی کا امتی بنایا ہے، اللہ نے ہم گنہگاروں کی گندی زبان کو اس نبی پر درود پڑھنے کے لیے قبول فرمایا، کہاں ہماری گندی زبانیں؟ کہاں ہمارے گندے منہ اور کہاں حضور ﷺ پر مبارک درود؟ یہ مجھ پر اور آپ پر بڑا اکرم ہے۔

یٰا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا	عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ کے کروڑوں درود اتریں، اللہ کی کروڑوں رحمتیں اتریں، اللہ کے کروڑوں سلام اتریں ہمارے حضور ﷺ کے ان نورانی اور برکتی ہاتھوں پر۔

ان شاء اللہ! ہم بڑے خوش نصیب ہوں گے، ایسے نورانی اور مبارک ہاتھوں سے، جن ہاتھوں کو اللہ اپنا ہاتھ بتلائے، قیامت کے دن ہم پاپی اور گنہگار امتیوں کو اللہ تعالیٰ حوضِ کوثر کا پانی عطا فرمائیں گے۔

ایک اور خوش نصیبی کی بات

اس سے بڑھ کر اور عجیب خوش نصیبی کی بات سناؤں!

ایسے گنہگار امتیوں کو ان مبارک ہاتھوں سے ہاتھ ملانے کا اور مصافحہ کرنے کا

موقع نصیب ہوگا، حضرت نبئ کریم ﷺ کے ساتھ مصافحہ کرنے اور ہاتھ میں ہاتھ ملانے کا موقع اللہ تعالیٰ امتیوں کو عطا فرمائیں گے۔ کتنا پیارا اور نورانی وقت ہوگا کہ قیامت کے میدان میں حضور ﷺ کا مصافحہ اور آپ کی ملاقات نصیب ہوگی!!!

پچاس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی فضیلت

حضرت عبدالرحمن بن عیسیٰؒ کی روایت میں ہے:

جو مسلمان روزانہ پچاس مرتبہ درود پڑھے (یہ Special الگ حدیث ہے) پچاس مرتبہ اسی نیت سے درود پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو قیامت کے دن نبئ کریم ﷺ کا مبارک مصافحہ اور مبارک ملاقات عطا فرمائیں گے۔ (القول البدیع: ۲۸۲)

آپ ﷺ کا معجزہ

میری دینی بہنو! ایک کنکری مٹھی حضور ﷺ نے ڈالی اور تمام دشمنوں کے آنکھوں میں پہنچ گئی، کوئی حضور ﷺ کو دیکھ نہیں سکا اور حضور ﷺ اطمینان کے ساتھ گھر سے نکل کر مدینہ کے لیے روانہ ہوگئے۔ (البدایة والنهایة: ۳/۱۵۶)

اور بدر میں ایک مٹھی کنکری دشمنوں پر گری اور تمام دشمن آنکھ مَلتے رہ گئے اور اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو فتح اور کامیابی عطا فرمادی۔ (زاد المعاد، اردو: ۲/۱۶۱)

ایسے زبردست معجزات ہمارے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے جانور مر گیا

بہر حال! اس بچے نے تیر یا پتھر مارا، اللہ کی عجیب قدرت! وہ تیر لگا اور لگتے ہی

وہ جانور مر گیا، لوگ بہت خوش ہو گئے، لوگوں نے اس مرے ہوئے جانور کو راستے سے ہٹایا اور راستہ کھل گیا۔ (روح المعانی: ۱۵/ ۲۹۷)

پورے شہر میں یہ بات پھیل گئی اور اس بات کا چرچا ہو گیا کہ یہ لڑکا صحیح دین پر ہے اور اس بچے کی پورے شہر میں لوگ تعریف کرنے لگے اور آہستہ آہستہ لوگ اس بچے کے پاس آتے، آکر اس بچے سے پوچھتے: تیرا دین اور مذہب کیا ہے؟

وہ بچہ ایک اللہ تعالیٰ کی بات بتلاتا اور لوگ ایک اللہ پر ایمان لاکر مسلمان اور مومن بن جاتے، اللہ تعالیٰ نے ایک معصوم بچے کے ذریعے سے آہستہ آہستہ اپنے دین کو پھیلانا شروع کر دیا اور یمن میں ایمان کا ماحول بننے لگا۔

اس بچے کا نام کتابوں میں ''عبد اللہ بن تامر'' آتا ہے۔ (معارف القرآن: ۸/ ۷۱۳)

اللہ تعالیٰ کو پیارے نام

حدیث میں ہے کہ تم اپنے بچوں کا نام عبد اللہ رکھو، عبد الرحمن رکھو، عبید اللہ رکھو، یہ نام اللہ کو بہت پسند ہیں، اللہ کی نظر میں بڑے پیارے نام ہیں۔

''محمد'' نام بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے، حدیث شریف میں ہے:

جب تم اپنے لڑکے کا نام ''محمد'' رکھو تو اس کی عزت کرو اور اس کو مجلس میں جگہ دو اور اس کو تکلیف پہنچے ایسا کوئی کام نہ کرو۔ (طبرانی، حدیث: ۲۵۷۳)

بچوں کو سکھانے کی بات

میری دینی بہنو! ایک نکتے (Point) کی بات سمجھ لو، اس بچے نے عام لوگوں کے لیے جو تکلیف کی چیز تھی، وہ ختم کر دی اور لوگوں کے لیے راحت کا کام کر دیا، راستہ

بند تھا، اس بچے نے تیر یا پتھر مار کر اس جانور کو مار ڈالا اور راستہ کھول دیا اور لوگوں کو راحت نصیب ہوگئی۔

اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اپنے چھوٹے بچوں کو بچپن ہی سے یہ بات سکھاؤ کہ بیٹا! لوگوں کو راحت پہنچانے کا کام کرو، لوگوں کی تکلیف دور کرنے کا کام کرو، لوگوں کی خدمت کا کام کرو، تمھارے ذریعے سے اللہ لوگوں کی تکلیف اور مصیبت کو دور کردے، تمھارے ذریعے سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو راحت پہنچائے، ایسے کام کرو۔

ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں ہے کہ: راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی صدقہ ہے۔

مکہ میں افطاری کے وقت عرب بچوں کی خدمت

آپ مکہ میں دیکھتے ہیں کہ عربوں کے چھوٹے چھوٹے بچے حرم شریف میں رمضان میں عمرہ کرنے والوں کی کیسی خدمت کرتے ہیں؟ زبردستی پکڑ پکڑ کر ان کو افطار کے دسترخوان پر بٹھاتے ہیں اور عربی میں کتنی پیاری پیاری باتیں بولتے ہیں:

أُمِّي، أَبِي، عَمِّي، اماں، ابا، چچا آؤ! ہمارے دسترخوان پر بیٹھ کر افطار کرلو۔

کیسا عجیب منظر حرم شریف میں دیکھنے کو ملتا ہے!!!

منیٰ، عرفہ، مزدلفہ میں پیدل چلنے والے حاجیوں کو اصرار کر کے زبردستی ٹھنڈا (Drinks) اور پانی کی بوتلیں دیتے ہیں۔

جنت کمانے کا بہت آسان راستہ

اپنے معصوم بچوں کو بھی لوگوں کی خدمت کرنا اور لوگوں کو راحت پہنچانا سکھلاؤ

کہ اگر بچپن سے اس کی عادت بنے گی تو یہ بڑے ہوکر ان شاء اللہ! لوگوں کے اور ماں باپ کے خدمت گزار بنیں گے اور صحیح بات ہے کہ خدمت کے راستے سے بہت آسانی سے جنت ملتی ہے، جنت کمانے کا یہ بہت آسان راستہ ہے، اللہ تعالیٰ یہ ماحول ہمارے یہاں عام فرمائے، آمین۔

بادشاہ کے دربار کے ایک اندھے آدمی کا واقعہ

اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھیے! اس بادشاہ کے دربار میں ایک اندھا آدمی بھی بیٹھتا تھا، جو بادشاہ کا خاص آدمی تھا، بادشاہ اس پر بڑا بھروسہ کرتا تھا اور اس کے ساتھ بہت محبت کا برتاؤ کرتا تھا، وہ آدمی اندھا ہوگیا تھا، پہلے اس کی آنکھیں اچھی تھیں بعد میں اس کی آنکھیں خراب ہوگئیں، جب لوگوں کو پتا چلا کہ یہ کوئی عجیب وغریب بچہ ہے اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب کا کوئی علم ہے تو لوگ اس بچے کے پاس آنے لگے، بیمار لوگ آتے، پریشان لوگ آتے وہ بچّہ ان سب کی خدمت کرتا تھا اور سب کو کہتا تھا کہ: بھائیو! ایک اللہ پر ایمان لے آؤ، وہ تمھیں بیماری سے شفا دے دیں گے، وہ اللہ تعالیٰ تمھاری پریشانی اور مصیبت کو دور کردیں گے۔ ہر ایک کو وہ بچہ یہی تعلیم دیتا تھا۔

اب جب اس اندھے آدمی کو پتا چلا تو وہ بھی اس کے پاس گیا اور کہا کہ: بیٹا! میری آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں تو میری آنکھوں کو اچھا کردے اور ساتھ میں بہت سارے تحفے بھی لے کر گیا اور بچے کو تحفوں کی لالچ دی۔

اس بچے نے جواب دیا کہ: تحفے تو تم واپس رکھ لو، اس بچے نے کتنا پیارا ایمان سے بھرا ہوا جواب دیا کہ: تیری آنکھوں کو اچھا کرنا میرے بس میں نہیں ہے؛ بلکہ اللہ

کی قدرت میں ہے، تو اللہ پر ایمان لے آ، میں اللہ سے دعا کرتا ہوں اللہ تیری آنکھوں کو اچھا کردیں گے۔

اس اندھے آدمی نے کلمہ پڑھا، اس بچے نے دعا کی: ''اے اللہ! آپ اِس آدمی کو شفا دے دیجیے۔

چناں چہ اللہ کے کرم سے اس کی دونوں آنکھیں اچھی ہوگئیں اور دوسرے دن وہ آدمی صحیح سلامت بادشاہ کے دربار میں گیا تو بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا کہ کل تک اندھا تھا اور آج کیسے اچھا ہوگیا؟ بادشاہ نے پوچھا: تجھے کس نے اچھا کردیا؟

اس نے جواب دیا: میرے مالک اللہ نے میری آنکھوں کو اچھا کردیا۔

اس پر بادشاہ کو بڑا غصہ آیا اور غصے میں کہنے لگا کہ: تیرا مالک تو میں ہوں، کون ہے تیرا دوسرا مالک؟ اس نے کہا کہ: تو بادشاہ ہے، مالک نہیں ہے، مالک تو اللہ ہے، اسی اللہ نے مجھے اچھا کردیا۔ بادشاہ کو اور بھی غصہ آیا اور اس نے اس آدمی کو جیل میں بھیج دیا اور سخت سزا دینے کا حکم دیا، بہت پٹائی کروائی، صحیح صحیح بتا! کون تیری آنکھوں کو اچھا کرنے والا ہے؟ اس نے اس لڑکے کا نام بتادیا اور اس عیسائی عالم (بچّے کے استاذ) کا نام بتادیا۔ (طبری: ۱۲/ ۵۲۴-۵۲۵)

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے پر ظلم

بادشاہ نے اس عالم کو بلوایا اور زبردستی کی، ظلم کیا اور کہا کہ: تو اپنا دین چھوڑ دے، ایمان چھوڑ دے۔

اس پر اس عالم نے ایمان چھوڑنے سے انکار کردیا، چناں چہ اس ظالم بادشاہ نے

اس عالم کے سر پر آرہ رکھوا کر دو ٹکڑے کر دیے اور زندہ قتل کر دیا۔ (طبری: ۱۲/۵۲۶)

دیکھو! ایمان کی خاطر کتنی تکلیفیں اٹھائیں، زندہ چیر دیا گیا، نیز اس آدمی کو جو اس بادشاہ کا درباری تھا اور پہلے اندھا تھا، اب اس بچے کی دعا اور ایمان کی برکت سے اچھا ہو گیا تھا اس کو بھی قتل کر دیا، اس طرح ان دونوں کو بادشاہ نے قتل کر دیا۔

لیکن اس نے ابھی اس بچے کو قتل نہیں کروایا کہ اس کے ساتھ اس کی غرض لگی ہوئی تھی کہ وہ بچہ بڑا جادوگر بن جائے اور جادوگر بن کر اس کی مدد کرے؛ اس لیے اس بادشاہ نے اس بچے کو قتل نہیں کروایا؛ بلکہ اس بادشاہ نے خود اس بچے کو بلا کر کہا کہ:

بیٹا! تو نے جادوگر سے بہت جادو سیکھ لیا، تو اندھوں کو بھی جادو کے ذریعے اچھا کرنے لگا ہے۔

لڑکے نے صاف جواب دیا کہ: میں کسی کو شفا نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ ہی شفا دیتا ہے، بادشاہ نے بچے کو بہت تکلیفیں دیں، تب لڑکے نے اس عالم کا نام بھی بتا دیا کہ مجھے وہی عالم صاحب آسمانی کتاب کی باتیں سکھاتے تھے۔

باقی واقعہ ان شاء اللہ! کل کی مجلس میں ذکر کیا جاوے گا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو بھی ایسا ایمان اور یقین نصیب فرمائے، ہمارے بچوں کو بچپن سے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ انہیں عالم اور زمانے کا ولی اور متقی بنائے، ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اور ہمارے گھروں میں اپنے فضل وکرم سے علما، صلحا اور اولیاء اللہ پیدا فرمائے، جو ہمارے لیے آخرت میں صدقۂ جاریہ بنے اور اللہ ہم سب کو ایسا پاکیزہ ماحول اور پاکیزہ یقین عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ایک عورت کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ

(اصحابِ اخدود کا واقعہ) (دوسری قسط)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى،اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝١ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝٢ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝٣

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝٤ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝٥ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝٦ وَّهُمْ

عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝٧ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ

الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝٨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

شَهِيْدٌ ۝٩ (البروج)

معصوم بچے کو قتل کرنے کی بادشاہ کی سازش

گذشتہ کل اِس آیت میں جو واقعہ ہے وہ آپ کے سامنے شروع کیا گیا تھا، بات یہاں تک پہنچی تھی کہ یمن کے بادشاہ یوسفِ ذونواس نے اس عالمِ دین کو قتل کروا دیا اور وہ اندھا آدمی جس کو اس معصوم بچے کی دعا کی برکت سے شفا ہوگئی تھی اور آنکھوں سے دیکھتا ہوگیا تھا اس کو بھی قتل کروا دیا، اب بادشاہ کا سارا غصہ اس معصوم چھوٹے سے بچے پر تھا، بادشاہ کی کوشش یہ تھی کہ کسی طریقے سے اس بچے کو بھی قتل کر دیا جائے۔

میری دینی بہنو! جیسا کہ جب واقعہ شروع ہوا تب آپ نے سنا تھا کہ بادشاہ کو اس بچے سے اپنی ایک غرض اور مطلب تھا، اس بچے کو جادو سکھایا جا رہا تھا اور جادو سکھانے کے لیے خود بادشاہ نے اس کو پسند کیا تھا؛ لیکن جب یہ بچہ ایمان لے آیا تو ایمان کی وجہ سے بادشاہ کو اس بچے سے دشمنی ہوگئی۔

دشمنی ایمان کے خاطر بھی ہوتی ہے

ایسا دنیا میں بہت سی مرتبہ ہوا کہ ایمان کے خاطر دشمنی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آیتِ کریمہ میں یہی بات فرمائی:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۸﴾ (البروج)

اور وہ ایمان والوں کو کسی اور بات کی نہیں، صرف اِس بات کی سزا دے رہے تھے کہ وہ اس اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو بڑے اقتدار والے، بہت قابلِ تعریف ہے۔

یعنی ان کی دشمنی بس اسی وجہ سے تھی کہ وہ ایک اللہ پر ایمان لائے تھے۔

بچے کو قتل کرنے کے لیے پہاڑ پر لے جانا

اب بادشاہ نے اس معصوم بچے کو قتل کرنے کا پلان بنایا تو اپنی پولیس سے کہا کہ: اس بچے کو لے کر پہاڑ پر جاؤ، پہاڑ پر لے جا کر اس کو نیچے پھینک دو اور اس کو قتل کردو۔

پولیس کے لوگ اس معصوم بچے کو لے کر ایک پہاڑ پر گئے، ان کی ناپاک نیت یہ تھی کہ اس معصوم بچے کو نیچے گرا کر قتل کردیں۔

جب پہاڑ کے اوپر پہنچے تو -چوں کہ یہ بچہ اس عالم کی صحبت میں رہنے کی برکت سے بڑا عالم اور ولی بن گیا تھا- اس نے فوراً اللہ کے سامنے دعا مانگنی شروع کردی:

اے اللہ! یہ لوگ مجھے قتل کرنے کے لیے لائے ہیں، مجھے اوپر سے نیچے گرانے کے لیے لائے ہیں آپ میری مدد فرمایئے اور آپ میری حفاظت فرمایئے۔

ایک چھوٹا سا معصوم بچہ ہے؛ لیکن اس کی سوچ کتنی پیاری ہے کہ ایسی تکلیف کے موقع پر بھی میرے اللہ میری مدد فرمائیں گے۔

بس! اس بچے نے معصوم معصوم ہاتھ اٹھا کر معصوم معصوم زبان سے کیا پیاری دعا مانگی کہ ایک دم زلزلہ شروع ہوگیا، ایسا خطرناک زلزلہ (Earthquake) آیا کہ جتنے بادشاہ کے آدمی اِس بچے کو پکڑ کر لے گئے تھے وہ تمام پہاڑ کے اوپر سے نیچے گر گئے اور ان تمام ظالموں کی موت ہوگئی، ان میں سے ایک بھی نہیں بچ سکا اور اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو زندہ اور سلامت رکھا۔ یہ اس بچے کی دعا کی برکت تھی۔

جب وہ تمام آدمی مر گئے تو وہ بچہ اکیلا آہستہ آہستہ نیچے اترا اور شہر میں داخل ہوکر زندہ وسلامت بادشاہ کے دربار میں پہنچ گیا، بادشاہ اس کو دیکھ کر کہتا ہے:

ارے! تو کیسے زندہ آ گیا؟ میرے آدمی کہاں گئے؟

بچے نے پوری ہمت کے ساتھ بادشاہ کو جواب دیا کہ: میں نے میرے اللہ کے سامنے دعا کی اور دعا کی طاقت اور دعا کی برکت سے زلزلہ آیا اور تیرے تمام آدمی مر گئے اور میرے اللہ نے مجھ کو زندہ اور سلامت رکھا۔ (طبری: ۱۲/ ۵۲۵، روح المعانی: ۱۵/ ۲۹۸)

بچے کو قتل کرنے کا دوسرا پلان

پھر بادشاہ نے اِس بچے کو قتل کرنے کا دوسرا پلان بنایا، اپنے بہت سارے لوگوں کو بلا کر کہا: اِس بچے کو لے کر ایک کشتی میں بٹھاؤ اور گھومنے پھرنے کے نام پر اس کو دریا میں اندر تک لے جاؤ اور وہ کشتی جب دریا کے بیچوں بیچ پہنچ جائے تو اس بچے کو اٹھا کر دریا میں پھینک دینا اور پانی میں ڈبو کر ختم کر دینا۔

چناں چہ بادشاہ کے آدمی اس بچے کو گھومنے پھرنے کے نام پر لے کر نکلے، کشتی میں بٹھایا اور لے کر دریا میں آگے بڑھے، جب دریا کے بیچوں بیچ کشتی پہنچی اور ان

لوگوں نے ارادہ کیا کہ بچے کو اٹھا کر دریا میں ڈال دیں، تو پھر اس بچے نے اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی شروع کی:

اے مصیبت میں مدد کرنے والے اللہ! یہ لوگ مجھے ڈبونا چاہتے ہیں، آپ میری حفاظت فرمایئے، آپ میری مدد فرمایئے۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیے! آندھی اور طوفان شروع ہوا اور ایسی خطرناک آندھی اور طوفان آیا کہ پوری کشتی الٹ گئی اور جتنے لوگ اس بچے کو لے کر گئے تھے، تمام مر کر ختم ہو گئے اور اس بچے کو اللہ تعالیٰ نے پانی پر تیراتے ہوئے اطمینان کے ساتھ کنارے پر پہنچا دیا۔ (طبری: ۱۲/ ۵۲۵، روح المعانی: ۱۵/ ۲۹۸)

دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس بچے کی حفاظت فرمالی۔

دعا کی برکت سے مصیبت دور ہو جاتی ہے

میری دینی بہنو! ہمیشہ یہ بات یاد رکھو! بڑی سے بڑی تکلیف اور مصیبت کے موقع پر دعا ایک ایسی طاقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے مصیبت دور فرما دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوٓءَ (النمل: ۶۲)

ترجمہ: بھلا وہ کون ہے کہ جب کوئی بے قرار اس کو پکارتا ہے تو وہ اس کی دعا قبول کرتا ہے اور تکلیف دور کر دیتا ہے۔

کوئی مجبور مرد یا عورت اللہ کو پکارے تو اللہ اس کی دعا قبول فرما لیتے ہیں اور اس کی تکلیف کو دور فرما دیتے ہیں۔

اب یہ بچہ پھر کنارے پر آیا اور چلتے چلتے بادشاہ کے دربار میں پہنچا، بادشاہ اس کو دیکھ کر حیران ہوا اور کہنے لگا: کہاں گئے وہ لوگ جو تجھے ڈبونے کے لیے گئے تھے؟

اس نے بڑے ایمان اور یقین کے ساتھ جواب دیا کہ: وہ سب ڈوب کر ختم ہو گئے اور میرے اللہ نے میری حفاظت فرمالی۔

اب یہ بادشاہ یوسفِ ذونواس پریشان ہے کہ کس طرح اس بچے کو قتل کرے، یمن کے لوگوں میں یہ خبر بھی مشہور ہوگئی کہ یہ بچہ ہر مرتبہ سلامت رہ جاتا ہے اور جو بھی اس کو مارنے جاتا وہ خود مر جاتا ہے۔

بچے نے اپنے قتل کا طریقہ خود بتایا

پھر اس بچے نے بادشاہ سے کہا: اے بادشاہ! اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو میں خود اس کا طریقہ تجھے بتلاتا ہوں کہ تو مجھے کیسے قتل کر سکتا ہے؟ میں جو طریقہ بتلاتا ہوں، اس طریقے کے مطابق اگر تو مجھے قتل کرے گا تو میں مروں گا، ورنہ میں نہیں مر سکتا۔

بادشاہ نے کہا: جلدی بتا! وہ کیا طریقہ ہے جس سے تو مر جائے اور قتل ہو جائے؟

اس بچے نے جواب دیا کہ: ایک بہت بڑے میدان کے بیچ میں ایک لکڑی کھڑی کر اور اس لکڑی پر مجھے لٹکا اور پورے یمن کی عوام کو جمع کر اور سب لوگوں کے مجمع میں اِس طرح مجھے قتل کر کہ: اپنے ہاتھ میں ایک تیر لے اور دور سے کھڑے ہو کر تو مجھ پر تیر چھوڑ؛ لیکن تیر چھوڑتے وقت بہ آوازِ بلند اپنی زبان سے یوں کہنا:

بِسْمِ رَبِّ هٰذا الْغُلَامِ.

ترجمہ: میں اِس بچے کے رب کے نام سے تیر چلاتا ہوں۔

ایسا کہنا اور ایسا کہہ کر تو مجھ پر تیر چلا دینا تو میرا قتل ہو جائے گا۔ (طبری: ۱۲/ ۵۲۵)

میری دینی بہنو! یہ بادشاہ جو ایک اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا، اسی ایمان کے خاطر وہ سب کا دشمن بن گیا تھا؛ لیکن آج جب اس بچے کو قتل کرنے کا موقع آیا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی بچے کے کہے ہوئے پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا، یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے، ایمان کی دعوت کی تیاری ہو رہی ہے، یہ بچہ اپنی جان دے رہا ہے؛ لیکن ہزاروں انسانوں کے لیے ایمان کا ذریعہ بن رہا ہے۔

بچے کی شہادت اور اس کی برکت

بادشاہ نے ایک بڑا میدان تیار کیا اور اس کے بیچ میں ایک لکڑی لگائی اور اس پر اس بچے کو زندہ لٹکا دیا اور یمن کے تمام لوگوں کو جمع کیا، پورے یمن کے لوگ اس بچے کو دیکھ کر حیران تھے، یہ کیسا بچہ ہے جو اپنے پیدا کرنے والے سے دعا کر کے بیماروں کو اچھا کر دیتا ہے، جو ہر مرتبہ پورے منصوبے کے باوجود زندہ سلامت واپس آجاتا ہے، اب دیکھتے ہیں کہ اب کی بار کیا ہوتا ہے!!!

سب لوگ جمع ہو گئے، بادشاہ نے اپنے ہاتھ میں تیر لیا اور تیر لے کر زور سے اس نے پڑھا: بِسْمِ رَبِّ هٰذا الْغُلَامِ.

یہ کہہ کر اس نے زور سے ایک تیر چلایا اور وہ تیر بچے کے کان کے پاس آ کر اس کے سر میں لگ گیا، خون کا فوارہ اڑا اور اس بچے کو شہادت نصیب ہو گئی، وہ معصوم بچہ شہید ہو گیا، انتقال کر گیا، اس نے اپنی جان دے دی، قربانی دے دی۔

اس کی قربانی پر اللہ نے یمن میں ایمان کی ہوائیں چلا دیں اور جو لوگ اس میدان

میں جمع ہوئے تھے، سب نے اس حق چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر نعرہ لگایا اور تقریباً تمام کے تمام لوگوں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا، سب کی زبان پر کلمہ تھا:

اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ.

ترجمہ: اِس بچے کے پیدا کرنے والے اللہ پر ہم ایمان لے آئے۔

ہزاروں لوگوں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا کہ جو بچہ ہزار کوششوں کے باوجود کسی طرح قتل نہیں ہو سکا، صرف اس کے رب کا مبارک نام لیا گیا تو وہ شہید ہو گیا، معلوم ہوا کہ وہ بچہ جس رب کی دعوت دیتا تھا وہ حق ہے۔

ایمان قربانی سے پھیلتا ہے

جب بادشاہ نے یہ منظر دیکھا تو وہ بہت پریشان ہوا کہ: ارے! میں تو لوگوں کو ایمان سے روکنا چاہتا تھا۔ ایمان سے روکنے کے لیے اندھے کو قتل کر دیا۔ ایمان سے روکنے کے لیے عالم کو قتل کر دیا۔ ایمان سے روکنے کے لیے اس معصوم بچے کو قتل کر دیا۔

لیکن یہ تو الٹا ہو گیا کہ جیسے ہی بچے کو قتل کیا، ہزاروں لوگ کلمہ پڑھ کر ایمان میں داخل ہو گئے۔ (طبری: ۱۲/ ۵۲۵، روح المعانی: ۱۵/ ۲۹۸)

حقیقت ہے کہ ایمان قربانی کی برکت سے پھیلتا ہے، جتنی قربانی ہوتی ہے اتنا ایمان چمکتا ہے، اس بچے نے جان دے دی، شہید ہو گیا؛ لیکن اس کی برکت سے ہزاروں لوگوں کو ایمان نصیب ہو گیا۔

بادشاہ کا خندق کھدوا کر آگ جلوانا

جب ہزاروں لوگ ایمان میں داخل ہو گئے تو بادشاہ اور سب کافر بہت پریشان

ہوئے کہ یہ تو الٹا ہوگیا؛ چناں چہ بادشاہ نے غصے میں اپنی فوج کو یہ حکم دیا کہ: یہ جتنے لوگ ایمان لا رہے ہیں ان تمام کو بھی قتل کرڈالو۔

لیکن ہزاروں آدمی ایمان لے آئے ہیں تو ان کو کیسے قتل کریں؟

بادشاہ نے اپنی فوج کو بڑی بڑی خندقیں کھودنے کا حکم دیا، اسی خندق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسے ''اُخدود'' سے تعبیر کیا۔

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۝۴ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۝۵

ترجمہ: اللہ کی مار ہے، ہلاکت ہے اس خندق (کھودنے) والوں پر، ان آگ والوں پر جو ایندھن سے بھری ہوئی تھی۔

بادشاہ نے یمن میں چاروں طرف بڑی بڑی خندقیں کھدوائیں اور اس میں آگ جلائی، کئی دنوں تک جل کر آگ تیار ہوگئی تو بادشاہ نے اپنی فوج کو حکم دیا: ''جتنے کلمہ پڑھنے والے ہیں تمام کو پکڑ پکڑ کر لاؤ، رسیوں میں باندھ باندھ کر لاؤ اور سب کو زندہ آگ میں ڈال کر جلادو''۔

جلے ہوئے مسلمانوں کو دیکھ کر کافروں کا ہنسنا

چناں چہ ان ظالموں نے پورے یمن سے ایمان والوں کو پکڑنا شروع کیا، وہ ایمان لانے والے بھی عجیب ایمان والے تھے، ان کو جو ایمان نصیب ہوا تھا اتنا مضبوط ایمان، ایسا استقامت والا ایمان تھا کہ سامنے جلتی ہوئی آگ دیکھ رہے ہیں، اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کلمہ پڑھنے والوں کو پکڑ پکڑ کر آگ میں ڈالا جارہا ہے، جلایا جارہا ہے؛ لیکن اس کے باوجود بھی وہ ایمان چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں، ایک ایک، دو دو،

تین تین، چار چار مردوں، عورتوں، جوانوں، بوڑھوں اور بچوں کو پکڑ کر فوج والے لارہے ہیں، سب کو آگ میں جلا رہے ہیں۔

میری دینی بہنو! سارے کافر لوگ آکر اس خندق کے ارد گرد بیٹھ گئے اور بیٹھ کر مسلمانوں کے جلنے کا تماشہ دیکھ کر خوش ہونے لگے: واہ! تم نے کلمہ پڑھا اور اس کلمے کی وجہ سے آج تم جلائے جارہے ہو۔ (طبری: ۱۲/ ۵۲۵)

مسلمان آگ میں ڈالے جاتے، ان کو تکلیف ہوتی، پریشانی ہوتی تو وہ سب کافر بیٹھ کر اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور خوش ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ اس منظر کو قرآنِ مجید میں بیان فرماتے ہیں:

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۙ﴿۵﴾ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۙ﴿۶﴾

ترجمہ: خدا کی مار ہے ان خندق (کھودنے) والوں پر، اس آگ والوں پر جو ایندھن سے بھری ہوئی تھی، جب وہ اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

تکلیف آئے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں

میری دینی بہنو! آج بھی دنیا میں ایسا ہوتا ہے، مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے تو اس سے یہ دشمن خوش ہوتے ہیں؛ لیکن گھبرانے کی کوئی بات نہیں، یہ بات تو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمادی:

اِنۡ تَمۡسَسۡكُمۡ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۖ وَاِنۡ تُصِبۡكُمۡ سَيِّئَةٌ يَّفۡرَحُوۡا بِهَا.

ترجمہ: اگر تم (مسلمانوں) کو کوئی بھلائی پہنچے تو ان کو برا لگتا ہے اور اگر تم کو کوئی برائی پہنچے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ (آل عمران: ۱۲۰)

مسلمان مارے جاتے ہیں، مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے، مسلمان پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس سے یہ کافر لوگ خوش ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی دو زبردست نصیحتیں

لیکن گھبراؤ مت! اللہ تعالیٰ نے ہم کو دو زبردست نصیحتیں فرمائی ہیں:

وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـــًٔا ؕ (آل عمران:۱۲۰)

ترجمہ: اور اگر تم صبر کو اپنا لو اور تم تقوے والے بن جاؤ تو ان کی سازش تمھارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گی۔

یعنی اللہ تعالیٰ ان کی اسکیموں کو ناکام فرما دیں گے، ان کی تدبیروں کو اور ان کی پلاننگ کو اللہ تعالیٰ ناکام فرمادیں گے۔

ایک خوشی کی بات

خوشی کی ایک اور بات سن لو! قرآن کی ایک دوسری آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آج دنیا میں مسلمانوں کی تکلیف پر یہ کافر ہنستے ہیں؛ لیکن کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو موقع دیں گے کہ جب ان کافروں کو جہنم میں ڈالا جا رہا ہوگا، مومن اس منظر کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور وہ خوشی ہمیشہ کی خوشی ہوگی، جب فرشتے ان (بے ایمانوں کو) کو کھینچ کھینچ کر جہنم کی آگ میں ڈال رہے ہوں گے تو ایمان والے اس منظر کو دیکھ کر بڑے خوش ہوں گے، اللہ تعالیٰ اس منظر کو قرآنِ پاک میں بیان فرما رہیں ہیں:

اِنَّ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا كَانُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يَضۡحَكُوۡنَ ۖ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوۡا

بِهِمۡ يَتَغَامَزُوۡنَ ۖ﴿۳۰﴾ وَاِذَا انۡقَلَبُوۡۤا اِلٰٓى اَهۡلِهِمُ انۡقَلَبُوۡا فَكِهِيۡنَ ۖ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوۡهُمۡ

قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ
الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمہ: یقیناً جولوگ مجرم تھے وہ (دنیا میں) ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے ﴿۲۹﴾ اور جب وہ (ایمان والے) ان (کافروں) کے سامنے سے گزرتے تھے تو وہ (کافر) آپس میں ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے ﴿۳۰﴾ اور جب وہ (کافر) اپنے گھر والوں کے پاس لوٹتے تھے تو (وہاں بھی ایمان والوں کا تذکرہ کرکے) مزہ لیتے ہوئے لوٹتے تھے ﴿۳۱﴾ اور جب وہ (کافرلوگ) ان (مسلمانوں) کو دیکھتے تو کہتے: بے شک یہ لوگ بھٹکے ہوئے ہیں ﴿۳۲﴾ حالاں کہ ان (کافروں) کو ان (مسلمانوں) پر نگران بنا کر بھیجا نہیں گیا تھا ﴿۳۳﴾ سو آج (قیامت) کے دن ایمان لانے والے کافروں پر ہنس رہے ہوں گے ﴿۳۴﴾ (اور جنتی) تختوں پر (بیٹھ کر اپنی خوش حالی، اور کافروں کی بدحالی) دیکھ رہے ہوں گے ﴿۳۵﴾ کہ واقعی کافرلوگوں کو ان کے کیے ہوئے کاموں کا بدلہ مل گیا۔

بارہ ہزار مسلمانوں کو جلا دیا

چناں چہ حدیث کی مشہور کتاب مسلم شریف کی روایت میں یہ واقعہ موجود ہے، ایک، دو، تین، چار، سو، ہزار نہیں؛ بلکہ بارہ ہزار مسلمانوں کو آگ میں جلا دیا گیا اور یہ ایمان والے بھی اتنے مضبوط تھے کہ آگ میں جل رہے ہیں، پھر بھی کلمہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اللہ نے ان کو اتنا مضبوط ایمان عطا فرمایا ہوگا۔

(المسلم، کتاب الزهد والرقائق، حدیث: ۳۰۰۵، روح المعانی: ۲۹۸/۱۵)

ایک عورت کا پیچھے ہٹنا اور چھوٹے بچے کا بولنا

حدیث میں ہے کہ جب سب کو پکڑ پکڑ کر آگ میں ڈالا جا رہا تھا تو اس وقت ایک عورت پکڑ کر لائی گئی، اس کی گود میں دودھ پیتا بچہ تھا، وہ اپنی گود میں بچہ اٹھائے ہوئے ہے، کلمہ پڑھنے والی عورت ہے اور پولیس والے آگ میں ڈالنے کے لیے اس کو پکڑ کر لا رہے ہیں تو اس کو اپنے دودھ پیتے بچے کی وجہ سے رحم آ گیا اور وہ آگ میں گرنے سے پیچھے ہٹنے لگی، اس کے دل میں بچے کی محبت جوش مار رہی تھی کہ میں جل جاؤں؛ لیکن میرے معصوم بچے کا کیا ہوگا؟ جب وہ پیچھے ہٹنے لگی تو اللہ کی عجیب قدرت ظاہر ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اس دودھ پیتے بچے کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی، وہ اپنی ماں کو تسلی دینے لگا:

اے میری ماں! آگ میں گرنے سے کیوں ڈرتی ہے؟ آگ میں کود جا! تو حق پر ہے، تو ایمان پر ہے، اور ایمان کے واسطے جو تکلیف آئے، اس تکلیف کو اٹھانے میں تجھے گھبرانا نہیں چاہیے۔ (المسلم، حدیث: ۳۰۰۵)

ایک دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کو تسلی دیتا ہے، جب ماں نے اس بچے کی بات سنی تو اسے ہمت آ گئی اور وہ ماں خود اپنے معصوم بچے کو لے کر آگ میں کود پڑی، سبحان اللہ!!

اللہ تعالیٰ کی مسلمانوں کے ساتھ مدد

دینی بہنو! حدیث میں ہے کہ کافر لوگ تو اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ یہ مسلمان آگ میں گر رہے ہیں، ان کو جلنے کی تکلیف ہو رہی ہے؛ لیکن حقیقی بات یہ تھی کہ جب وہ خندق میں گرتے تھے تو آگ میں پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ ان کی روح کو قبض کر کے جنت میں پہنچا دیتے تھے، جتنے بھی لوگ آگ میں گرے ان میں

سے کوئی بھی زندہ آگ میں نہیں گرا، سب کی مری ہوئی لاش آگ میں گری اور کسی کو بھی آگ میں جلنے کی تکلیف نہیں ہوئی، یہ اللہ تعالیٰ کی کھلم کھلی مدد تھی۔ (طبری: ۱۲/ ۵۲۵)

ایمان لانے کی سزا

اللہ تعالیٰ آگے کی آیت میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ۝۸ (البروج)

ترجمہ: اور وہ ایمان والوں کو کسی اور بات کی نہیں، صرف اس بات کی سزا دے رہے تھے کہ وہ اس اللہ پر ایمان لائے تھے جو بڑے زبردست، بہت قابل تعریف ہے۔

یعنی ان کی دشمنی کی وجہ یہی تھی کہ وہ آسمان اور زمین کے بادشاہ اور ایک اللہ پر ایمان رکھتے تھے، چناں چہ انھوں نے اتنا بڑا ظلم کیا کہ: بارہ ہزار ایمان والوں کو مار دیا۔

اللہ تعالیٰ کی مہربانی

لیکن اے میرے اللہ! آپ کتنے مہربان ہیں کہ اتنے بڑے ظالموں کو بھی ایمان کی دعوت دے رہے ہیں، آگے والی آیت میں کتنی زبردست بات ارشاد فرمائی:

اِنَّ الَّذِيۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَتُوۡبُوۡا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمۡ عَذَابُ الۡحَرِيۡقِ ۝۱۰

ترجمہ: یقین رکھو کہ جن لوگوں نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ظلم کا نشانہ بنایا ہے، پھر توبہ نہیں کی ہے تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے آگ میں جلنے کی سزا ہے۔

مفسرین نے خواجہ حسنِ بصریؒ کا ملفوظ نقل کیا ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں: یہ

میرے اللہ کی مہربانی ہے، میرے اللہ کی شانِ رحمت ہے کہ یمن کے جن ظالموں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے بندوں کو جلایا، اللہ ان کو توبہ کی دعوت دے رہے ہیں، ایمان کی دعوت دے رہے ہیں، آؤ! ایمان لے آؤ، توبہ کرلو، میں تم کو معاف کردوں گا، کیسے مہربان ہیں ہمارے اللہ۔ (معارف القرآن: ۸/ ۷۱۴)

میری دینی بہنو! جو اتنے ظالم کافروں کو توبہ اور ایمان کی دعوت دیتے ہیں، وہی پیارے اللہ ہم مؤمنوں کو بھی فرماتے ہیں: اے میرے گنہگار بندو اور بندیو! آؤ! توبہ کرلو، اپنی زندگی کو صحیح کرلو، میں تمھارے بڑے سے بڑے گناہ کو معاف کردوں گا۔

اللہ ہمیں صحیح معنی میں توبہ کرنے والا اور اس کے دربار میں رونے والا بنادے۔

توبہ نہ کرنے اور ایمان نہ لانے پر اللہ تعالیٰ کی سخت پکڑ

اللہ تعالیٰ نے دعوت دی، پھر بھی وہ لوگ ایمان نہیں لائے تو ان کے لیے اللہ کی طرف سے زبردست سزا آئی، اللہ نے فرمایا:

ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿١٠﴾

ترجمہ: پھر جنھوں نے توبہ نہیں کی ہے، ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کو آگ میں جلنے کی سزا دی جائے گی۔

ایسے ظالموں کو ایمان کی دعوت دی گئیں، پھر بھی انھوں نے ایمان قبول نہیں کیا، توبہ نہیں کی تو ایک سزا تو ان کو آخرت میں جہنم کی ہوگی؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں ایک نقد سزا دی اور وہ سزا یہ ہوئی کہ وہ آگ جو انھوں نے مؤمنوں کے واسطے بھڑکائی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو عجیب طریقے سے بھڑکایا؛ چناں چہ اللہ کی عجیب قدرت

ہوئی کہ خندق میں سے آگ باہر نکلی اور باہر نکل کر ہر طرف پھیلنے لگی اور وہ کافر اس آگ کو بجھا نہیں سکے، وہ آگ ایسی کہ یمن کے کافروں کے مکانوں اور شہر اور گاؤں سب کو جلا ڈالا اور سب کچھ جلا کر ختم کر ڈالا۔

وہ ظالم بادشاہ اپنی جان بچانے کے لیے بھاگا، آگ آرہی ہے، وہ بھاگ رہا ہے، وہ آگ سے بچنے کے لیے ایک کشتی میں سوار ہوا کہ پانی میں آگ نہیں آسکتی، وہ ایک کشتی میں بیٹھ کر دریا کی طرف بھاگا، اللہ تعالیٰ نے اس کی کشتی کو الٹ دیا اور وہ بادشاہ بھی ڈوب کر ختم ہو گیا۔ (روح المعانی: ۱۵/۳۰۱)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ تمھارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے لوگو! میری پکڑ، میری سزا، میرا عذاب بڑا سخت ہے، جب میں عذاب دینے پر آتا ہوں تو آگ لگانے والوں کو اسی آگ میں جلا کر ختم کر دیتا ہوں، انھوں نے جن مؤمنوں کے لیے آگ لگائی تھی وہ تو سب جنت میں چلے گئے؛ لیکن یہی آگ ان سب کافروں کے لیے عذاب بن گئی۔

ڈیڑھ سو سال کے بعد معصوم بچے کی نعش

آگے کی ایک عجیب بات میں آپ کو سنا دوں، جیسا میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ یہ واقعہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی پیدائش سے ستر (۷۰) سال پہلے ہوا، پھر حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور حضور ﷺ کی تریسٹھ (۶۳) سالہ زندگی گذر گئی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی دنیا سے تشریف لے گئے، ان کے بعد حضرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا؛ یعنی تقریباً اِس قصے کے ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال گذر گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں یمن میں ایک جگہ نہر کھودی جارہی تھی، نہر کھودتے کھودتے اس معصوم بچے عبداللہ کی قبر نکل آئی، حدیث میں ہے:

حضرت صہیب بن سنان فرماتے ہیں کہ: اس بچّے کی لاش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نکالی گئی تو اس کی انگلی کنپٹی پر تھی جیسے اس نے رکھی تھی۔ (ترمذی، حدیث: ۳۳۴۰)

جب کسی انسان کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو تھوڑے ہی عرصے میں اس انسان کا کفن بھی ختم ہوجاتا ہے، بدن بھی ختم ہوجاتا ہے؛ لیکن اللہ کی عجیب قدرت! جب انھوں نے اس کی قبر کو کھودا تو اس معصوم عبداللہ کی لاش جیسی تھی ویسی ہی نکلی، اس کے بدن سے ایک بال بھی گرا نہیں تھا، ایسا لگتا تھا کہ آج ہی یہ لاش دفن کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بالکل صحیح بات ارشاد فرمائی:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل (شہید) کیے گئے ان کو تم (عام مُردوں کی طرح) مرے ہوئے مت کہو؛ بلکہ وہ تو سب زندہ ہیں؛ لیکن تم کو (ان کی زندگی کا) احساس نہیں ہے۔

اللہ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ پیغمبروں اور شہیدوں کی لاش کو کھا نہیں سکتی۔

وہ زخم بھی جوں کا توں تازہ تھا

آگے کی بات سنیے! اس کا داہنا ہاتھ اس کے زخم پر رکھا ہوا تھا، جس جگہ اس کو تیر

لگا تھا اس جگہ اس کا ہاتھ رکھا ہوا تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو نہر کے پاس تھے انھوں اس کے ہاتھ کو ہٹایا تو تازہ تازہ خون اس کے زخم سے بہنا شروع ہوا، ایسا لگ رہا تھا کہ آج ہی اس بچے کو تیر لگا ہے، پھر اس کے ہاتھ کو دوبارہ اس کے زخم پر رکھ دیا تو خون نکلنا بند ہو گیا، اس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی، اس انگوٹھی پر ایک پتھر میں لکھا ہوا تھا:

اَللّٰہُ رَبِّيْ. یعنی اللہ میرے رب ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پریشان ہوئے کہ اس معصوم بچے کی لاش کو کیا کریں؟

انھوں نے فوراً یمن سے مدینۂ منورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع بھیجی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پورا قصہ بتایا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ: اس معصوم اللہ کے ولی اور شہید کو جیسی اس کی لاش نکلی ہے بالکل اسی طرح دوبارہ دفن کردو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم نامہ پہنچا تو وہاں موجود صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ نے پھر سے ایک قبر تیار کی اور اس معصوم بچے کی لاش کو اس کے کفن، اس کی انگوٹھی، اس کے زخم اور زخم پر اس کے ہاتھ کے ساتھ دوبارہ اسی طرح دفن کر دیا۔

اس پوری سورت میں ہمارے لیے بڑی نصیحت کی باتیں ہیں

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو قرآنِ مجید میں ذکر فرمایا، جیسا میں نے آپ سے عرض کیا تھا، چار قسمیں کھا کر اللہ تعالیٰ نے اس قصے کو بیان کیا ہے۔

دینی بہنو! اس میں ہمارے لیے بڑی نصیحت ہے، ایک بات جو میں نے کل آپ سے عرض کی تھی کہ: اپنے بچوں کو بچپن ہی سے عالموں اور نیک لوگوں کے پاس بھیجو! اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی صحبت کی برکت سے تمھاری اولاد کو بچپن ہی سے اپنا ولی بنا دیں گے۔

یہ چھوٹا سا بچہ ہے؛ لیکن ایک اللہ کی کتاب پڑھانے والے عالم کی خدمت میں گیا، اللہ تعالیٰ نے اس عالم کی خدمت سے اس کو اپنے زمانے کا ولی بنایا، شہید بنایا اور پورے یمن میں اس کو ایمان پھیلنے کا ذریعہ بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ ہماری اولاد کو بھی نیک اور صالح بنائے، ہماری اولاد میں بھی اللہ تعالی اولیاء اللہ پیدا فرمائے، صلحا، ذاکرین اور نیک لوگوں کو پیدا فرمائے؛ لیکن اس کے لیے بہت ضروری ہے کہ ہم بچپن ہی سے اپنی اولاد کی تعلیم اور تربیت کی فکر کریں۔

بچوں کی تربیت کی بچپن ہی میں فکر کرنی چاہیے

آج تو ایسا زمانہ ہے کہ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں اس زمانے میں ہم فکر نہیں کرتے؛ حالاں کہ ان کی تعلیم اور تربیت کا زمانہ ہی بچپن کا زمانہ ہے، جب یہ بچّے چھوٹے ہوتے ہیں اسی زمانے میں خاص ان کی تعلیم و تربیت کی فکر کرو، بچپن میں اگر آپ نے ان کی صحیح فکر کر لی تو ان شاء اللہ جوان ہو کر یہ بچے نیک اور صالح بنیں گے۔

آج ماں باپ بچوں کی محبت میں اندھے ہو کر بچپن میں ان کو گناہ کرنے دیتے ہیں، فلم دیکھنے دیتے ہیں، ٹی وی اور میوزک پر ان کو بٹھاتے ہیں، ان کو بڑے قیمتی قیمتی موبائل فون لا کر دے دیتے ہیں، پھر جب یہ بچے بگڑ جاتے ہیں تو ماں باپ پریشان ہوتے ہیں، روتے پھرتے ہیں۔

بچوں کے ساتھ محبت کیا ہے؟

دینی بہنو! بچوں کے ساتھ محبت یہی ہے کہ: ان کو پاکیزہ اخلاق سکھاؤ۔ ان کو دین داری سکھاؤ۔ گندی گندی بگاڑنے والی چیزوں سے بچاؤ۔ اگر یہ بچپن میں سدھر

گئے، نیک ہو گئے تو بڑے ہونے کے بعد ان شاء اللہ! تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں گے، نیک بنیں گے اور بچپن میں اگر آپ نے ان کی فکر نہیں کی تو بڑے ہونے کے بعد ان کو قابو میں کرنا بہت مشکل ہو جائے گا، اللہ ہمیں اپنی اولاد کی صحیح تعلیم اور تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اس مجلس کے اختتام پر میں آپ کو بچوں کی تربیت کے سلسلے میں چند بہت ہی اہم حدیثیں سناتا ہوں۔

تربیتِ اولاد کے بارے میں ایک حدیث

اولاد کی تعلیم اور تربیت کے سلسلے میں ایک چیز حدیث میں آتی ہے کہ جب بچہ پیدا ہو جائے تو اس موقع پر کیا کرنا چاہیے:

عن أَبي رافع رضی اللہ عنہ: قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِينَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلَاةِ.(ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الصبی یولد فیؤذن فی اذنه، حدیث: ۵۱۰۵)

ترجمہ: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ان کے کان میں اذان دی۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اس کے داہنی طرف کے کان میں اذان دی جائے اور بائیں طرف اقامت کہی جائے۔

دوسری حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ جب حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے پاس

بچوں کو لایا جاتا تھا تو حضور ﷺ ان کے لیے کھجور چبا کر ان کے منہ میں رکھ دیتے تھے اور ان کے لیے برکت کی دعا کرتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ، وَيُحَنِّكُهُمْ. (السلم، کتاب الاداب، باب استحباب تحنیک المولد عند ولادته، حدیث: ۲۱۴۷)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چھوٹے بچّوں کو لایا جاتا تھا، آپ ان کے لیے برکت کی دعا کیا کرتے تھے اور ان کی تحنیک کیا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی اللہ والے کے پاس کھجور چبوا کر اس کے منہ میں رکھنی چاہیے۔

یہاں غلط فہمی یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد ہم پہلے دودھ پلا دیتے ہیں؛ حالاں کہ بچے کے منہ میں سب سے پہلے کسی اللہ والے کی چبائی ہوئی کھجور رکھنی چاہیے، بعد میں اس بچے کو دودھ پلانا چاہیے اور بچے کے لیے برکت کی دعا بھی کروا دینی چاہیے۔

تیسری حدیث

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ساتویں دن بچے کا عقیقہ کیا جائے، عقیقے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس بچے کی حفاظت فرما لیتے ہیں۔

عن سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ: الغلامُ مُرْتَهِنٌ بِعَقِيْقَتِهِ يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُسَمّٰى وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ. (ترمذی، ابواب الاضاحی، باب من العقیقۃ، حدیث: ۱۵۲۲)

ترجمہ: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہر بچّہ اس کے عقیقے کے بدلے میں

گروی رکھا ہوا ہے، ساتویں دِن اس کی طرف سے عقیقہ کیا جاوے، اس کا نام رکھا جاوے اور اس کے بال کاٹے جاوے۔

چوتھی حدیث

ایک حدیث میں آتا ہے کہ: جب بچہ بولنا شروع کرے تو سب سے پہلے اس کو قرآنِ مجید کی یہ آیت سکھاؤ:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾ (بني إسرائيل)

ترجمہ: اور تم کہہ دو کہ: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور سلطنت میں کوئی اس کا شریک بھی نہیں ہے اور عاجزی (کمزوری) سے بچانے کے لیے اس (اللہ تعالیٰ) کو کسی مدد کرنے والے کی ضرورت نہیں اور اس کی ایسی بڑائی بیان کرو جیسی بڑائی بیان کیے جانے کا اس کو حق حاصل ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب نبیٔ کریم ﷺ کے خاندان میں کوئی بچہ بولنا سیکھتا تھا تو سب سے پہلے آپ ﷺ اس کو یہ آیتِ کریمہ سکھاتے تھے۔ (موسوعۃ التفسیر الماثور: ۱۳/ ۳۹۸)

اسی طرح "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" بھی بچوں کو سکھایا جائے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ بچپن ہی سے ایسے کلمات سکھاؤ جن سے ان کے عقیدے درست ہوں۔

پانچویں حدیث

حدیث میں آتا ہے کہ: جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز پڑھنے کا حکم

دو، دس سال کا ہو جائے اور وہ نماز نہ پڑھے تو تم اس کو مارو، اس کی پٹائی کرو۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِين وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشَرِ سِنِين وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِيْ الْمَضَاجِعِ.(ابوداؤد،باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، حديث: ٤٩٥)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے ابّا سے اور وہ اپنے داد سے نقل کرتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: تمھارے بچّے جب سات سال کے ہوجاویں تو ان کو نماز کا حکم دیا کرو اور جب دس سال کے ہوجائیں تو نماز نہ پڑھنے پر مارو اور ان کے بستر الگ کردو۔

چھٹی حدیث

أَنَّ رَسولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ. (ترمذی، باب ما جاء فی ادب الولد، ابواب البر والصلة، حديث نمبر: ١٩٥٢)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی باپ کے حق میں اس کے بچے کو دینے کے لیے اچھے آداب سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں ہیں۔

ان کو اچھی اچھی اور پاکیزہ باتیں سکھاؤ۔ گندی باتوں سے بچوں کی حفاظت کرو۔ اسلامی اخلاق سکھاؤ۔ پیار اور محبت کا ان کے ساتھ برتاؤ کرو۔

ساتویں حدیث

عن أَبي هريرة رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَبَّلَ رَسولُ اللهِ ﷺ الحَسَنَ بنَ عَلِيٍّ وعِنْدَهُ الأَقْرَعُ بنُ حابِسٍ التَّمِيمِيُّ جالِسًا، فَقالَ الأَقْرَعُ: إنَّ لي عَشَرَةً مِنَ

الوَلَدِ ما قَبَّلْتُ مِنهمْ أَحَدًا، فَنظَرَ إلَيْهِ رَسولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ قالَ: مَن لَا يَرْحَمُ لا يُرْحَمُ. (بخاری، کتاب الادب، باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته،حدیث: ۵۹۹۷)

ترجمہ: حضرت نبیٔ کریم ﷺ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بوسہ دے رہے تھے، وہاں حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے کہا کہ: حضور! میرے تو دس بیٹے ہیں، میں نے تو کبھی ان کو بوسہ نہیں دیا، تو نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں کرتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کے ساتھ پیار و محبت، بوسہ، چوم لینے کا برتاؤ کرنا چاہیے۔

آٹھویں حدیث

ایک اور حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے گھر میں کوڑا لٹکا کر رکھو یعنی چابک، لکڑی لٹکا کر رکھو؛ تاکہ بچہ اس کو دیکھے اور اس کو تنبیہ ہو اور ضرورت کے موقع پر اس کو استعمال بھی کرو:

وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَبًا، وَأَخِفْهُمْ فِي اللّٰهِ. (مسند احمد، حدیث: ۲۲۰۷۵)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: بچّوں کو ادب سیکھانے کے واسطے گھر میں لکڑی رکھا کرو اور ان کو اللہ سے ڈرایا کرو۔

نویں حدیث

مسلم شریف کی حدیث میں آتا ہے کہ: بچوں کے لیے بد دعا مت کرو:

وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ.(مسلم، کتاب الزهد والرقاق،باب حديث الطويل و قصة ابی اليسر، حدیث: ۳۰۰۹)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بچّوں کے لیے بددعا مت کرو۔

دسویں حدیث

بخاری شریف کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

اِعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ. (بخاری، کتاب الهبة و فضلها و والتحريض عليها، باب الهبة للولد، حديث: ۲۵۸۷)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: تم ہدیہ دینے میں اولاد کے درمیان برابری کرو۔

یعنی ایک بیٹے کو دو اور دوسرے بیٹے کو نہ دو، ایسا مت کرو، سب اولاد کے ساتھ برابری کرو۔

گیارہویں حدیث

ایک حدیث میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ: لڑکیوں کے ساتھ خاص طور پر اچھا برتاؤ کرو، جس نے لڑکیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو یہ لڑکیاں کل قیامت کے دن جہنم کی آگ سے حفاظت کا ذریعہ بنیں گی:

مَنْ يَلِي مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ شَيْئًا، فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ.

(المسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل الاحسان الى البنات، حديث: ۲۶۲۹)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جو اِن لڑکیوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرتا ہے تو یہ لڑکیاں قیامت کے دِن جہنّم کی آگ سے

حفاظت کا ذریعہ بنیں گی۔

اپنی لڑکیوں کو پردے کی عادت سکھاؤ۔

لڑکے لڑکی جس وقت چھوٹے ہوں تو ذرا ان کا خیال رکھو، ان پر زیادہ سختی مت کرو، نرمی کا برتاؤ کرو۔

ہاں! اگر شریعت کی کوئی بات ہو، دین کی کوئی بات ہو تو سختی سے بھی کام لو اور ان کو ڈانٹ ڈپٹ اور ضرورت کے موقع پر لکڑی بھی استعمال کرو۔

ایک خاص بات یہ کہ ''کبھی بچوں پر احسان مت جتاؤ'' میں نے بہت محنت سے تجھے بڑا کیا، میں نے بہت محنت سے تجھے کھلایا، پلایا، بڑا کیا، ایسا احسان کبھی مت جتاؤ۔

ساتھ میں دعا بھی کرتے رہو، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ہماری اولاد کو نیک اور صالح بنائیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں کی طرف دھیان دینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تمت